حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کی سیرت و سوانح
سرکارِ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
تحت الاشراف
امین ملت حضرت ڈاکٹر
سید شاہ امین میاں قادری برکاتی
شرف ملت حضرت
سید محمد اشرف برکاتی مارہروی
ترتیب
سید نجیب حیدر برکاتی مارہروی
ساحل شہسرامی (علیگ)
والضحیٰ پبلی کیشنز

حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و سوانح

سرکارِ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

نعمت الاشرف

امین ملت حضرت ڈاکٹر

سید شاہ امین میاں قادری برکاتی

شرف ملت حضرت

سید محمد اشرف برکاتی مارہروی

ترتیب

سید نجیب حیدر برکاتی مارہروی

ساحل شہسرامی (علیگ)

والضحیٰ پبلی کیشنز

حاویہ حلیمہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:042-37361363

حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح

سرکارِ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

تحت الاشراف : سید شاہ امین میاں قادری برکاتی
سید محمد اشرف برکاتی مارہروی

ترتیب : سید نجیب حیدر برکاتی مارہروی
ساحل شہسرامی، علیگ

لیگل ایڈوائزر : محمد صدیق الحسنات ڈوگر ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور

تاریخ اشاعت : جنوری 2017ء ربیع الثانی 1438ھ

قیمت : 340/=

سیل پوائنٹ
مکتبہ فیضانِ مدینہ
نزد فیضان مدینہ، مدینہ ٹاؤن فیصل آباد
0311-3161574

والضحیٰ پبلی کیشنز
بادیہ حلیمہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان
0300-7259263,0315-4959263

فہرست

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اہل سنت کی آواز سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کا قدیم رسالہ ہے جس کے بانی تاج العلما حضرت سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قدس سرُہ تھے اور ان کے معاونین تھے حضرت سید العلما اور حضرت احسن العلما قدس سرُہما۔ اس رسالے کی تجدید حضور احسن العلماء کی حیاتِ مبارکہ میں ہی ۱۹۹۴ء میں عمل میں آئی۔ تب سے اب تک یہ رسالہ کئی مخصوص شمارے پیش کر چکا ہے۔ احسن العلماء کی حیاتِ مبارکہ، تصوف و اخلاق، توحید، قصیدہ نور کا، عظمتِ قرآن اور مصطفیٰ جانِ رحمت جیسے موضوعات پر خصوصی شمارے آپ کی نظروں سے گزر چکے ہیں۔

امسال عرسِ قاسمی برکاتی کے مبارک موقع پر خانقاہِ برکاتیہ کا علمی ترجمان "اہلسنت کی آواز" اپنا مخصوص شمارہ قطب ربانی، محبوبِ سبحانی، شہباز لامکانی سید الاولیا حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔

۱۔ یوں تو خانقاہِ برکاتیہ پندرہ سلاسل کا حسین سنگم ہے جس میں چار بڑے دریا قادریت، چشتیت، نقش بندیت اور سہروردیت شامل ہیں۔ لیکن حضور صاحب البرکات قدس سرُہ کے زمانے سے اس خانقاہ کا عمومی اور رائج سلسلہ قادریہ ہے کہ یہ سلسلہ قدیم زمانے سے اس خانقاہ کے بزرگوں کا خزانہ رہا ہے اور بعد میں جب حضور صاحب البرکات کے زمانے میں کالپی شریف کے سلطانِ سلسلہ قادریہ حضرت شاہ فضل اللہ ترمذی علیہ الرحمہ والرضوان نے دریا کو دریا سے پیوست کر دیا تب سے یہ سلسلہ عزیز تر ہو گیا۔ پچھلے ڈھائی سو سالوں میں بفضلہ تعالی سلسلہ قادریہ کا جتنا اور جیسا اجرا اس خانقاہ شریف اور اس کے جید

خلفائے کرام کے ہاتھوں ہوا، اس کی ایک ضخیم اور روشن تاریخ لکھی جا سکتی ہے۔

ب۔ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ یعنی پانچویں صدی ہجری اسلام کے لئے بہت ہولناک تھی۔ تذکرہ غوثِ اعظم کے مؤلف طالب ہاشمی لکھتے ہیں:

"پانچویں صدی کے آخر میں دنیائے اسلام میں ایک ہولناک انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کی اجتماعی قوت فرقہ بندی اور باہمی افتراق کی نذر ہو چکی تھی۔ ان میں بدعات اور غیر اسلامی معتقدات کی خوب نشوونما ہو رہی تھی۔ ہر طرف محرومی، شقاوت، جبر و استبداد اور فسق و فجور کا دور دورہ تھا۔ غیر مسلم اقوام اس کا پورا فائدہ اٹھا رہی تھیں۔ وہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو اقتدار و اختیار سے محروم کرنے کے منصوبے بنا رہی تھیں بلکہ اپنے ادیان کو دینِ حق سے افضل ثابت کرنے کے لئے بھی کوشاں تھیں۔ غرض نکبت و ادبار کے منحوس عفریت عالمِ اسلام پر چھا رہے تھے اور دینِ حنیف پر پژمردگی چھا رہی تھی۔ یکایک رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور اس اندھیرے میں ایک مردِ کامل کا ظہور ہوا جس کی مسیحا نفسی نے مردہ دلوں کو حیاتِ تازہ بخش دی۔"

آج تقریباً ایک ہزار برس بعد صورتِ حال لگ بھگ ویسی ہی نظر آ رہی ہے۔ قبلہ اول صہیونیوں کے پنجہ حرص میں گرفتار ہے۔ عراق و افغانستان شقی القلب، لالچی اور دروغ گو امریکہ کے ظلم کی ٹہنی پر وارے جا رہے ہیں۔ مملکت ایران پر سفید فام شیطانوں کی ندیدی نظریں گڑی ہوئی ہیں۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کے ملجا و ماوا سرورِ کونین ﷺ کی جناب میں گستاخیوں اور بے ادبیوں کی پچھلی تاریخ ایک نئی شیطانی طاقت کے ساتھ دہرائی جا رہی ہے۔ اپنے اپنے مسخ شدہ ادیان کو دینِ حقیقی یعنی اسلام سے بہتر ثابت نہ کر پانے کی جھنجھلاہٹ مکروفریب کے نئے جال بن رہی ہے، مثلاً "الفرقان" نام کی ایک لغو عربی تحریر یہ کہہ کر انٹرنیٹ کے ذریعے دکھائی جا رہی ہے کہ یہی کتاب اصل قرآن ہے (معاذ اللہ) اصل معاملات دین کے علاوہ فروعی معاملات پر بھی فرقہ بندیاں ہو رہی ہیں۔ امت کا اتحاد پارہ پارہ کرنے کے لئے غیروں کے ساتھ ساتھ اپنوں نے بھی کمر کس رکھی ہے۔ بوسنیا سے لے کر افریقہ، فلسطین سے لے کر افغانستان، سوات سے لے کر گجرات تک مسلمانوں کے خون کو پانی سے زیادہ سستا بنا دیا گیا ہے۔ بیشتر مسلم ممالک کی حکومتوں کے سربراہ اپنے اپنے عیش کدوں میں بیٹھ کر یہ حساب لگا رہے ہیں کہ ان کے درہم و دینار

امریکہ اور یورپ کے بینکوں میں اب تک کتنے ڈالروں کا روپ لے چکے ہیں۔

اللہ رب العزت کے بھروسے پر ارادہ کیا کہ آج ایک ہزار سال بعد جب صورتِ حال اسی طرح کی ہو چکی ہے تو کیوں نہ اس ذاتِ عظیم کو قدرے تفصیل سے یاد کیا جائے جو بھری مسجد میں خلیفہ وقت کو ٹوک دیا کرتے تھے۔ جنہوں نے پژمردہ اسلام کو نئی زندگی، نئی رعنائی عطا کی تھی۔ جن کا علم، روحانیت، کرامت اور زہد و ورع صدیوں سے مثال بنا ہوا ہے۔ یقیناً غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ایسا ہے جسے پڑھ کر علم کی جستجو بڑھتی ہے، روحانیت سے قرب پیدا ہوتا ہے، عبادت کی طرف توجہ ہوتی ہے اور روح میں کلمہ حق کو بلند کرنے کا جوش پیدا ہوتا ہے۔

آخر کیا تھا کہ مندرجہ ذیل واقعہ پیش آیا۔ قطب ربانی حضور غوثِ اعظم جامع مسجد بغداد میں تشریف رکھتے ہیں۔ اتفاق سے انہیں چھینک آئی تو انہوں نے الحمدللہ کہا۔ یہ سننا تھا کہ پوری مسجد یرحمك اللہ کے نعروں سے گونجنے لگی۔ بادشاہِ وقت بھی موجود تھا۔ اس نے حیران ہو کر پوچھا۔ مسجد اس نعرے سے کیوں گونج رہی ہے۔ نمازیوں نے جواب دیا شیخ عبدالقادر جیلانی کو چھینک آئی تو انہوں نے الحمدللہ فرمایا۔ تمام نمازی اسی کا جواب دے رہے تھے۔ بادشاہِ وقت یہ سن کر لرزنے لگا۔

ج۔ پیرانِ پیر پر خصوصی شمارہ شائع کرنے کا ایک اور بھی بامعنی سبب ہے۔" جن کا کھاتے ہیں، انہی کے گیت گاتے ہیں۔"

خانقاہِ برکاتیہ کا سلسلہ چشتیہ بھی دو آتشہ ہے۔ ہم ساداتِ بلگرام و مارہرہ کے جدِ اعلیٰ حضرت میر محمد دعوۃ الصغریٰ قدس سرّہٗ براہ راست حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ بعد میں چشتیت کی دولت دیگر واسطوں سے بھی حاصل ہوئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ "اہل سنت کی آواز" کا اگلا شمارہ خواجہ خواجگان حضرت سید معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تعلق سے خصوصی شمارہ ہوگا۔

آثارِ غوثیہ

آں شاہ سرافراز کہ غوث الثقلین است
در اصل سیادت چہ صحیح النسبین است
از سوئے پدر تا بہ حسن سلسلۂ او ست
از جانب مادر، دُرِ دریائے حسین است

[علامہ جامی قدس سرہٗ]

سرکار غوثِ اعظم محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بے حجابانہ در آ از در کاشانۂ ما　　کہ کسے نیست بجز درد تو در خانۂ ما

گر بیائی بسر تربت ویرانۂ ما　　بینی از خون جگر آب شدہ شانۂ ما

فتنہ انگیز مشو کاکل مشکین مکشائے　　تاب زنجیر ندارد دل دیوانۂ ما

مرغ باغ ملکوتیم دریں دیر خراب　　میشود نور تجلائے خدادانۂ ما

با احد در لحد تنگ بگوئیم کہ دوست　　آشنائیم توئی غیر تو بیگانۂ ما

گر نکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست　　گویم آنکس کہ ربود این دل دیوانۂ ما

منکر نعرۂ ما کو کہ بما عربدہ کرد　　تا بہ محشر شنود نعرہ مستانۂ ما

شکر للہ کہ نمردیم و رسیدیم بدوست　　آفریں باد بریں ہمت مردانۂ ما

محی برشمع تجلائے جمالش می سوخت

دوست میگفت زہے ہمت مردانۂ ما

سرکار غوثِ اعظم محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اے قصر رسالت از تو معمور ‏ منشور لطافت از تو مشہور

خدام ترا غلام گشتہ ‏ کیخسرو کیقباد و فغفور

درجملۂ کائنات گویند ‏ صلوات تو تا دمیدن صور

معراج تو تا بہ قاب قوسین ‏ جبریل برہ بہ انداز دور

ہم حلقہ بگوش تست غلماں ‏ ہم بندۂ کمترین تو حور

بنوشتہ خدای پیش از آدم ‏ از بہر رسالت تو منشور

از ہیبت غیرتِ تو موسیٰ ‏ دیدار خدا ندید بر طور

روشن ز وجود تست کونین ‏ اے ظاہر و باطنت ہمہ نور

ای سید انبیائے مرسل ‏ وے سرور اولیائے مستور

گل از عرقِ تو یافتہ بوے ‏ شد شہد در اندرون زنبور

ہر کس بجہاں گناہگار ست ‏ گشتہ بشفاعت تو مغفور

محی بہ غلامی تو زد لاف

از راہ کرم بدار معذور

قصیدۂ غوثیہ

سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سَقَانِی الْحُبُّ کَاْسَاتِ الْوِصَالِ ۔۔۔ فَقُلْتُ لِخَمْرَتِیْ نَحْوِیْ تَعَالِیْ

سَعَتْ وَمَشَتْ لِنَحْوِیْ فِیْ کُئُوْسٍ ۔۔۔ فَهِمْتُ لِسُکْرَتِیْ بَیْنَ الْمَوَالِیْ

فَقُلْتُ لِسَائِرِ الْاَقْطَابِ لُمُّوْا ۔۔۔ بِحَالِیْ وَادْخُلُوْا اَنْتُمْ رِجَالِیْ

وَهُمُّوْا وَاشْرَبُوْا اَنْتُمْ جُنُوْدِیْ ۔۔۔ فَسَاقِی الْقَوْمِ بِالْوَافِیْ مَلَالِیْ

شَرِبْتُمْ فُضْلَتِیْ مِنْ بَعْدِ سُکْرِیْ ۔۔۔ وَلَانِلْتُمْ عُلُوِّیْ وَاتِّصَالِیْ

مَقَامُکُمُ الْعُلٰی جَمْعًا وَلٰکِنْ ۔۔۔ مَقَامِیْ فَوْقَکُمْ مَازَالَ عَالِیْ

اَنَا فِیْ حَضْرَةِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِیْ ۔۔۔ یُصَرِّفُنِیْ وَحَسْبِیْ ذُوالْجَلَالِ

اَنَا الْبَازِیْ اَشْهَبُ کُلِّ شَیْخٍ ۔۔۔ وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطٰی مِثَالِیْ

کَسَانِیْ خِلْعَةً بِطِرَازِ عَزْمٍ ۔۔۔ وَتَوَّجَنِیْ بِتِیْجَانِ الْکَمَالِ

وَاَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ ۔۔۔ وَقَلَّدَنِیْ وَاَعْطَانِیْ سُؤَالِیْ

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا ۔۔۔ فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالِ

فَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ بِحَارٍ ۔۔۔ لَصَارَ الْکُلُّ غَوْرًا فِی الزَّوَالِ

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فِیْ جِبَالٍ ۔۔۔ لَدُکَّتْ وَاخْتَفَتْ بَیْنَ الرِّمَالِ

وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ ... لَخَمَدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ مَالِی
وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَيْتٍ ... لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالِ
وَمَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ ... تَمُرُّ وَتَنْقَضِیْ اِلَّا اَتَالِیْ
وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا يَاتِیْ وَتَجْرِیْ ... وَتُعْلِمُنِیْ فَاقْصِرُ عَنْ جِدَالِی
مُرِيْدِیْ هِمْ وَطِبْ وَاشْطَحْ وَغَنِّ ... وَافْعَلْ مَا تَشَاءُ فَالْاِسْمُ عَالِ
مُرِيْدِیْ لَا تَخَفْ اَللّٰهُ رَبِّیْ ... عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِ
مُرِيْدِیْ لَا تَخَفْ وَاشٍ فَاِنِّیْ ... عَزُوْمٌ قَاتِلٌ عِنْدَ الْقِتَالِ
طُبُوْلِی فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ دُقَّتْ ... وَشَاوُوْسِ السَّعَادَةِ قَدْ بَدَالِی
بِلَادُ اللّٰهِ مُلْكِی تَحْتَ حُكْمِیْ ... وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِی قَدْ صَفَالِی
نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا ... كَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُكْمِ اتِّصَالِ
وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَاِنِّی ... عَلٰی قَدَمِ النَّبِی بَدْرِ الْكَمَالِ
دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا ... وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَی الْمَوَالِی
رِجَالِی فِی هَوَاجِرِهِمْ صِيَامٌ ... وَفِی ظُلَمِ اللَّيَالِی كَاللَّالِی
اَنَا الْحَسَنِیْ وَالْمِخْدَعُ مَقَامِیْ ... وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ
اَنَا الْجِيْلِیْ مُحِیُّ الدِّيْنِ اِسْمِیْ ... وَاَعْلَامِیْ عَلٰی رَاْسِ الْجِبَالِ
وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْهُوْرُ اِسْمِی ... وَجَدِّی صَاحِبُ الْعَيْنِ الْكَمَالِ

ترجمۂ قصیدۂ غوثیہ

مولانا سید محمد اکمل اجملی جنیدی قادری علیہ الرحمہ، دائرۂ شاہ اجمل، الہ آباد

جام شراب وصل کو عشق نے جب پلا دیا — میں نے شراب سے کہا میری طرف کو لوٹ آ

نشہ کو میرے دیکھ کر کہہ اٹھے اہل میکدہ — ایسا لگا کہ جھومتا جام شراب آ گیا

میں نے کہا کہ اہل دل جانب میکدہ چلیں — رنگ میں میرے ڈوب جائیں آپ ہیں یار باصفا

آگے بڑھو اٹھا بھی لو ہاتھ میں جام معرفت — تم تو ہو میرے لشکری مان لو تم مرا کہا

تم نہ وہاں پہونچ سکے میں نے جہاں کی سیر کی — پھر بھی اٹھا کے پی لیا تم نے مرا بچا کھچا

سب کا مقام ہے بلند سب کو ملی ہے برتری — میرا مقام ہے الگ کوئی نہ واں پہونچ سکا

جو بھی مقام مل گیا میرے لیے بہت ہے وہ — قرب اللہ میں ہوں میں کوئی نہیں مرے سوا

میں ہی تو ہوں وہ شاہباز ہاتھ ہوئے مرے دراز — بندوں میں مجھ سا کون ہے جس کو یہ سب دیا گیا

خلعتیں وہ عطا ہوئیں جن کی نظیر ہی نہیں — فضل و کمال و عزم کا تاج بھی میرے سر رہا

مجھ پہ کیے ہیں آشکار راز قدیم بے شمار — میں نے جو کچھ طلب کیا اس سے سوا عطا ہوا

حاکم جملہ اتقیا، مجھ سے نہیں کوئی بڑا — میرا ہی حکم ہر جگہ میں ہی ہوں غوث اصفیا

راز دروں جو کھول دوں جذب ہو بحر بے کنار — کچھ نہ رہے جہاں میں صرف ہو میرا نقش پا

کوہ سے کہہ دوں اپنا راز قصۂ وصل ہو دراز — فرق نہ کوئی کر سکے ریت ہے اس کے زیر پا

آگ سے کہہ دوں میں ہوں کیا، نہ ہو اس کی انتہا — میرے جلال کا پتہ کوئی نہیں لگا سکا

مردہ سے کہہ دوں بول دے راز وہ میرا کھول دے
ڈال دوں اس پہ اک نظر حکم سے میرے ہو کھڑا

گذرے ہیں جو بھی ماہ و سال واپسی جن کی ہے محال
کہتے ہیں روز اپنا حال سامنے میرے سر جھکا

جو بھی زمانے آتے ہیں واقعے سب سناتے ہیں
کر نہ نکیر اولیا، حرکت بد سے باز آ

پاؤں میں تم کو مست الست پی لو شرابِ معرفت
میرے مریدو! خوف کیا نام بلند ہے مرا

خوف نہ تم کرو ذرا کافی ہے بس مرا خدا
رفعتیں وہ ہوئیں عطا آرزوؤں کو پالیا

ڈنکے ہیں آسمان میں بجتے ہیں وہ جہان میں
بخت مرا بلند ہے یہ ہے نقیب کی صدا

شہر میں سارے میری ملک چلتا ہے سب پہ میرا کلک
روح مصفیٰ تب بھی تھی جسم نہ تھا مرا بنا

شہر تمام پر نظر ڈالی جو میں نے بے خطر
آنکھوں میں میری ایک ایک رائی کے جیسا ہی لگا

علم لدنی جان کر خوبلی کو اپنی مان کر
نصرت حق سے بالیقیں قطب زمانہ ہو گیا

صوم ہی ان کی ہے غذا، سجدہ میں رہتا سر جھکا
ذر کی طرح چمکتے ہیں، حسن کا ان کو کیا پتہ

سب ہی کا اک مقام ہے اس میں بھی کیا کلام ہے
میرا جہاں قیام ہے میرے نبی کا نقش پا

جد کریم ہیں نبی مکی حجازی ہاشمی
مجھ کو ملی ہے برتری ان کی جو کی ہے اقتدا

خوف نہ کھا مرے مرید نفس کو روک لے مرید
تیرے عدو کو دیکھوں گا وعدہ ہے تجھ سے یہ مرا

نام ہے میرا محی دین جیل ہے میری سرزمیں
شہرہ ہے میرا کو بکو جھنڈا ہے کوہ پر گڑا

جد ہیں وہ مجتبیٰ حسن شہرہ مرا چمن چمن
گردنیں سب کی زیر پا میرے نقیب اولیا

بندۂ قادرِ جہاں ذکر مرا یہاں وہاں
عینِ کمال جدِ من نام مرا بہت بڑا

اکمل خستہ ترجماں آپ کی کیا لکھے گا شان
اس کو ملے کہاں اماں آپ کے در کا ہے گدا

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْمُصْطَفٰی
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

قطب الاقطاب، فرد الاحباب، غوث اعظم، شیخ شیوخ العالم، غوث الثقلین، امام الطائفتین، شیخ الطالبین، شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

واہ! کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

آپ اہلِ بیت میں کامل ولی اور سادات حسینیہ میں بڑی بزرگی کے مالک ہیں، نسبی اعتبار سے آپ عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں، قصبہ ''جیل'' کی طرف جسے جیلان یا گیلان بھی کہتے ہیں آپ کی نسبت ہے، آپ کی ولادت ۴۷۰ ہجری اور ایک دوسری روایت کے مطابق ۴۷۱ ہجری میں ہوئی۔ آپ کی عمرِ مبارکہ کے ابتدائی ۳۳ برس درس وتدریس اور فتویٰ دینے میں گزرے اور چالیس سال مخلوق خدا کی رُشد وہدایت اور نصیحت میں صرف ہوئے اور نوے سال کی عمر پا کر سن ۵۶۱ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔

سن ۴۸۸ ہجری میں جب کہ آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی، آپ بغداد میں تشریف لائے اور اس وقت کے شیوخ، ائمہ، بزرگانِ دین اور محدثین کی خدمت کا قصد فرمایا۔ اول قرآن کریم کو روایت ودرایت اور تجوید وقراءت کے اَسرار ورموز کے ساتھ

حاصل کیا اور زمانہ کے بڑے محدثین اور اہل فضل و کمال و مستند علمائے کرام سے سماع حدیث فرما کر علوم کی تحصیل و تکمیل فرمائی حتیٰ کہ تمام اصولی، فروعی، مذہبی اور اختلافی علوم میں علمائے بغداد سے ہی نہیں بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے علما سے سبقت لے گئے اور آپ کو تمام علما پر فوقیت حاصل ہوگئی اور سب نے آپ کو اپنا مرجع بنالیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخلوق کے سامنے ظاہر فرمایا، آپ کی نہ ختم ہونے والی محبت عوام و خواص کے دلوں میں ڈال دی اور آپ کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظیمہ کا مرتبہ عطا فرمایا، حتیٰ کہ تمام عالم کے تمام فقہا، علما، طلبا اور فقرا کی توجہ آپ کے آستانہ کی جانب ہوگئی، حکمت و دانائی کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہوگئے اور عالم ملکوت سے عالم دنیا تک آپ کے کمال و جلال کا شہرہ ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے علاماتِ قدرت و امارت، دلائل خصوصیت اور براہین کرامت آفتاب نصف النہار سے زیادہ واضح اور ظاہر فرمائے، اور بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور تصرفات وجود کی لگامیں آپ کے قبضۂ اقتدار و دست اختیار کے سپرد فرمائیں۔ تمام مخلوق کے دلوں کو آپ کی عظمت و ہیبت کے سامنے سرنگوں کردیا اور اس وقت کے تمام اولیا کو آپ کے سایہ قدم اور دائرہ حکم میں دے دیا، کیونکہ آپ منجانب اللہ اسی پر مامور تھے، جیسا آپ خود فرماتے ہیں کہ "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے"، اور تمام اولیائے وقت حاضر و غائب، قریب و بعید اور ظاہر و باطن سب کے سب آپ کے مطیع و فرمانبردار اس وجہ سے ہوگئے کہ انھیں راندۂ درگاہ ہونے کا خوف اور زیادتی مراتب کا شوق اس پر مجبور کرتا تھا، چنانچہ آپ کی ذات گرامی قطب وقت، سلطان الوجود، امام الصدیقین، حجۃ العارفین، روحِ معرفت، قلبِ حقیقت، خلیفۃ اللہ فی الارض، وارث کتاب، نائب رسول، سلطان الطریق اور متصرف فی الوجود تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع الاولیاء۔

حلیۂ مبارک:

آپ نحیف البدن، درمیانہ قد، کشادہ سینہ، لمبی چوڑی داڑھی ... ، گندمی رنگ، پیوستہ ابرو، بلند آواز، پاکیزہ سیرت، بلند مرتبہ اور علم کامل کے حامل ... ، صاحبِ شہرت و سیرت اور خاموش طبع تھے، آپ کے کلام کی تیزی اور بلند آوازی سننے والے کے

دل میں رعب وہیبت زیادہ کرتی تھی۔ یہ آپ کی کرامت تھی کہ مجلس میں دور ونزدیک بیٹھنے والے بغیر کسی فرق کے آپ کی آواز باآسانی یکساں طور پر سن لیتے تھے، جب آپ کلام کرتے تو ہر شخص پر خاموشی چھا جاتی، جب آپ کوئی حکم دیتے تو اس کی تعمیل میں سرعت و مبادرت کے سوا اور کوئی صورت نہ ہوتی۔ جب بڑے سے بڑے سخت دل پر نظرِ جمال پڑ جاتی تو وہ خشوع وخضوع اور عاجزی وانکساری کا مرقع بن جاتا اور جب آپ جامع مسجد میں تشریف لاتے تو تمام مخلوق کے لئے ہاتھ اٹھا کر درگاہ قاضی الحاجات میں دعا کرتے۔

ایک روز آپ کو جامع مسجد میں چھینک آئی۔ لوگوں نے چاروں طرف سے یرحمک اللہ اور یرحم ربک کی آواز بلند کیں، خلیفہ وقت مستنجد باللہ نے جو محراب مسجد میں بیٹھا تھا پریشان ہوکر دریافت کیا کہ یہ شور کیسا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو چھینک آئی تھی جس پر لوگوں نے انہیں دعا دی ہے۔

علم کا درجہ کمال:

ایک دن آپ کے اجتماع میں کسی قاری نے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی۔ آپ نے اس کی ایک تفسیر بیان کی پھر دوسری پھر تیسری حتیٰ کہ حاضرین کے علم کے مطابق اس کی گیارہ تفسیریں بیان کیں، پھر دوسری تفاسیر کو شروع فرمایا حتیٰ کہ چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور ہر تفسیر کی سند متصل اور دلیل اور ہر دلیل کی ایسی تفصیل بیان فرمائی کہ اہل اجتماع غرق حیرت و تعجب ہوگئے، اس کے بعد فرمایا کہ اب ہم قال کو چھوڑ کر حال میں آتے ہیں پھر آپ نے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا، اس کلمۂ توحید کا زبان سے نکلنا تھا کہ حاضرین کے دل میں شورش واضطراب موجزن ہوا اور کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔

مشہور ہے کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تمام علمائے عراق کے مرجع بلکہ تمام دنیا کے طالبانِ علم کے مرکز تھے، اطرافِ عالم سے آپ کے پاس استفتا آتے تھے جن کا غور وفکر اور مطالعۂ کتب کے بغیر فوراً آپ صحیح جواب لکھتے، بڑے سے بڑے متبحر عالم کو آپ کے خلاف ذرا سا بھی لکھنے یا کہنے کی مجال نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ عجم سے آپ کے پاس ایک فتویٰ آیا جس میں تحریر تھا "سادات علماء اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت نہ کرے کہ افراد انسانی میں سے کوئی بھی کسی جگہ

اس عبادت میں اس کا شریک نہ ہو تو اس کی عورت پر تین طلاقیں، اب بتائیے کہ یہ شخص کون سی ایسی عبادت کرے جس سے اس کی قسم نہ ٹوٹے'' اس کا جواب لکھنے سے عراق و عجم کے تمام علماء عاجز ہو گئے تو آپ کے سامنے یہ استفتا پیش ہوا، آپ نے فوراً غور و فکر کے بغیر فرمایا کہ اس کے لئے خانہ کعبہ کو طواف کرنے والوں سے خالی کر لیا جائے، پھر یہ شخص تنہا طواف کے سات چکر کرے تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ خانہ کعبہ کا طواف ایسی عبادت ہے کہ اس وقت انسانوں میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہ ہو گا۔

ریاضت و مجاہدہ:

آپ کا طریقہ شدت و لزوم کے اعتبار سے بے نظیر ہے، مشائخ عصر میں سے کسی میں شدت ریاضت میں آپ کی برابری کرنے کی ہمت نہیں تھی، تفویض کامل، حول و قوت سے نجات، قلب و روح و نفس کی موافقت کے ساتھ مجاری تقدیر کے ماتحت بے بسی، اتحاد ظاہر و باطن، علیحدگی صفات نفس، شکوک و نزاع و تشویش کے بغیر فراغت قلب و خلوسر، اتحاد قول و فعل، لزوم و اخلاص، ہر حال میں انقیاد و پیروی کتاب و سنت، ثبوت مع اللہ، خالص توحید، مقام عبودیت مع ملاحظہ کمال ربوبیت اور احکام شریعت کے اسرارِ حقیقت کے مشاہدہ کے ساتھ پیروی کامل آپ کا طریقہ تھا۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ پچیس سال تک دنیا سے قطع تعلق کر کے میں عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں اس طرح گشت کرتا رہا ہوں کہ نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ مجھے کوئی۔ رجال الغیب اور جنات کی میرے پاس آمد و رفت رہتی تھی اور میں انہیں راہ حق کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ چالیس سال تک میں نے فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا کی ہے۔

مقام غوث الثقلین رضی اللہ عنہ:

اور پندرہ سال تک یہ حال رہا کہ نماز عشا کے بعد قرآن مجید اس طرح شروع کرتا کہ ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور ایک ہاتھ سے دیوار کی میخ پکڑ لیتا، تمام شب اسی حالت میں رہتا حتیٰ کہ صبح کے وقت قرآن کریم ختم کر دیتا، تین دن سے چالیس دن تک بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ نہ کھانے پینے کو کچھ ملا نہ سونے کی نوبت آئی۔

گیارہ سال تک ''برج بغداد'' میں عبادت الٰہی کے اندر مصروف رہا حتیٰ کہ اس

برج میں میری اس طویل اقامت کے باعث لوگ اسے ''بُرج عجمی'' کہنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک غیب سے کھانا نہ ملے نہ کھاؤں گا۔ مدت دراز تک یہی کیفیت رہی' لیکن میں نے اپنا عہد نہ توڑا اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی نہ کی۔

غوث اعظم کا وعدہ:

حضرت غوثِ اعظم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ سفر میں ایک شخص نے میرے پاس آ کر کہا اس شرط پر مجھے اپنی رفاقت میں لے لیجئے کہ صبر بھی کروں گا اور حکم کے خلاف کچھ نہ کروں گا، ایک دفعہ اس نے مجھے ایک جگہ بٹھایا اور یہ وعدہ لے کر کہ جب تک میں نہ آؤں آپ یہاں سے نہ جائیں، چلا گیا۔ میں ایک سال اس کے انتظار میں بیٹھا رہا لیکن وہ شخص نہ آیا، ایک سال بعد آ کر مجھے اسی جگہ بیٹھا دیکھا اور پھر یہی وعدہ کر کے چلا گیا، تین مرتبہ اسی طرح ہوا۔ آخری مرتبہ وہ اپنے ساتھ دودھ اور روٹی لایا اور کہا کہ میں خضر ہوں اور مجھے حکم ہے کہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر یہ کھانا کھاؤں، چنانچہ ہم نے کھانا کھایا، فارغ ہونے کے بعد حضرت خضر نے فرمایا کہ اب اٹھئے سیر و سیاحت ختم کیجئے اور بغداد میں جا کر بیٹھ جایئے لوگوں نے پوچھا کہ ان تین سالوں میں کھانے پینے کی کیا شکل رہی؟ فرمایا ہر سامان خود سے پیدا ہو کر زمین پر پڑا ہوا مل جاتا تھا۔

شیطان کا حملہ:

جناب غوثِ اعظم کے صاحب زادے شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد محترم حضور غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ سے خود سنا ہے۔ فرماتے تھے ایک سفر کے دوران میں ایسے بیابان میں پہنچا جہاں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا، چند روز میں نے وہاں قیام کیا لیکن پانی ہاتھ نہ آیا، جب پیاس کا غلبہ ہوا تو اللہ عزَّ وجَل نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا، جس نے میرے اوپر سایہ کر لیا اور اس میں سے کچھ قطرات ٹپکے جنھیں پی کر تسکین ہوئی، اس کے بعد اچانک ایک روشنی ظاہر ہوئی جس نے پورے آسمان کا احاطہ کر لیا، پھر اس میں سے ایک عجیب و غریب شکل نمودار ہوئی اور آواز آئی کہ اے عبد القادر میں تیرا پروردگار ہوں۔ جو دوسروں پر میں نے حرام کیا وہ تیرے اوپر حلال کرتا ہوں۔ لہٰذا جو دل چاہے کر اور جو دل چاہے لے۔ میں نے کہا، اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، اے ملعون

دور ہو، کیا بک رہا ہے، اچانک وہ روشنی تاریکی سے بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن کر کہنے لگی کہ اے عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ تم احکامِ خداوندی (یعنی شریعت) کے جاننے والے احوال منازلت سے واقف ہونے کی وجہ سے مجھ سے بچ گئے، میں نے ایسے ہی ہتھکنڈوں اور ترکیبوں سے ستر اہلِ طریقت کو ایسا گمراہ کر دیا کہ کہیں کا نہ چھوڑا، بھلا یہ کونسا علم و ہدایت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ سب اللہ کا فضل ہے اور وہی ابتداء و انتہا میں ہدایت فرماتا ہے۔

وعظ و نصیحت:

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ شروع شروع میں مجھے سوتے جاگتے کرنے اور نہ کرنے والے کام بتائے جاتے تھے اور مجھ پر کلام کرنے کا غلبہ اتنی شدت سے ہوتا کہ میں بے اختیار ہو جاتا اور خاموشی کا یارا باقی نہ رہتا، صرف دو تین آدمی حاضر مجلس ہو کر میری بات سنتے، اس کے بعد میرے پاس لوگوں کا اتنا ہجوم و اجتماع ہو جاتا کہ مجلس میں جگہ باقی نہ رہتی، چنانچہ میں شہر کی عیدگاہ میں چلا گیا اور وعظ کہنے لگا، وہاں بھی جگہ تنگ ہو گئی تو منبر شہر سے باہر لے گئے اور بے شمار مخلوق سوار و پیدل آتی اور اجتماع کے باہر ارد گرد وعظ سنتی، حتی کہ سننے والوں کی تعداد ستر ہزار کے قریب پہنچ گئی۔

آپ کی مجلس وعظ میں چار سو اشخاص قلم دوات لے کر بیٹھتے اور جو کچھ سنتے اس کو لکھتے رہتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شروع زمانے میں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے وعظ کہنے کا حکم فرما رہے ہیں اور میرے منھ میں انھوں نے اپنا لعابِ دہن ڈالا، بس میرے لئے ابوابِ سخن کھل گئے۔

مشائخ سے منقول ہے حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جب وعظ کے لئے منبر پر بیٹھ کر الحمد للہ کہتے تو روئے زمین کا ہر غائب و حاضر ولی خاموش ہو جاتا، اسی وجہ سے آپ یہ کلمہ مکرر کہتے اور اس کے درمیان کچھ سکوت فرماتے، بس اولیا اور ملائکہ کا آپ کی مجلس میں ہجوم ہو جاتا، جتنے لوگ آپ کی مجلس میں نظر آتے ان سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے تھے۔

آپ کے ایک ہمعصر بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے جنات کی

حاضری کے لئے وظیفہ پڑھا لیکن کوئی جن حاضر نہ ہوا بلکہ زمانہ معتاد سے دیر کی، مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ اس تاخیر کا سبب کیا ہے، پھر ان میں سے چند جن حاضر ہوئے، میں نے تاخیر کا سبب دریافت کیا، کہنے لگے کہ حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ وعظ فرمارہے تھے، ہم سب وہاں حاضر تھے، اس کے بعد اگر آپ ہمیں بلائیں تو ایسے وقت نہ بلایا کریں جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وعظ فرمارہے ہوں، کیونکہ لامحالہ ہمیں تاخیر ہوگی، میں نے کہا، تم بھی ان کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتے ہو، کہنے لگا آدمیوں کے اجتماع سے زیادہ وہاں ہمارا اجتماع ہوتا ہے۔ ہم میں سے اکثر قبائل ان کے ہاتھ پر اسلام لائے ہیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔

ملک کے کچھ بشر کچھ جن کے ہیں پیر
تو شیخ عالی وسائل ہے یا غوث

آپ کی مجلس وعظ، یہود و نصاریٰ وغیرہ جو آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور ڈاکو، قزاق، اہلِ بدعت اور مذہب و اعتقاد کے وہ کچے لوگ بھی اپنی بداعمالیوں سے آپ کے سامنے توبہ کرچکے تھے، ایسے لوگوں سے خالی نہ رہتی تھی۔ پانسو سے زیادہ یہود و نصاریٰ اور لاکھوں سے زیادہ دوسرے لوگ آپ کے ہاتھ پر توبہ کرچکے اور اپنی بدعملیوں سے باز آچکے تھے، تو مخلوق کے دوسرے لوگوں کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔

جب آپ منبر پر تشریف لاتے تو مختلف علوم کا بیان فرماتے، تمام حاضرین آپ کی ہیبت و عظمت کے سامنے بالکل بت بن جاتے، کبھی اثنائے وعظ میں فرماتے کہ "قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف مائل ہوئے" یہ کہتے ہی لوگوں میں اضطراب وجد اور حال کی کیفیت طاری ہوجاتی، کوئی گریہ وفریاد کرتا، کوئی کپڑے پھاڑتا ہوا جنگل کی طرف نکل جاتا اور کوئی بیہوش ہوکر اپنی جان دیدیتا، بسا اوقات آپ کے اجتماع سے شوق، ہیبت، تصرف، عظمت اور جلال کے باعث کئی کئی جنازے نکلتے، آپ کی مجلس وعظ میں جن خوراق، کرامات، تجلیات، عجائب اور غرائب کا ظہور بیان کیا جاتا ہے، وہ بے شمار ہے۔

آپ کے اجتماعِ وعظ میں تمام اولیا جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو زندہ نہیں تھے وہ اپنی روحوں کے ساتھ موجود ہوتے تھے، اسی طرح آپ کی تربیت و تائید کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی تجلی فرماتے تھے، اکثر اوقات حضرت خضر علیہ

السلام بھی آپ کے اجتماع میں آتے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی جس ولی سے بھی ملاقات ہوتی تو وہ اسے آپ کے اجتماع میں حاضر ہونے کی نصیحت فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنی کامیابی چاہتا ہے اسے اس اجتماع میں ہمیشہ جانا چاہیے۔

روایت ہے کہ ایک روز آپ بیان فرما رہے تھے اچانک چند قدم ہوا پر اڑ کر فرمایا کہ اے اسرائیلی ذرا توقف کرو اور ایک محمدی کا وعظ سنو، جب آپ اپنی سابقہ جگہ واپس آئے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا معاملہ تھا، فرمایا کہ ابوالعباس خضر ہماری مجلس وعظ سے تیزی سے جا رہے تھے تو میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ تیزی سے نہ جائیے، کچھ ہمارا بیان بھی سن جائیے۔

جب حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ منبر پر تشریف لاتے تو فرماتے، اے صاحبزادے ہمارے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد حاضری میں دیر نہ کیا کر، ولایت یہاں حاصل ہوتی ہے، اعلیٰ درجات یہاں ملتے ہیں، اے طلبگارِ مغفرت ہمارے پاس آ، اے طالب عفو تو بھی آ، اے اخلاص کے چاہنے والے ہفتہ میں ایک بار آ، اگر ممکن نہ ہو تو مہینہ میں ایک مرتبہ، اگر یہ بھی مشکل ہو تو سال میں ایک دفعہ اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک مرتبہ آ، اور ہزارہا نعمتیں لے جا، اے عالم ہزار مہینہ کی مسافت طے کر کے میرے پاس آ اور میری ایک بات سن جا، اور جب تو یہاں آئے تو اپنے عمل، زہد و تقویٰ اور ورع کو نظر انداز کر، تاکہ تو اپنے نصیب کے مطابق مجھ سے اپنا حصہ حاصل کر سکے، ہمارے اجتماع میں مقرب فرشتے، مخصوص اولیاء اور رجال الغیب اس لئے آتے ہیں کہ مجھ سے بارگاہ اقدس کے آداب تواضع سیکھیں، اللہ تعالیٰ نے جتنے ولی پیدا فرمائے ہیں، وہ سب اگر زندہ ہیں تو اپنے جسموں کے ساتھ اور اگر زندہ نہیں ہیں تو اپنی روحوں کے ساتھ ضرور میری مجلس میں آتے ہیں۔

رجال غیب کی شرکت اجتماع:

آپ فرماتے تھے کہ میرا بیان ان رجال غیب کے لئے ہوتا ہے جو کوہ قاف سے ماوراء سے آتے ہیں کہ ان کے قدم روشِ ہوا پر ہوتے ہیں لیکن اللہ عزوجل کے لئے ان کے دلوں میں آتشِ شوق و سوزشِ اشتیاق شعلہ زن ہوتی ہے، راوی کا بیان ہے کہ آپ نے جس وقت اجتماع میں یہ بات فرمائی، اس وقت آپ کے صاحب زادے سید عبدالرزاق

منبر کے پاس آپ کے قدموں کے قریب بیٹھے تھے۔ انہوں نے سراوپر اٹھایا، تھوڑی دیر حیران رہ کر بے ہوش ہو گئے اور ان کے لباس و دستار میں آگ لگ گئی، حضور غوثِ پاک منبر سے اترے اور آگ بجھائی اور فرمایا کہ اے عبدالرزاق تم بھی ان میں سے ہو، اجتماع ختم ہونے کے بعد آپ نے شیخ عبدالرزاق سے اس حالت کی کیفیت دریافت فرمائی، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے رجال الغیب ساکت و مدہوش کھڑے ہوئے اس طرح نظر آئے کہ تمام آسمان ان سے بھرا ہوا ہے اور ان کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی ہے، ان میں سے بعض شور غوغا کر رہے ہے، بعض وجد و حال میں مست ہیں اور بعض اپنی جگہ اور بعض زمین پر گرے پڑے ہیں۔

منقول ہے کہ آپ ہی کے ایک ہم عصر بزرگ جن کا نام صدقہ رحمۃ اللہ علیہ تھا آپ کی خانقاہ میں آئے، دوسرے بزرگ بھی آپ کے باہر تشریف لانے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے! اچانک حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور سیدھے منبر پر چلے گئے، نہ تو آپ نے کچھ فرمایا اور نہ قاری سے کسی آیت کی تلاوت کو فرمایا لیکن لوگوں میں عجیب بے انتہا مستی و شورش پیدا ہو گئی، شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا کہ تعجب ہے، نہ شیخ نے کچھ فرمایا، نہ قاری نے کچھ پڑھا، پھر یہ وجد و حال کہاں سے پیدا ہو گیا اور یہ حالت کیسے ہو گئی، حضور غوث اعظم نے شیخ صدقہ کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ شیخ صاحب! میرا ایک مرید اسی وقت بیت المقدس سے بیک قدم یہاں پہنچا ہے اور میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے، تمام اہل اجتماع اس کی ضیافت میں لگے ہوئے ہیں، شیخ صدقہ نے پھر اپنے دل میں کہا کہ جو شخص بیت المقدس سے ایک لمحہ میں یہاں پہنچ سکتا ہے وہ کس چیز سے توبہ کرے گا، اور اسے پیرو مرشد کی کیا ضرورت؟ حضور غوث اعظم نے پھر ان کو دیکھ فرمایا کہ شیخ صاحب ہوا میں اڑنے والے بھی اس لئے توبہ کرتے ہیں کہ باز آجائیں، اور وہ مجھ سے محبت الٰہی کا طریقہ سیکھنے کے محتاج ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں شمشیر برہنہ اور چڑھی ہوئی کمان ہوں، میرا تیر نشانے پر لگنے والا، میرا نیزہ بے خطا اور میرا گھوڑا بے زین ہے، میں عشق خداوندی کی آگ، حال و احوال کا سلب کرنے والا، دریائے بیکراں، رہنمائے وقت اور غیروں سے باتیں کرنے والا ہوں، ایک دفعہ آپ نے کیفیت حال میں فرمایا کہ میں ہوں محفوظ اور

میں ہوں ملحوظ، اے روزہ دارو، اے شب بیدارو، اے پہاڑوں پر بیٹھنے والو، خدا کرے تمہارے پہاڑ بیٹھ جائیں اور اے خانقاہ نشینو، خدا کرے تمہاری خانقاہیں زمین دوز ہوجائیں، حکمِ خدا کے سامنے آؤ، میرا حکم خدا کی طرف سے ہے، اے رہروان منزل، اے ابدال، اے اقطاب واوتاد، اے پہلوانو اور اے جوانو، آؤ اور دریائے بیکراں سے فیض حاصل کرلو، عزت پروردگار کی قسم تمام نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے پیش کیے گئے اور میری نظر لوحِ محفوظ میں جمی ہوئی ہے، میں دریائے علم ومشاہدہ الٰہی کا غوطہ خور ہوں، میں تم سب پر اللہ کی حجت، رسول کا نائب اور اس کا دنیا میں وارث ہوں، پھر فرمایا کہ انسانوں کے بھی پیر ہیں، جنات اور فرشتوں کے بھی لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں۔

منقول ہے حضور سیدی ومرشدی رضی اللہ عنہ اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں، میرے اور مخلوق کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرنا، فرماتے تھے کہ میری تخلیق تمام امور سے بالا ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماورا ہوں، اے زمین کے مشرق ومغرب کے اور اے آسمان کے رہنے والو! حق تعالیٰ فرماتا ہے واعلم مالا تعلمون (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں ان میں سے ہوں جنہیں خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے، مجھ سے دن اور رات میں ستر بار کہا جاتا ہے انا اخترتك ولتصنع علی عینی (میں نے تجھے پسند کرلیا اور تاکہ تو پرورش پائے میری آنکھوں کے سامنے) مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبد القادر میرے اس حق کی جو تجھ پر ہے تجھے قسم ہے ذرا بات تو کرتا کہ سنی جائے، مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبد القادر تجھے میرے اس حق کی قسم جو تیرے اوپر ہے کھا اور پی اور بات کر، میں نے تجھے قسم توڑنے سے مامون بنادیا، خدا کی قسم جب تک مجھے حکم نہ ہو، نہ کچھ کرتا ہوں نہ کچھ کہتا ہوں۔

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ تیرا چاہنے والا تیرا

آپ نے فرمایا کہ جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو تم پر اس کی تصدیق ضروری ہے۔ کیونکہ میری بات ایسی یقینی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، گویا جب مجھے حکم ہوتا تو میں کہہ دیتا ہوں، جب مجھے دیا جاتا ہے تو دے دیتا ہوں اور جب مجھے امر ہوتا

ہے تو کر لیتا ہوں، ذمہ داری تو اس پر ہے جس نے مجھے حکم کیا ہے (کیونکہ قاعدہ ہے) الدیۃ علی العاقلۃ (یعنی خون بہا رشتہ داروں پر ہے) میری نافرمانی تمہارے لئے زہر قاتل ہے، دین کے لئے اور دنیا و آخرت کی تباہی کا سبب ہے، میں تلوار باز اور قاتل ہوں۔ اللہ تمہیں ڈراتا ہے، اگر شریعت نے میرے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے، میں تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری نظر میں شیشہ کی طرح ہو۔

منقول ہے کہ حضور غوث پاک آخری ایام میں بہت ہی نفیس لباس زیب تن فرماتے تھے، ایک روز آپ کا ایک خادم ابوالفضل کپڑے والے کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے وہ کپڑا چاہئے جو ایک اشرفی گز ہو، نہ کم نہ زیادہ، اس نے پوچھا کہ کس کے لئے خرید رہے ہو؟ خادم نے جواب دیا کہ اپنے آقا شیخ عبدالقادر جیلانی کے لئے۔ کپڑے والے کے دل میں خیال گزرا کہ حضور غوث پاک نے تو بادشاہ کے لئے بھی کپڑا نہ چھوڑا، اس کے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ غیب سے ایک کیل اس کے پاؤں میں چبھ گئی اور ایسی کہ مرنے کے قریب ہو گیا، لوگوں نے اس کے نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن کچھ نہ ہو سکا، آخر اس کپڑے والے کو اٹھا کر غوثِ اعظم کی خدمت میں لائے، آپ نے فرمایا کہ اے ابوالفضل تم نے اپنے دل میں ہم پر کیوں اعتراض کیا تھا، اللہ عزوجل کی قسم میں نے یہ کپڑا اس وقت تک پہننے کا ارادہ نہیں کیا جب تک مجھ سے یہ نہیں کہا گیا کہ تجھے اس حق کی قسم جو میرا تیرے اوپر ہے وہ کپڑا پہن جو ایک اشرفی فی گز ہو، اے ابوالفضل یہ کپڑا میت کا کفن ہے اور میت کا کفن اچھا ہوتا ہے، یہ ہزار موت کے بعد ملا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنا دست مبارک تکلیف کے مقام پر رکھا تو جو کچھ تکلیف تھی سب ایسی رفع ہو گئی گویا کچھ تھا ہی نہیں، پھر فرمایا کہ اس نے جو ہم پر اعتراض کیا وہ کیل کی شکل اختیار کر گیا، اور اسے جتنی تکلیف پہنچنی تھی پہنچ گئی۔

کراماتِ غوث اعظم:

سیدی مرشدی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی وہ کرامات جو ہر وقت ظاہر ہوتی رہتی تھیں ان کا احاطہ و شمار قوت بیان و تحریر سے باہر ہے اور یقین فرمائیں کہ اس میں بناوٹ اور مبالغہ آرائی نہیں کیونکہ آپ کی ذات اقدس بچپن اور جوانی سے ہی مظہرِ کرامات ہے، اور

نوے سال تک جو آپ کی عمر ہے۔ آپ سے مسلسل کرامتوں کا ظہور ہوتا رہا ہے۔

آپ پیدائش کے بعد رمضان المبارک میں دن کے وقت اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے، حتیٰ کہ سب میں مشہور ہو گیا کہ سادات کے فلاں گھرانے میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ آپ اللہ عزوجل کے ولی ہیں، فرمایا کہ دس سال کی عمر تھی۔ جب میں مدرسہ جاتا تو راستے میں فرشتوں کو اپنے اردگرد چلتے ہوئے دیکھا اور جب مدرسہ میں پہنچ جاتا تو فرشتوں کو یہ بات بچوں سے کہتے ہوئے سنتا کہ اے بچو! اللہ کے ولی کے لئے جگہ کشادہ کرو، ایک روز مجھے ایسا شخص دکھائی دیا جو پہلے کبھی نظر نہ آیا تھا، اس نے ایک فرشتہ سے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے جس کی تم اتنی تعظیم کر رہے ہو، فرشتہ نے جواب دیا کہ یہ اللہ عزوجل کا ایک ولی ہے جس کا بہت بڑا مرتبہ ہوگا، اس راہ میں یہ وہ شخص ہے کہ جسے بے حساب عطا یا، بے حجاب تمکین واقتدار اور بغیر حجت تقرب ملے گا، چالیس سال کے بعد میں نے پہچانا کہ وہ شخص اپنے وقت کا ابدال تھا۔

غوث پاک نے فرمایا کہ میں چھوٹا سا تھا، ایک روز عرفہ کے دن شہر سے باہر آیا اور کھیتی باڑی کے ایک بیل کی دُم پکڑ کر بھاگنے لگا، بیل نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور کہا، اے عبدالقادر! تجھے اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، نہ اس کا حکم دیا ہے (گھبراتے اور کانپتے) اپنے گھر واپس آیا، اور مکان کی چھت پر پہنچ گیا تو وہاں سے لوگوں کو میدان عرفات میں کھڑے ہوئے دیکھا، بس میں اپنی والدہ کی خدمت میں آکر کہنے لگا مجھے تحصیل علم کی اور زیارت اولیاء کے لئے بغداد جانے کی اجازت دیجئے۔

حضور غوث اعظم فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی میں نے چھوٹے بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کیا تو یہ آواز آتی کہ اے برکتوں والے ہمارے پاس آؤ، آواز سن کر خوف کی وجہ سے دوڑتا ہوا اپنی والدہ کی گود میں آ کر چھپ جاتا اور اب بھی اپنی خلوت میں یہ آواز سنتا ہوں۔

شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے زمانے میں شیخ عبد القادر جیلانی سے زیادہ کرامت والا کوئی نہیں دیکھا، جس وقت جس کا دل چاہتا آپ کی کرامت کا مشاہدہ کر لیتا اور کرامات کبھی آپ سے ظاہر ہوتیں کبھی آپ کے بارے میں اور کبھی آپ کی وجہ سے۔

شیخ ابو مسعود احمد بن ابو بکر خزیمی اور شیخ ابو عمرو عثمان صریفی نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتیں اس ہار کی طرح ہیں جس میں جواہر تہ بر تہ ہیں کہ ایک کے بعد دوسرا ہے، ہم میں سے جو بکثرت روزانہ آپ کی کرامتوں کو شمار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بادشاہ طریقت اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے۔ اللہ کی طرف سے آپ کو تصرف اور کرامتوں کا ہمیشہ اختیار حاصل رہا، امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ آپ کی کرامتیں حد تو اتر تک پہنچ گئی ہیں اور بالاتفاق سب کو اس کا علم ہے، دنیا کے کسی بزرگ میں ایسی کرامتیں نہیں پائی گئیں۔

الغرض کہ آپ سے لاتعداد کرامتیں ظاہر ہوئیں، مخلوقات کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا، انسان اور جنات پر آپ کی حکمرانی، لوگوں کے راز اور پوشیدہ کاموں سے واقفیت، عالم ملکوت کے اندر کی خبر، عالم جبروت کے حقائق کا کشف، عالم لاہوت کے سر بستہ اسرار کا علم، مواہب غیبیہ کی عطا، باذن الٰہی حوادث زمانہ کا تصرف و انقلاب، مارنے اور جلانے کے ساتھ متصف ہونا، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مریضوں کی صحت، بیماروں کی شفا، طے زمان و مکان، زمین و آسمان پر اجرائے حکم، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیا کی طبیعت کا تبدیل کر دینا، غیب کی اشیاء کا مانگنا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتلانا اور اسی طرح کی دوسری کرامات مسلسل اور ہمیشہ عام و خاص کے درمیان آپ کے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہار حقانیت کے طریقہ پر ظاہر ہوئیں اور مذکورہ کرامتوں میں سے ہر ایک سے متعلق اتنی روایات و حکایات ہیں کہ زبان و قلم ان کے احاطہ سے قاصر ہیں۔ بزرگوں نے اس پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں، لیکن امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں ان سے پر ہیں۔

وہ مشائخ و اقطاب وقت بلکہ بعض متقدمین بزرگوں جنہوں نے کشف و الہام کے ذریعہ آپ کے وجود مبارک کی خبر دی وہ بھی آپ کی تعظیم و تکریم، بلندی مرتبہ، عظمت شان کے معترف ہونے کے ساتھ آپ کی اطاعت و فرماں برداری اور آپ کے قول "میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے" کی سچائی کا یقین کرنے اور آپ کو اللہ کی طرف سے مامور سمجھنے میں اتنا آگے تھے جس سے زیادہ کا تصور ممکن نہیں، میں نے تھوڑا بہت اس میں سے اپنی کتاب زبدۃ الآثار جو بہجۃ الاسرار کا انتخاب ہے، میں تحریر کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی امید ہے۔

سرکار غوث اعظم کے اخلاق مبارکہ :

آپ کے اخلاق و عادات انک لعلی خلق عظیم کا نمونہ اور انک لعلی ھدی مستقیم کا مصداق تھے، آپ اتنے عالی مرتبت، جلیل القدر، وسیع العلم ہونے اور شان و شوکت کے باوجود کمزور اور غریبوں میں بیٹھتے، فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام کرنے میں پہل کرتے اور طالب علموں اور مہمانوں کے ساتھ کافی دیر بیٹھتے، بلکہ ان کی غلطیوں اور گستاخیوں سے درگزر فرماتے، اگر آپ کے سامنے کوئی جھوٹی قسم بھی کھاتا تو آپ اس کا یقین فرمالیتے اور اپنے علم و کشف کو ظاہر نہ فرماتے، اپنے مہمان اور ہم نشین سے دوسروں کی بہ نسبت انتہائی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، آپ کبھی نافرمانوں، سرکشوں، ظالموں، اور مالداروں کے لئے کھڑے نہ ہوتے، نہ کبھی کسی وزیر و حاکم کے دروازے پر جاتے، یہاں تک کہ اس وقت کے بزرگوں میں سے کوئی بھی حسن خلق، وسعت قلب، کرم نفس، مہربانی اور وعدے کی پاسداری میں آپ کی برابری نہیں کرسکتا تھا۔

غوث اعظم کی پر جلال نظر:

ایک روز آپ خلوت میں بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔ آپ کے لباس و دستار پر چھت سے مٹی گری، تین مرتبہ تو آپ نے مٹی کو جھاڑ دیا، چوتھی مرتبہ آپ نے نظر اٹھا کر اوپر دیکھا تو ایک چوہا چھت کاٹ رہا ہے، محض نظر پڑنے سے ہی چوہے کا سر ایک طرف اور دھڑ دوسری طرف گرا، آپ لکھنا چھوڑ کر رونے لگے، راوی کہتا ہے کہ میں نے رونے کا سبب دریافت کیا، فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کسی مسلمان سے میرے دل کو تکلیف پہنچے اور اس کی بھی وہی حالت ہو جو اس چوہے کی ہوئی۔

ایک روز آپ مدرسہ میں وضو کر رہے تھے۔ اچانک ایک چڑیا نے ہوا میں اڑتے ہوئے آپ کے لباس پر بیٹ کر دی، آپ کے نظر اٹھاتے ہی وہ چڑیا زمین پر گری، وضو سے فارغ ہو کر لباس سے بیٹ کو دھویا اور جسم سے اتار کر فرمایا کہ اسے لے جا کر فروخت کر دو اور اس کی قیمت فقیروں کو خیرات کر دو کہ اس کا یہی بدلہ ہے۔

خوش نصیب بوڑھا :

ایک مرتبہ آپ اپنی شہرت کے زمانے میں حج کے ارادہ سے نکلے، جب بغداد کے قریب ایک موضع میں جس کا نام حلّہ تھا پہنچے تو حکم دیا کہ یہاں کوئی ایسا گھر تلاش کرو جو سب سے زیادہ ٹوٹا پھوٹا اور اجڑا ہوا سا ہو، ہم اس میں قیام کریں گے، اگر چہ وہاں کے امیروں اور رئیسوں نے بہت اچھے اور عالی شان مکانات آپ کے سامنے قیام کرنے کے لئے پیش کیے لیکن آپ نے انکار فرمادیا، بہت تلاش کے بعد ایک ایسا مکان مل گیا جس میں بڑھیا، بوڑھا اور ایک بچی تھی، آپ نے بڑے میاں سے اجازت لے کر رات اس مکان میں گزاری، اور وہ تمام نذرانے اور ہدایا جو نقد، جنس اور حیوانات کی صورت میں آپ کو پیش کیے گئے، آپ نے یہ کہہ کر کہ میں اپنے حق سے دست بردار ہوتا ہوں، وہ تمام کے تمام بڑے میاں کو دیدیئے۔ حاضرین نے بھی آپ کی موافقت میں تمام مال و اسباب ان بڑے میاں کو دے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بوڑھے کو آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے ایسی دولت عطا فرمائی کہ ان اطراف میں کسی کو نہ ملی۔

آپ کی خدمت میں ایک تاجر نے آکر عرض کیا کہ میرے پاس ایسا مال ہے جو زکوۃ کا نہیں اور میں اسے فقراء و مساکین پر خرچ کرنا چاہتا ہوں لیکن مستحق و غیر مستحق کو نہیں پہچانتا، آپ جس کو مستحق سمجھیں دے دیں، آپ نے جواب دیا کہ مستحق و غیر مستحق میں سے جس کو چاہو دے دو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی وہ چیزیں دے جس کے تم مستحق ہو اور جس کے تم مستحق نہیں ہو۔

آپ نے ایک روز ایک فقیر کو پریشانی کی حالت میں ایک کونے میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ دریافت فرمایا کہ کس خیال میں ہو اور کیا حال ہے، عرض کیا کہ میں دریا کے کنارے گیا تھا، ملاح کو دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں تھا کہ کشتی میں بیٹھ کر پار اتر جاتا، ابھی اس فقیر کی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک شخص نے تیس اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی آپ کی نذر کی، آپ نے وہ تھیلی فقیر کو دے کر فرمایا کہ اسے لے جا کر ملاح کو دے دو۔

بعض مشائخ وقت نے آپ کے اوصاف میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بڑے بارونق ہنس مکھ، خندہ رو، بڑے شرمیلے، وسیع الاخلاق، نرم طبیعت، کریم الاخلاق،

پاکیزہ اوصاف اور مہربان و شفیق تھے۔ جلیس کی عزت کرتے اور مغموم کو دیکھ کر امداد فرماتے
ہم نے آپ جیسا فصیح و بلیغ کسی کو نہیں دیکھا۔

بعض بزرگوں نے اس طرح وصف بیان فرمایا ہے کہ حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بکثرت رونے والے، اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے، آپ کی ہر دعا فوراً قبول ہوتی تھی، نیک اخلاق، پاکیزہ اوصاف، بدگوئی سے بہت دور بھاگنے والے اور حق کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ احکام الٰہی کی نافرمانی میں بڑے سخت گیر تھے لیکن اپنے اور غیر اللہ کی لئے کبھی غصہ نہ فرماتے، کسی سائل کو اگرچہ وہ آپ کے بدن کے کپڑے ہی لے جائے واپس نہ فرماتے، اللہ تعالیٰ کی توفیق آپ کی رہنما اور تائید خداوندی آپ کی معاون تھی، علم نے آپ کو مہذب بنایا، قرب نے آپ کو مودب بنایا، خطاب الٰہی آپ کا مشیر اور ملاحظہ خداوندی آپ کا سفیر تھا، انسیت آپ کی ساتھی اور خندہ روئی آپ کی صفت تھی، سچائی آپ کا وظیفہ، فتوحات آپ کا سرمایہ، بردباری آپ کا فن، یاد الٰہی آپ کا وزیر، غور و فکر آپ کا مونس، مکاشفہ آپ کی غذا اور مشاہدہ آپ کی شفا تھے، آداب شریعت آپ کا ظاہر اور اوصاف حقیقت آپ کا باطن تھا۔

اصحاب ارادت و انتساب :

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین و منسلکین کی فضلیت بھی بے انتہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ آقا کی فضیلت سے خادم میں بھی فضلیت آتی ہے، چنانچہ ایک بزرگ نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرمایئے کہ مجھے قرآن کریم اور آپ کی سنت پر موت آئے، آپ نے ارشاد فرمایا، ایسا ہی ہوگا، اور کیوں نہ ہو جبکہ تمہارے پیر شیخ عبدالقادر ہیں' وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ یہی درخواست کی، اور آپ نے یہی ارشاد فرمایا، یہ واقعہ طویل اور عجیب ہے۔ اختصاراً اتنا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

بزرگان دین کی ایک جماعت نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے قیامت تک اپنے مریدوں کے سلسلے میں اس بات کی ذمہ داری لی ہے کہ ہر ایک کی موت توبہ پر آئے گی۔

جناب غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ مشائخ نے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو آپ کی طرف منسوب کرے لیکن بیعت نہ کرے اور نہ آپ کے ہاتھ سے خرقہ پہنے تو وہ آپ کے مریدین میں شمار اور ان جیسے فضائل حاصل کرنے والا ہوگا یا نہیں؟ ارشاد فرمایا، جو شخص خود کو میری طرف منسوب کرے اور مجھ سے عقیدت رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے گا اور اس پر رحمت فرمائے گا اور اگر چہ اس کا طریقہ مکروہ ہو اسے توبہ کی توفیق بخشے گا۔ ایسا شخص میرے مریدوں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میرے مریدوں، سلسلہ والوں، میرے طریقہ کا اتباع کرنے والوں اور میرے عقیدت مندوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

فرشتوں روکتے کیوں ہو مجھے جنت میں جانے سے
یہ دیکھو ہاتھ میں دامن ہے کس کا، غوث اعظم کا

نیز آپ نے فرمایا کہ ہم میں کا ایک انڈا ہزار میں ارزاں اور چوزہ کی قیمت تو لگائی نہیں جاسکتی۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک لکھا ہوا دفتر دیا جس میں قیامت تک آنے والے میرے احباب اور میرے مریدوں کے نام درج تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سب کو میں نے تیری وجہ سے بخش دیا ہے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے داروغہ جہنم سے جن کا نام مالک علیہ السلام ہے دریافت کیا کہ میرے مریدوں میں سے تمہارے پاس کوئی ہے، جواب دیا، اللہ تبارک تعالیٰ کی عزت کی قسم کوئی بھی نہیں۔ دیکھو میرا دست حمایت میرے مریدوں پر ایسا ہے جیسے آسمان زمین کے اوپر، اگر میرا مرید اچھا نہیں تو کیا ہوا، میں تو اچھا ہوں، جلال پروردگار کی قسم جب تک میرے تمام مرید بہشت میں نہیں چلے جائیں گے، میں بارگاہ خداوندی میں نہیں جاؤں گا اور اگر مشرق میں میرے ایک مرید کا پردہ عفت گر رہا ہو اور میں مغرب میں ہوں تو یقیناً میں اس کی پردہ پوشی کروں گا۔

شیخ عدی بن مسافر نے فرمایا: دوسرے مشائخ کے مرید اگر مجھ سے خرقہ طلب کرتے ہیں تو بلا تامل دیدیتا ہوں، لیکن شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کو دینے کی ہمت نہیں ہوتی، کیونکہ آپ کے مرید دریائے رحمت میں غرق ہیں اور قاعدہ ہے کہ کوئی شخص دریا کو چھوڑ کر سقاوہ اور سبیل کی طرف نہیں آتا۔

غوث اعظم دستگیر:

حضور غوث اعظم نے فرمایا کہ حسین بن منصور حلاج کے زمانے میں کوئی ان کی دستگیری کرنے والا اور جس لغزش میں وہ مبتلا ہوئے اس سے کوئی بچانے والا نہیں تھا، اگر میں ان کے زمانے میں ہوتا تو ان کی دست گیری کرتا اور نوبت یہاں تک نہ پہنچتی، قیامت تک میں اپنے مریدوں کی دستگیری کرتا رہوں گا اگر چہ وہ سواری سے گرے، اور فرمایا کہ ہر طویلہ میں میرا ایک ناقابل مقابلہ سانڈ اور ایک ناقابل مسابقت گھوڑا رہتا ہے اور فرمایا کہ ہر لشکر پر میرا ایسا تسلط ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں کرتا اور ہر منصب میں ایسا خلیفہ جسے ہٹایا نہیں جا سکتا ہے۔

فرمایا کہ جب اللہ سے کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلے سے، مانگو تا کہ مراد پوری ہو، اور فرمایا جو کسی مصیبت میں میرے وسیلے سے امداد چاہے تو اس کی مصیبت دور ہو، اور جو کسی سختی میں میرا نام لے کر پکارے اسے کشادگی حاصل ہو، اور جو میرے وسیلے سے اللہ کے سامنے اپنی مرادیں پیش کرے تو پوری ہوں۔

نمازِ غوثیہ:

آپ نے فرمایا کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور میرا نام لے کر اللہ سے دعا مانگے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی ہر جائز حاجت پوری فرمائے (ایک روایت میں ہے کہ گیارہ قدم عراق کی جانب چل کر میرا نام لے کر دعا مانگے)۔

حسن نیت ہو خطا پھر کبھی کرتا ہی نہیں
آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

کلام ذی شان:

آپ کا کلام اللہ تعالیٰ کے علم لامتناہی میں سے ایک دریا ہے جس کی عبارات و اشارات کا کما حقہ احاطہ ناممکن ہے، یہاں آپ کے بعض مکتوبات فارسی جن میں قرآن کریم کی آیات بھی ہیں اور حکمت و موعظت سے بھرپور بھی ہیں نقل کیے جاتے ہیں، چونکہ آپ

عجمی تھے اس واسطے فارسی میں بھی کلام فرماتے تھے، اگرچہ مجالس وعظ وغیرہ میں اکثر عربی زبان بولتے تھے اسی لئے آپ کو ذوالبیانین، ذوالِلسانین اور امام الفریقین بھی کہتے ہیں۔

مکتوب : میرے اسلامی بھائی! جب آسمان شہود پر ابر فیض کے پھٹ جانے سے یھدی اللہ لنورہ من یشاء (یعنی جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے) چمکنے لگے اور عنایت یختص برحمتہ من یشاء (یعنی جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص فرمالیتا ہے) کے رخ سے وصول کی ہوائیں چلنے لگیں، اور گلشن دل میں محبت کے پھول کھلنے لگیں اور گلستان روح میں ذوق وشوق کی بلبلیں یا اسفی علی یوسف (یعنی ہائے یوسف) کے نغمات سے ہزار داستان کی طرح ترنم ریز ہوں اور اشتیاق کی آگ عالم سرائر میں مشتعل ہو اور طیور فکر فضائے عظمت میں انتہائی پرواز کے باعث بے بال وپر ہو جائیں، اور بڑے بڑے اہلِ عقل وادیٔ معرفت میں پیہم گم ہوتے رہیں، اور عقل وخرد کے ستون ہیبت وجلال کے صدمہ سے لرز جائیں اور عزائم کی کشتیاں ما قدر و اللہ حق قدرہ (یعنی انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جو اس کا حق ہے) کے سمندروں میں وھی تجری بھم فی موج کالجبال (یعنی اور وہ کشتی انہیں موجوں میں پہاڑ کی طرح لے کر تیر رہی تھی) کی ہواؤں کے ساتھ حیرت کی موجوں میں بیٹھنے لگے۔ یحبھم ویحبونہ (یعنی وہ انہیں چاہتا ہے اور وہ اسے چاہتے ہیں) کے دریائے عشق کی موجیں متلاطم ہوتی ہیں، ہر ایک بزبان حال یہ پکارنے لگتا ہے رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین (یعنی اے اللہ عزوجل ہمیں اتار مبارک اتارنا اور تو بہترین اتارنے والا ہے) اور ان الذین سبقت لھم منا الحسنی (یعنی جن کے لئے ہماری جانب سے اچھائی پہلے مقدر ہو چکی ہے) عنایت حاصل ہوتی ہے اور انہیں فی مقعد صدق (یعنی اچھے ٹھکانے ہیں) کے ساحل خودی پر اتارتا اور مستان بادہ الست کی مجلس میں پہنچاتا ہے اور للذین احسنو الحسنی وزیادۃ (یعنی نیکی کرنے والوں کے لئے نیک بدلہ اور اس سے زیادہ ہے) کے دستر خوان نعمت کو سامنے بچھاتا ہے اور خمخانہ قرب بایدی سفرۃ (یعنی پاکیزہ فرشتوں کے ہاتھوں سے) اور وسقاھم ربھم شرابا طھورا (یعنی ان کا رب عزوجل انہیں شراب طہور پلائے گا) کے جام وصول کا دور چلاتا ہے اور واذا رایت ثم رایت نعیما و ملکا کبیرا (یعنی اور جب تم دیکھو گے تو دیکھو گے وہاں نعمتیں اور ملک عظیم) کی حکومت ابدی اور دولت دائمی کا مشاہدہ ہوگا۔

مکتوب دوئم: عزیز من! قلب سلیم پیدا کرتا کہ فاعتبروا یا اولی الابصار (یعنی اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو) کے رموز حاصل ہو سکیں، اور کامل آخرت کو حاصل کرتا کہ سنریھم ایاتنا فی الآفاق وفی انفسھم (یعنی ہم انہیں اپنی نشانیاں دنیا میں اور ان کے نفوس میں دکھائیں گے) کے دقائق کا ادراک کر سکے، اور یقین صادق پیدا کرتا کہ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم (یعنی ہر چیز اللہ کی حمد و تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے) کے شواہد معرفت کو دل کی آنکھوں سے دیکھے اور واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (یعنی جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو میں قریب ہوں، ہر دعا مانگنے والے کو جب وہ پکارے قبول کرتا ہوں) کے اسباب وصول سامنے آئیں اور افحسبتم انما خلقنا کم عبثا و انکم الینا لا ترجعون (یعنی کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو بس یونہی بیکار و بے مقصد پیدا کر دیا ہے اور تم ہمارے پاس واپس نہ آؤ گے) کے تازیانہ کے باعث ویلھھم الامل فسوف یعلمون (یعنی انہیں غافل کر دیا آرزوؤں نے سو عنقریب انہیں پتہ چل جائے گا) کی خواب غفلت سے بیدار ہو اور وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر (یعنی اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے نہ مددگار) کے مضبوط حلقہ کو ہاتھ سے پکڑو اور ففروا الی اللہ (یعنی اللہ کی طرف دوڑو) کی کشتی میں سوار ہو، اور وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (یعنی اللہ نے جن اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے) کے دریائے معرفت میں مردانہ وار غوطہ زنی کرو، پھر اگر گوہر مطلوب ہاتھ آ گیا تو فقد فاز فوزا عظیما (یعنی زبردست کامیابی حاصل کی) اور اگر اسی طلب میں جان جاتی رہی فقد وقع اجرہ علی اللہ (پس تحقیق اس کا اجر اللہ کے یہاں واقع ہو گیا)۔

مکتوب سوئم: اے عزیز جب اللہ یجتبی الیہ من یشاء (یعنی اللہ جسے چاہتا ہے اپنا منتخب بنا لیتا ہے) کے جذبات کی فوجیں ولایت دل پر حملہ کرتی ہیں اور نفس امارہ کی خواہشات کو وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ (یعنی اللہ کی راہ میں مکمل طور پر جہاد کرو) کی ریاضت کے لگام سے مطیع و مسخر بنا دے اور فرعونوں اور جابروں کو مجلس تقویٰ میں مجاہدہ کی زنجیروں میں کشاں کشاں لے آئے تو آرزوؤں کو واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (یعنی

اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) کے طوق میں جکڑ کر باہر کر دے اور ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ (یعنی جو ذرہ برابر نیکی کرے گا تو اسے دیکھ لے گا) کے تازیانہ سے افعال ارادی و اختیاری کو سزا دے اور رسوم و عادات کی تعمیروں اور تلبیس و طاعات کے ستون کو درمیان سے بالکل نکال دے اور زبان حال سے ان الملوك اذا دخلوا قریۃ افسدو ھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ (یعنی بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں) کی صداقت کا اعلان کرے، اور جب صفائے دل کی پسندیدہ زمین شہوات کی کدورتوں سے گزر جائے اور ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ (یعنی جو اسلام کے علاوہ دوسرا دین چاہے اسے قبول نہ کیا جائے گا) سے صاف و شفاف ہو جائے اور گلستان روح میں من یھد اللہ فھو المھتد (یعنی جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت یافتہ ہے) کی نسیم الطاف سے سراسر معطر ہو جائے اور اوراق سرائر پر اولئك كتب في قلوبهم الايمان (یعنی اللہ عزوجل نے ان کے دلوں میں ایمان نقش فرما دیا) کے نقوش لطائف تحریر ہوں تو شھود یوم تبدل الاض غیر الارض (یعنی جس روز یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی) صفت حال ہو جائے اور شوق کے پہاڑ ھباء منثورا کی طرح ہوا میں اڑ جائیں اور بزبان حال کہے وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمر مر السحاب (یعنی تم پہاڑوں کو جما ہوا سمجھ رہے ہو حالاں کہ وہ تو بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں) عشق کا اسرافیل صور پھونک رہا ہے اور فصعق من فی السموت ومن فی الارض (یعنی تمام زمین و آسمان والے مدہوش ہو جائیں گے) کی بجلی کی تاثیر ظاہر ہو رہی ہے، اور اقبال لا یحزنھم الفزع الاکبر (یعنی انہیں عظیم گھبراہٹ کا کوئی غم نہ ہو گا) کا نقیب آ کر ان کو قرار و رسوخ دے رہا ہے اور فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر (یعنی قدرت والے بادشاہ کے پاس اچھے ٹھکانے ہیں) کے علیین کی طرف بلا رہا ہے اور رضوان جنت بشریکم الیوم (یعنی آج تمہارے لئے بشارت ہے) صدا لگا کر جنت نعیم کے دروازے کھول کر کہتا ہے سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین (یعنی تم پر سلام، تم کو مبارک ہو، سو جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ) اور وہ لوگ کہتے ہیں الحمدللہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوا من الجنۃ حیث نشاء فنعم اجر الغملین (یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا اور ہمیں

جنت عطا فرمائی کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں، سو عمل کرنے والوں کا یہ اچھا بدلہ ہے)۔

مکتوب چہارم: عزیز من! ولا تتبع الھوی فیضلك عن سبیله (یعنی خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے نہ پڑو کہ راہ حق سے بھٹک جاؤ گے) جیسی خواہشات سے اعراض کر اور ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا (یعنی ان کی اطاعت نہ کیجئے جن کے دل ہمارے ذکر سے غافل ہیں) کے مطابق مواقع غفلت سے باز آ، اور فاسق وفاجر کی صحبت اختیار نہ کر کہ فویل للقاسیة قلوبھم من ذکر الله (یعنی جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہیں ان کی ہلاکت ہے) اور استجیبوا لربکم من قبل ان یاتی یوم لا مرد له من الله (یعنی اپنے رب عزوجل کی بات مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جو ٹل نہیں سکتا، کے منادی الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر الله (یعنی کیا ابھی ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر اللہ کے لئے جھک جائیں) کی ندا گوشِ ہوش سے سنیں اور ایحسب الانسان ان یترك سدی (یعنی کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا) کہ تنبیہ کی وجہ سے تمام رات خوابِ غرور سے بیدار رہ کر ولا یغرنکم بالله الغرور (یعنی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے اللہ سے دھوکہ بازی) اور اہلِ حضور کے مراتب رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر الله (یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اللہ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید وفروخت) معلوم کرتا رہ، اور کعبہ مقصود حاصل کرنے کے لئے سر کے پاؤں بنا کر دشت سر میں یکسو ہو جا و تبتل الیه تبتیلا (یعنی اس کی طرف یکسو ہو جا) اس کے بعد قل الله ثم ذرھم (یعنی آپ کہہ دیجئے کہ صرف اللہ، باقی کو چھوڑ دیجئے) کی تجرید کر کے وافوض امری الی الله (یعنی میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں) کی تفویض کی سواری پر سوار ہو کر اہل صدق کو کونوا مع الصدقین (یعنی سچوں کے ساتھ ہو) کے قافلہ کے ساتھ مسافر ہو جاؤ، اور آرائش دنیا کے مساکن کو کہ انا جعلنا ما علی الارض زینة لھا (یعنی جو کچھ زمین پر ہے اسے ہم نے زمین کی زینت بنا دیا) عبور کرتے ہوئے مہالک فتنہ کے کہ انما اموالکم واولادکم فتنة (یعنی تمہارے مال واولاد فتنہ ہیں) راستوں میں سلامتی کے ساتھ ہدایت کی شاہراہوں کہ ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا (یعنی یہ نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے) سامنے رکھ اور زبان اضطرار سے کہ امن یجیب المضطر اذا دعاہ

(یعنی کیا کوئی ہے جو مضطر و مجبور کی دعا کو قبول کرے) تضرع وزاری کے ساتھ اھدنا الصراط المستقیم (یعنی ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما) کے دستر خوان پر عنایت قدیم الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون (یعنی اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے) کے مبشر کے ہمراہ تحیت سلام قولا من رب رحیم (یعنی سلام ہو یہ بات پروردگار رحیم کی جانب سے ہے) کی بشارت کے ساتھ آگے بڑھتا رہ اور نصر من اللہ وفتح قریب (یعنی وہ اللہ کی مدد اور قریبی فتح حاصل ہوگی) کی سواری پر سوار ہو کر فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل (یعنی وہ اللہ کی نعمت اور فضل وکرم کو لے کر واپس آئے) کی بارگاہ خلد ہو، ہر طرف سے عزت ووصال کی ہوائیں چلنے اور ساقیانِ غیب کے ہاتھوں سے شرابِ محبت کے جام چلنے کا مشاہدہ ہو، اور فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل (یعنی وہ اللہ کی نعمت اور فضل وکرم کو لے کر واپس آئے) اور ان ھذا کان لکم جزاء وکان سعیکم مشکورا (یعنی یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کوشش بارآور ہوئی) کی صدائیں بلند ہوں اور اس مقام انس میں وکلم اللہ موسی تکلیما (یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام فرمایا) کی فسانہ گوئی شروع ہو اور فلما تجلی ربہ للجبل (یعنی جب اللہ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی) کا دیباچہ طولانی ہو اور چشم بصیرت کا نور وخر موسیٰ صعقا (یعنی موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) کی سکرات حالات کی خبر دے اور وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ (یعنی بہت سے چہرے اس روز تروتازہ اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے) کا مشاہدہ کرے اور اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے زبانِ حال سے لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (یعنی نگاہیں اسے نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے) کہہ کر بینا ہو جائے۔

مقامات غوث اعظم رضی اللہ عنہ

سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ

''سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ نے سراج العوارف فی الوصایا والمعارف میں عقائد اہل سنت، تصوف کے اسرار ورموز، عامہ مسلمین عموماً اور متوسلین کے لیے خصوصاً رہنما ہدایات مختصر اور جامع انداز میں بیان فرمائی ہیں۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ اور سات ابواب [لمعہ کے عنوان سے]اور ہر باب یا لمعہ میں متعدد فصول [نور کے عنوان سے] موجود ہیں۔ ان میں جا بجا سرکار غوث اعظم کے فضائل اور مقامات، روشن ہدایات اور اقوال کریمانہ بھی درج ہیں۔ احقر نے ان متفرق اقتباسات کو اپنی صوابدید کے مطابق جمع کر کے مضمون کی شکل دیدی ہے۔ ازراہ ادب مضامین جوڑنے کے لیے اپنی جانب سے کسی عبارت کا بے جوڑ اضافہ نہیں کیا۔ بزرگوں کے فرمودات خود ہی قندنبات ہوتے ہیں۔ اسے جہاں سے لیا جائے، ایک نیا کیف حاصل ہوتا ہے۔

اصل کتاب فارسی میں ہے، زیر نظر ترجمہ مخدوم گرامی امین ملت پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ صاحب سجادہ کا ہے جو اپنی نوعیت کا منفرد ترجمہ ہے۔۱۲ ساحل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے معرفتوں کا چراغ اہل عرفان کے دلوں

میں روشن فرمایا اور جن کی آنکھیں دلیل یقین سے روشن ہیں۔ ان کے لیے دین کی راہیں کھولیں اور شریعت کی ہدایت پانے والے کے لیے راستہ بنایا کہ ملحدوں کی فریب کاریاں اس کے قریب نہ پھٹک سکیں اور حقیقت حقہ کو ظاہر و باطن کیا۔ شریعت کے چشمے کو گھاٹ اور پاٹ بنایا تو شریعت کے خلاف سارے راستے بند ہیں۔ اور ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کردے زندقہ مردودہ ہے۔ اس نے اپنے فضل سے سلوک کا راستہ ظاہر فرمایا جو غلام کو بادشاہوں کی مجلس تک پہنچادے اور تصوف کو اتباع سے زینت دی اور اس کی سرحد کی بدمذہبیوں سے حفاظت کی۔ پھر نعمت قرب و ولایت سے اہل سنت اور ارباب فقہ و ہدایت کو مخصوص فرمایا۔ تو صرف انہیں کی پیروی کی جائے اور انہیں کی روشنی میں راہ چلی جائے کہ جو ان کے نشان قدم پر چلے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔ اللہ عزوجل اپنی بارگاہ میں ان کی وجاہتوں کے طفیل ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو عرفان و یقین کی پرنعمت جنتوں میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے افضل ترین درود اور اس کے اکمل ترین سلام پاکیزہ ترین تحیتیں اور بڑھی ہوئی برکتیں ان پر جو خدا کی بہترین مخلوق ہیں۔ افق الٰہی کے چراغ ہیں اور اس کی رحمتوں کے خزانے ہیں۔ وہ جن سے خلق کی ابتدا ہوئی اور انہیں پر انتہا۔ انہیں کے حوالے سے خلق پہچانی گئی اور انہیں کی طرف وہ منسوب بلکہ انہیں سے ظاہر ہوتی انہیں میں پوشیدہ۔ انہیں کے جلوے ہیں اور انہیں میں گم۔ تو وہی سب کے سبب ہیں، انہیں میں سب ہیں، انہیں سے سب ہیں، انہیں کے سب ہیں۔ انہیں کی طرف سب ہیں اور وہی سب کے سب ہیں۔ انہیں سے جود نے فیض پایا۔ انہیں سے وجود مستفیض ہوا تو ان کی بخشش نے شریعت اور طریقت کے پھل اُگائے اور انہیں کے وجود سے معرفت اور حقیقت کے درختوں میں پتے آئے اور درود و سلام ان کے اہل بیت کرام اور صحابہ عظام پر اور ان کی امت کے اولیاء مقتدایان کاملین پر۔ ان کی ملت کے علماء رہنمایان عاملین پر، خصوصاً دائرہ ولایت کے مرکز، عرفان و ہدایت کے مدار کے قطب، اس کی دونوں طرف کا احاطہ فرمانے والے، اس کے دونوں کناروں پر قابو رکھنے والے، وہ جن سے ولایت کا افتتاح ہوا اور انہیں پر اختتام، انہیں کی طرف ان کا رجوع اور انہیں سے انقسام، تو عالم میں کوئی ولی ایسا نہیں جو ان کا محتاج نہ ہو اور ان کے سامنے دل سے ان کا ادب نہ کرے۔ ایسے قدم والے جس نے تمکین میں بلندی پائی اور گردنیں

ان کے سامنے جھک گئیں۔ ہمارے سید و مولانا غوث الثقلین غیث الکونین غیاث الدارین مغیث الملوین، اولیاء کے ولی، فرد الاصفیاء قطب ربانی ابو محمد سید شیخ امام عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا حشر ان کے خادموں میں فرمائے جبکہ وہ ان کے سایہ اور حمایت میں نعمتیں پائیں اور خدایا ان کے ساتھ ان کے طفیل ان کے لیے ہم پر بھی (اپنی سلامتیاں نازل فرما) جب تک اسرار کی قندیلیں، دلوں کے مطلعوں پر جلوہ ریز رہیں اور غیب کے مشرقوں سے انوار کی تجلیاں روشن رہیں۔ آمین، یا ارحم الراحمین۔

☆

ہر زمانے میں ایک غوث ہوتا ہے کہ اس دور کے تمام اولیا سے بڑا اور ان کا سردار ہوتا ہے اور اس زمانہ کا کوئی ولی غوث کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔ اسے قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ تمام انتظام اسی کے ہاتھوں ہوتا ہے اور اس مقام پر اسے عبداللہ کہتے ہیں۔ اس کے دائیں بائیں دو وزیر ہوتے ہیں جنھیں عبدالرب اور عبدالملک کہتے ہیں، عبدالرب دائیں طرف کا وزیر اور عبدالملک بائیں طرف کا وزیر۔ جب عبداللہ کا وصال ہوتا ہے تو عبدالملک اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے اور عبدالرب، عبدالملک ہو جاتا ہے اور عبدالرب کی جگہ دوسرے کو قائم کر دیا جاتا ہے اور یہ انتظام قیامت تک چلتا رہے گا۔ زمانۂ نبوت میں ہمارے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ تھے اور سیدنا ابوبکر عبدالملک اور سیدنا عمر عبدالرب۔ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صدیق اکبر عبداللہ ہوئے سیدنا عمر عبدالملک اور حضرت عثمان غنی عبدالرب۔ جب صدیق اکبر کا دور ختم ہوا تو سیدنا عمر عبداللہ ہوئے اور حضرت عثمان غنی عبدالملک اور سیدنا مرتضیٰ علی عبدالرب۔ جب سیدنا عمر کا دور ختم ہوا تو سیدنا عثمان غنی عبداللہ ہوئے اور سیدنا علی مرتضیٰ عبدالملک اور سیدنا امام حسن عبدالرب۔ جب سیدنا عثمان غنی کا دور ختم ہوا تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ عبداللہ ہوئے اور سیدنا امام حسن عبدالملک اور سیدنا امام حسین عبدالرب اور جب سیدنا مولیٰ علی کا دور ختم ہوا تو عبداللہ سیدنا امام حسن ہوئے اور اسی طرح سلسلہ سیدنا امام حسن عسکری تک چلا۔ اس کے بعد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ عبداللہ ہوئے اور آخر زمانہ میں یہ بلند مرتبہ سیدنا امام مہدی کو ملے گا۔ عبداللہ اپنے زمانے میں تمام عالم کو فیض پہنچاتا

ہے اور بلا اس کے واسطے کہ کسی کو کچھ نہیں ملتا۔ ''فتوحات'' میں فرمایا کہ اصطلاح میں جسے قطب کا نام دیا جاتا ہے وہ ان میں ایک ہی ہوتا ہے اور وہی غوث اور اس زمانے کا سردار ہوتا ہے اب ان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کا حکم ظاہر ہوتا ہے اور وہ ظاہرہ خلافت کو اپنے لیے ویسے ہی جائز سمجھتے ہیں جیسا اپنے باطنی مقام کے لحاظ سے باطنی خلافت کو جیسے ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، مولیٰ علی، امام حسن، معاویہ بن یزید، عمر بن عبدالعزیز اور متوکل اور کچھ وہ ہوتے ہیں جنہیں صرف باطنی خلافت حاصل ہوتی ہے، ظاہری طور پر ان کا حکم نہیں چلتا جیسے احمد بن ہارون الرشید اور ابو یزید بسطامی اور اکثر قطبوں کا ظاہر میں کوئی حکم نہیں ہوتا۔ انہیں میں ائمہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کسی زمانے میں بھی یہ دو سے زیادہ نہیں ہوتے ایک عبدالرب دوسرے عبدالملک اور قطب عبداللہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وانه لما قام عبدالله (اور بے شک جبکہ کھڑے ہوئے عبداللہ) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اقطاب سارے عبداللہ ہیں اور ائمہ ہر زمانے میں عبدالملک اور عبدالرب، اور یہی دونوں قطب کے وصال کے بعد اس کے خلیفہ ہوتے ہیں اور یہ دونوں قطب کے دو وزیروں کی جگہ ہوتے ہیں۔ ان سے ایک عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے اور دوسرا عالم ملک کے ساتھ رہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ علم۔

☆

شریعت اور طریقت میں اپنے آپ کو صرف مقلد سمجھیں۔ ان دونوں پسندیدہ طریقوں میں سے کسی میں بھی ہرگز ہرگز اجتہاد کا دعویٰ نہ کریں۔ شریعت میں حنفی اور طریقت میں قادری رہیں اور اپنے آپ کو انھیں حضرات کا مقلد جانیں ورنہ انجام خراب ہوگا۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں تقلید چھوڑنے کا انجام الحاد و زندقہ ہی ہے۔ شریعت میں امام اعظم اور طریقت میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تعلق رکھیں۔ حضرت پیر دستگیر کی غلامی ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں کہ سات پشت سے خاندان برکاتیہ مارہرہ یہ خالص غلامی خاندان غوثیہ سے نسبت رکھتا ہے اور ہم حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موروثی غلام اور نمک پروردہ ہیں۔ حضور غوثیت مآب کو جملہ اولیاء اللہ کا سرگروہ جانیں جیسے انبیاء میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ہے ویسے ہی اولیاء میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کی شان جانیں مگر حضرت غوث اعظم خاتم ولایت نہیں ہیں۔

جیسا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم نبوت ورسالت بھی تھے اور یہ اعتقاد رکھیں کہ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جملہ اولیائے کرام خواہ حضرت سے پہلے کے ہوں خواہ حضرت کے زمانے کے، حاضر ہوں یا غائب، سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔ غوث اعظم کا ارشاد ہے کہ میرا قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔ یہ کلمات حق حضرت نے اللہ کے حکم سے بحالت ہوش ارشاد فرمائے۔ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی یہ بلند و بالاشان علانیہ ظاہر فرمائیں۔ یہ حکم تھا کہ جو اسے نہ مانے اس سے ولایت چھین لی جائے اور یہ جو آج کل کے بعض بنے ہوئے صوفی کہ ظاہر میں صوفی اور باطن میں باغی ہیں، جنہوں نے صوفیوں کا لباس محض دکھاوے کے لیے پہن لیا ہے اور حقیقت میں صوفیائے کرام سے کوئی نسبت نہیں رکھتے، یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ مقولہ ہمارے سردار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے ہوشی کی حالت میں ادا ہوا تھا، پس معاذ اللہ اس قول کا کوئی بھروسہ نہیں اور نہ قابل توجہ ہے اور بالفرض اگر اس قول کا اعتبار کیا بھی جائے تو اس مقولہ میں لفظ ولی اللہ سے اس زمانہ کے اولیا بلکہ اس مجلس اور اس وقت کے اولیا مراد ہوں گے، جو اولیا اس جلسے سے غائب تھے وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ یہ لوگ (بنے ہوئے صوفی) بغیر کسی ضرورت کے حضور غوث اعظم کے قول کو تمام اولیا پر لاگو کرنے کے بجائے کچھ خاص اولیا پر لاگو کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ مقولہ تمام اولیا پر نافذ کیا جائے تو حضور غوث اعظم کی افضلیت اُن سے بڑھے ہوؤں پر لازم آتی ہے اور وہ اس طرح کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو چھوڑ کر، کہ وہ حضرات تو تمام مخلوق، فرشتوں، جن، انسانوں سے افضل ہیں، حضور غوث اعظم کی افضلیت اپنے سے پہلے والوں میں جملہ صحابۂ کرام اور اہل بیت عظام اور ائمہ اطہار پر ثابت ہوتی ہے اور اپنے سے بعد والوں میں سے بھی حضرت امام مہدی علیٰ جدہ وعلیہ السلام پر جو روایات کے اعتبار سے افضل ہیں، ان پر بھی حضور غوث اعظم کی افضلیت نافذ ہوتی ہے۔ لہٰذا لازم یہی ہے کہ اس زمانے کے اولیا یا اُس وقت کے اولیا یا اس مجلس کے اولیا مراد لئے جائیں تا کہ اس خدشے سے چھٹکارا ہو۔ میں (حضرت ابوالحسین احمد نوری) کہتا ہوں کہ ان لوگوں (بناوٹی صوفیاء) کے مذکورہ بالا اقوال مردود ہیں اور ان کی بنیاد حماقت، گمراہی، گستاخی اور بے ادبی پر ہے۔ ان لوگوں کا ولایت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر

ان کو ولی مان بھی لیا جائے تو ایسے جھوٹے عقیدہ کی حالت میں ان کی ولایت شیخ صنعا وغیرہ کی طرح سلب ہو جائے گی۔ اگر کسی کو شبہ ہو اور کوئی یہ کہے کہ ایسے کلمات دوسرے بزرگوں نے بھی کہے ہیں، اس میں غوث اعظم کی خصوصیت نہیں رہی۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً یہ مقولہ کسی بھی بزرگ سے بحکم خدا حالت ہوش میں سرزد نہیں ہوا اور نہ ہوگا، اس لیے کہ یہ صرف حضور غوث اعظم سے مخصوص ہے اور متقدمین میں سے کسی نے بھی ان کلمات کی تصریح نہیں کی اور متاخرین زمانہ کے عدل وانصاف کا حال متقدمین کے مقابلے میں معلوم ہے کہ ذرہ اور آفتاب کی نسبت بھی نہیں رکھتے۔ لہٰذا ہم کس طرح ان کے مقولوں کی سچائی کا یقین کر سکتے ہیں؟ اور اگر ہم فرض بھی کر لیں تو بھی کسی اور سے یہ مقولہ نہ تو متواتر نقل ہوا ہے اور نہ اولیائے جمہور نے اس کو قبولیت کا درجہ دیا ہے۔ لہٰذا اس پر نہ حجت کی جا سکتی ہے، نہ اسے دلیل بنا سکتے ہیں اور نہ اس پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہمارے شیخ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ جمہور اولیاء اللہ کی تصانیف سے ہم تک پہنچا ہے۔ خصوصاً خواجۂ بزرگ سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو بالاتفاق سارے اولیائے ہند سے زیادہ شرف و بزرگی رکھتے ہیں اور فضیلت میں سب سے ممتاز ہیں، انھوں نے جب حضور (سرکار غوث اعظم) کا یہ مقولہ سنا تو اُسی وقت خواجہ بزرگ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور اس حال میں ہی ارشاد فرمایا کہ حضور کا قدم میرے سر آنکھوں پر اور مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام اولیاء اللہ نے اس مقولے کو قبول کیا اور غوث پاک کی عظمت کا اعتراف کیا اور اطاعت کی گردنیں جھکا دیں اور اس قول کے خلاف نہیں گئے۔ پس اللہ تعالیٰ کے تمام ولیوں بالخصوص سلطان الہند کی تصدیق سے سرکار غوث اعظم کی افضیلت سب اولیائے کرام پر درجہ یقین تک پہنچ گئی۔

حضرت سلطان الہند رضی اللہ عنہ کی اس بات کی سند میں کتاب ''تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبد القادر'' ہے جس کے مصنف عبد القادر بن محی الدین اربلی ہیں جو انہوں نے اپنے مرشد و شیخ سید عبد القادر غریب اللہ بن سید عبد الجلیل حسنی حسینی احمد آبادی کے حکم سے لکھی۔ اس کتاب کا گیارہواں باب حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا حضور غوث اعظم سے فیض پانے کے بارے میں ہے۔ قطب خلائق اور قدوۃ المشائخ امیر محمد حسنی نے ''لطائف الغرائب'' میں قطب العالم نصیر الدین محمود (ان کی قبر کو اللہ تعالیٰ

نورانی کرے) کی زبانی ذکر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور غوث اعظم نے فرمایا کہ میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کے گردن پر ہے تو سارے اولیاء اللہ نے اپنی گردنیں حضور غوثیت مآب کے قدم کے نیچے رکھ دیں اور خواجہ معین الدین نے، جو اس وقت نوجوان تھے اور خراسان کے کسی پہاڑی غار کے میں ریاضت اور مجاہدہ فرمارہے تھے، اس حکم الٰہی پر اطلاع پاتے ہی تمام اولیائے کرام سے پہلے اپنا سر جھکانے کی جلدی کی اور سر مبارک زمین پر رکھ کر فرمایا کہ "بلکہ حضور کے قدم میرے سر پر"۔ اللہ عزوجل نے یہ حال حضور غوث اعظم پر ظاہر کر دیا تو حضور غوث پاک نے خواجہ بزرگ کے بارے میں اولیائے کرام کے مجمع میں ارشاد فرمایا کہ ہمارے قدم مبارک کے نیچے اللہ کے ولیوں اور دوستوں کے گردن رکھنے میں غیاث الدین کے بیٹے یعنی (خواجہ بزرگ) نے سبقت کی۔ لہٰذا وہ اپنی انکساری اور حسن ادب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہو گیا اور قریب ہے کہ ملک ہندوستان کی حکومت کی باگیں اس کے ہاتھ دے دی جائیں اور جیسا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ویسا ہی ہوا اور مولانا شیخ محمد جمال الدین سہروردی نے "سیر العارفین" میں لکھا کہ پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اکٹھا ہوئے اور حضور کی خدمت میں ستاون دن اور رات حاضر رہے اور حضور سے طرح طرح کے فیوض باطنی اور کمالات حاصل فرمائے۔ سید آدم نقش بندی نے "نکات الاسرار" میں ذکر کیا کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کی مجلس مبارک میں اولیائے کرام کی گردنوں پر حضور غوثیت مآب کے قدم مبارک کے رکھے جانے کا ذکر چلا تو حضرت شیخ فریدالدین نے فرمایا کہ اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو حضور غوثیت مآب کا قدم اپنی گردن پر رکھتا اور فخر کے ساتھ یہ عرض کرتا کہ حضور کا قدم مبارک میری آنکھوں کی پتلی پر اور شیخ حسن قطنی کے پوتے شیخ نور اللہ نے "لطائف قادریہ" میں لکھا کہ خواجہ معین الدین نے سرکار غوث اعظم سے عراق طلب کیا تو حضرت غوث نے فرمایا کہ عراق تو ہم نے (حضرت شیخ) شہاب الدین عمر سہروردی کو دے دیا اور تم کو ہم ہند دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

خاندان صابری چشتی کے عزیزوں میں سے ایک عزیز نے اس ارشاد غوثیہ کے متعلق ایک روز مجھ فقیر سے کہا کہ کلیہ کے اپنے سب جزئیات کو یعنی جملہ اولیاء اللہ،

حضور غوث اعظم سے اگلے، حضور کے زمانے والے اور حضور کے بعد والوں، سب کے لیے (ان کے سوا جو مستثنیٰ ہیں) اس ارشاد گرامی کے یہ معنی لینا اچھا ہے کہ جملہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام مع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ پھر دوبارہ تشریف لائیں گے اور یہ سارے انبیا بالاتفاق جملہ مخلوقات سے افضل ہیں، ان کے استثنا کے بعد اگلوں پر حضور غوث اعظم کا قدم (صحابہ کرام، اہل بیت وائمہ کرام) پر ایسے ہے جیسے بیٹے کا قدم باپ پر اور جو حضور غوثیت مآب کے ہم عصر میں ان سے لے کر سب پچھلوں پر ایسے ہے جیسے باپ کا قدم بیٹے، یعنی پہلی صورت میں قدم کو ایسے جانے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو شفقت سے اس کی سعادت مندی اور نیک بختی کی وجہ سے اپنے کندھے پر بٹھالے۔ اس صورت میں باپ پر بیٹے کی فضیلت لازم نہیں آتی جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، کو بت توڑنے کے لیے اپنے مبارک کندھے پر بٹھایا اور حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے مبارک کندھوں پر سوار کرتے تھے، وہی مثل یہاں ہے اور دوسری صورت میں قدم کو ایسے جانے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے قدم کو اس کے بلند مرتبہ اور رتبہ کی زیادتی یا اس کی تعظیم اور بزرگی کے لیے اپنے سر پر رکھ لے۔ اس صورت میں البتہ باپ کی فضیلت بیٹے پر ہے اور یہی فضیلت یہاں مقصود ہے۔ پس اس تاویل کے لحاظ سے اُس ارشاد غوثیہ کو عام کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ یہاں پر ان عزیز کا مقولہ ختم ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ تاویل بھی ممکن ہے مگر اس کی کوئی حاجت نہیں ہے کیونکہ غوث اعظم کا ارشاد ہے۔ قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ اور سارے پیغمبر مع عیسیٰ علیہم السلام لفظ انبیاء اور رسول سے مشہور ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لفظ صحابہ سے معروف اور اہل بیت عظام لفظ اہل بیت سے موسوم اور ائمہ اہل بیت علیٰ جدہم وعلیہم السلام لفظ امام سے معروف ہیں اور کلمہ "ولی اللہ" ان سب بزرگانِ دین پر لاگو ہوتا ہے جو ان کے بعد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صحابہ کہے جاتے ہیں پھر جب ایک جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صحبت سے مشرف ہوئی تو انہیں تابعین کہنے لگے، جو ان کے بھی بعد تھے ان کو تبع تابعین اور کے بعد والے خواص امت کو زاہد عابد کہنے لگے اور خواص قوم صوفیہ اور تصوف کے نام سے مخصوص ہوئے اور یہ نام دوسری صدی ہجری کے بعد رائج ہوا۔ حضرت ابو ہاشم سب سے

پہلے شخص ہیں جنھیں صوفی کہا گیا۔ لہٰذا ولی اللہ کے لفظ سے بغیر کسی تاویل کے یہ سب یعنی انبیاء و صحابہ و اہل بیت و ائمہ سب کے سب خود بخود مستثنٰی ہیں۔

تنبیہ:

بعض احمق حضرت محبوب الٰہی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز کو حضور پر نور محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر فضیلت دیتے ہیں کہ اس جگہ ذات سے نسبت ہے اور یہاں صفات سے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب پاک روح اللہ ہے اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب مبارک روح الحق ہے، یہاں کیا کہیں گے اور تحقیق یہ ہے کہ محبوبیت ذاتیہ کا یہ مقام تمام محبوبوں کے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ کسی دوسرے کو اس اعلیٰ مقام سے کوئی حصہ ملا ہے وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا عکس اور سایہ ہے۔ حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب حبیب اللہ ہے جو نفس ذات کی طرف نسبت ہے جب اس کا عکس ہمارے آقا سیدنا غوث اعظم پر جگمگایا تو آپ نے اپنا لقب محبوب سبحانی رکھا جس کا بھید جاننے والوں سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ حضور غوث اعظم کے بعد جب حضرت محبوب الٰہی کو بھی اس نعمت کے دریا سے حصہ ملا تو آپ نے صفات کی طرف نسبت کو پسند نہ کیا کہ حضور پر نور غوث اعظم رضی اللہ عنہٗ سے برابری کا خیال پیدا نہ ہو بلکہ ذات کی جانب نسبت کی کہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برابری کی تو ہرگز کوئی صورت میسر نہیں جیسا کہ منبر اقدس کی سیڑھیوں کے لیے وارد ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی سیڑھی پر قیام فرماتے صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نے دوسری سیڑھی اختیار کی اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ نے تیسری سیڑھی پسند کی اور جب عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کی باری آئی تو آپ پہلی ہی سیڑھی پر تشریف لے گئے۔ صحابہ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ کوئی اور سیڑھی نیچے تھی نہیں اگر آخری سیڑھی پر کھڑا ہوتا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ سے برابری کا خیال پیدا ہوتا اور دوسری سیڑھی پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ۔ اب چونکہ میں پہلی سیڑھی پر چلا گیا تو کسی کو بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کا خیال پیدا نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ یہ کہ جب صوفیہ کے نزدیک تمام صفات عین ذات ہیں تو دونوں

نسبتوں کا حاصل ایک ہی ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس قسم کی باریکیوں کی وجہ سے حضرت محبوب الٰہی کو حضور پر نور محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ' پر فضیلت کلی دینا بڑی نادانی ہے کہ تمام اولیائے کرام سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ' کی فضیلت جلیلہ پر متفق ہیں تو اجماعی مسئلوں کو اس طرح نہیں توڑا جاسکتا جس طرح کہ ان مبارک لقبوں کی وجہ سے ہر دو محبوبوں کو صحابہ کرام اور اہل بیت عظام پر فضیلت نہیں دی جا سکتی۔ ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم و اخرد عوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

☆

خوب سمجھ لو کہ جب سالک کی سیر الی اللہ قریب الختم ہوتی ہے اور ایک ساعت کے علاوہ کوئی ساعت باقی نہیں رہتی اس وقت ابلیس لعین آتا ہے جیسا کہ دنیاوی موت کے وقت اپنے نفس ناپاک کے ساتھ آتا ہے اور یہ کام اپنی ذریت سے نہیں لیتا اور جس طرح موت کے وقت ایمان غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جن پر اللہ رحم فرمائے اور میرا پروردگار تو بڑا غفور و رحیم ہے (ایمان غارت کرنے میں ابلیس ناکام رہتا ہے)۔ اسی طرح اس ساعت کو، جو سالک کی کوششوں کا لب لباب ہے، غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جو تیرا پروردگار چاہے۔ بے شک اللہ علیم و حکیم ہے۔ اگر فضل الٰہی شامل حال ہو اور اولیاء اللہ کی توجہ اس بے کس ولاچار سالک کے باطن کی طرف ہو تو اُسے چھٹکارا مل جاتا ہے ورنہ نہیں ملتا۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کرتا ہوا ایک صحرا میں پہنچا۔ کئی روز مجھے پانی نہ ملا مجھے پیاس نے پریشان کیا۔ ناگاہ ایک بادل نے سایہ ڈالا اور اس سے شبنم کی مانند ایک چیز نمودار ہوئی کہ میں اس سے سیراب ہوا پھر میں نے ایک روشنی دیکھی کہ آسمان کا کنارہ اس سے روشن ہو گیا اور اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی اور اس سے ایک آواز مجھے سنائی دی کہ اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے حرام چیزیں تجھ پر حلال کیں۔ میں نے یہ بات سن کر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھا اور کہا کہ ملعون دور ہو۔ فوراً وہ روشنی اندھیرے سے اور وہ صورت دھوئیں سے بدل گئی اور مجھ سے کہا کہ اے عبدالقادر! تم نے اپنے علم اور اپنے پروردگار کے حکم سے مجھ سے نجات پائی۔ خدا کی قسم اس قسم کے واقعات سے ستر اہل طریقت کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ تو صرف میرے رب کا فضل و احسان ہے۔ سیدنا غوث اعظم سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ وہ شیطان ہے، فرمایا اس کے اس قول سے

کہ میں نے حرام کو تمہارے لیے حلال کیا۔ میں سمجھ گیا کہ حق تعالیٰ گناہ کا حکم نہیں دیتا۔

☆

جب سالک سیر الی اللہ سے فارغ ہو کر سیر فی اللہ میں قدم رکھتا ہے اور اپنے درجوں میں ترقی حاصل کرتا ہے تو ان میں بعض اس مقام کی تجلیوں کے وارد ہونے سے ساکت اور خاموش ہو کر دم سادھ لیتے ہیں اور ان کا ظرف اتنا بلند ہوتا ہے کہ پہاڑوں اور دریاؤں جیسے بڑے بڑے بھید کو بھی ضبط کر لیتے ہیں اور اسے ظاہر نہیں ہونے دیتے اور ان میں بعض ضبط نہیں کر پاتے اور زبان سے کہہ دیتے ہیں جیسے سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور میری شان کیسی بلند ہے) اور لیس فی جبتی سوی اللہ (میرے جبے میں خدا کے سوا کچھ نہیں) تو اس قسم کی باتوں سے ان پر کوئی عذاب اور وبال نہیں آتا کیونکہ وہ ضبط کی طاقت اور اس کی حفاظت کی قدرت نہیں پاتے لہٰذا معذور و مجبور ہیں۔
اولیائے کرام اور علمائے عظام نے ان باتوں کو سلجھانے اور عوام کو سمجھانے اور تسکین دینے کے لیے اس معاملے میں بہت سی مثالیں دی ہیں حالانکہ کسی مثال سے بھی اس حقیقت کو سمجھنا ممکن نہیں۔ جیسے جنات کی گفتگو، جو انسان کے بدن میں حلول کر جائے کہ بظاہر وہ انسان کی زبان ہے اور حقیقتاً جن کا کلام۔ جنی بدن اس شخص کی زبان سے بولتا ہے، اس کے ہاتھوں سے کام کرتا ہے، اس کے پیروں سے چلتا ہے اور اس کے منہ سے کھاتا ہے، یہ میری آنکھوں کا دیکھا ہوا واقعہ ہے کہ ایک چھوٹی سی لڑکی کو آسیب کا خلل ہو گیا۔ ایک وقت میں وہ نو سیر پکا ہوا کھانا کھا لیتی تھی، میں نے اس کا علاج کیا اور وہ تندرست ہو گئی۔ تو کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ چند برس کی چھوٹی بچی جو آدھ پاؤ سے زیادہ نہیں کھا سکتی، ایک دم نو سیر کھا جائے اور اسے ہضم بھی کر لے۔ ظاہر ہے کہ وہ جنی کھاتا تھا اور اس لڑکی کے منہ سے کھاتا تھا اور دیکھنے والے یہی سمجھتے کہ یہ لڑکی ہی کھا رہی ہے۔
آسیبی قدرت کو حضرت حق تعالیٰ کی قدرت سے کیا نسبت! اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندہ کو اپنے کلام کا مظہر بنا دے اور اس کی زبان سے کلام فرمائے تو کیا تعجب ہے تو وہ جو تم انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی سنتے ہو تو یہ وہی کہتا ہے جسے یہ کہنا زیبا ہے حالانکہ تم نے یہ بات یزید اور حسین منصور کی زبان سے سنی۔ اس سے زیادہ روشن اور واضح بلکہ یوں کہا جائے کہ بالکل واقعہ کے مطابق وہ آواز ہے جو حضرت موسیٰ علیہ

السلام نے درخت سے سنی کہ ''اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں تمام عالم کا پروردگار۔'' تو کیا یہ اس درخت نے کہا تھا۔ اللہ کی قسم یہ درخت نے نہیں کہا بلکہ رب العالمین نے فرمایا تھا اگر چہ سنا درخت سے گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر انسانی گلے سے، جو درخت سے زیادہ شرافت رکھتا ہے، کلام فرمائے اور لوگوں کو انسانی گلے سے وہ آواز سنائی دے تو کیا تعجب ہے۔ ان کا کہا ہوا اللہ کا فرمایا ہوا ہے اگر چہ وہ انسان کے گلے سے ہی سنائی دے رہا ہے۔ بظاہر اس کلام کا کہنے والا انسان ہے لیکن در حقیقت یہ اسی کلام کرنے والے کا کلام ہے اور انسان نے اس کی صفت کلیمی سے حصہ پایا اور اس کا کلام حقیقی ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ یہاں اس ظاہری متکلم (انسان) نے خود کو فنا کر کے اس متکلم حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے کہلانے سے وہ بات کہی ہے کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ اس نے اپنے نفس کے فریب سے کہی ہے۔ جیسے فرعون بے سامان کا کہنا انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں) تو اس نے یہ بات اپنی خودی سے کہی اور یہ اولیائے کرام اپنی خودی سے گزر کے کہتے ہیں کہ وہ متکلم حقیقی ان سے کہلواتا ہے اور یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ لہٰذا یہ اولیائے کرام مقبول ہوئے اور وہ فرعون مردود اور یہی فرق فرعون اور حسین منصور کے مقولے میں ہے کہ منصور کا مقولہ ان کی خودی سے نہ تھا، انہوں نے اپنی ہستی کو فنا کرنے کے بعد کہا تھا اور فرعون کا مقولہ خودی پر قائم تھا۔ جب اولیاء اللہ پر حال کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ بے قابو ہو جاتے ہیں تو وہ یہ راز ظاہر کر دیتے ہیں اور اس حال کو ''حالت سکر'' کہتے ہیں۔ سکر اور صحو دو مقام ہیں۔ اگر سالک کا شعور اللہ تعالیٰ کی تجلیات وارد ہوتے وقت برقرار رہے تو یہ صحو ہے ورنہ سکر ہے۔ حالت سکر کا نہ کوئی اعتبار کیا جاتا ہے اور نہ اہل سکر سے باز پرس ہوتی ہے جیسے مجنونوں سے۔ اس حالت کے اقوال یقین و دلیل لانے کے قابل بھی نہیں ہوتے بلکہ اہل صحو پر اس کا دور کرنا لازمی اور ضروری ہوتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ منصور کے زمانے میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کی دستگیری کرتا اگر میں اس وقت ہوتا تو اُس کا ہاتھ تھام لیتا یعنی چونکہ اہل صحو پر اس کی روک تھام ضروری ہے تو میں ان کی (منصور) اس بے خودی کی حالت میں دستگیری کرتا اور اپنے باطن سے انہیں ضبط کی قوت عطا کرتا۔ یہ حالت سکر بہت سے اولیاء اللہ پر وارد ہوتی ہے اور اس حالت میں جو کلمات ادا ہوتے ہیں انہیں ''شطحیات'' کہتے

ہیں اوران کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ اس بارے میں داراشکوہ نے ایک مفصل رسالہ لکھا اور اپنے زمانہ تک ہر طبقے کے شطحیات جمع کئے ہیں۔ جسے اس بارے میں زیادہ معلومات کرنا ہو وہ اس رسالہ کو دیکھے۔ اس وقت کے کلمے کلام الٰہی کا ظل اور عکس ہوتے ہیں۔ بعض اولیاءاللہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں ڈوبے رہتے ہیں جیسے حسین منصور قدس سرہٗ اور بعض سے تمام عمر ظاہر نہیں ہوتے اور یہ لوگ ضبط کرنے والوں کے بڑوں اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص وارثوں میں شمار ہوتے ہیں جیسے خلفائے راشدین، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور تمام صحابۂ کرام اور حضور غوث اعظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور بعض کی حالت مختلف ہوتی ہے۔ کبھی ضبط کی طاقت نہ پا کر راز کھول بیٹھتے ہیں اور جب انہیں افاقہ ہوتا ہے تو فوراً توبہ کرتے ہیں اور رجوع کرتے ہیں اور یہی اس بات کی کافی دلیل ہے کہ یہ حضرات حالت صحو میں ایسے حکموں کے صادر ہونے پر راضی نہیں اوران کے ظاہر ہو جانے کو اپنی طرف نسبت کئے جانے کو حق نہیں سمجھتے ورنہ توبہ اور ندامت کیوں کرتے، وہ کریں بھی کیا۔ وہ کلام نہ خود ان کی طرف سے ہوتا ہے، نہ ان کے حواس کی سلامتی کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے کہا گیا کہ یہ کیسی باتیں ہیں جو کبھی کبھی آپ کی زبان سے ہمارے کانوں میں آتی ہیں۔ فرمایا: بایزید! نے ہرگز یہ کلمے نہیں کہے اور وہ ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے ہی فرمائے ہیں۔ فرمایا اگر تم اب یہ کلمے سنو تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجھے خنجر سے ختم کر دینا۔ لوگوں نے خنجروں پر دھار چڑھوا کر رکھ لیا یہاں تک کہ حضرت پر وہ حالت پھر طاری ہوتی اور آپ نے سبحانی ما اعظم شانی کہنا شروع کیا تو لوگوں نے آپ کے حکم کے مطابق آپ پر خنجر چلائے۔ جو شخص آپ کو خنجر مارتا اس کا زخم خود اس کے بدن پر اسی جگہ آ جاتا اور حضرت کے جسم پر کوئی نشان بھی نہ پڑا۔ فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ وہ ابویزید نہیں کہتا، وہی فرماتا ہے جسے یہ کہنا زیبا ہے۔ اگر کوئی شخص حالت صحو اور اپنے حواس کی سلامتی کے وقت اس قسم کے کلمے کہے تو وہ زندیق اور مرتد ہو جاتا ہے اور واجب القتل ہے۔ اسی لیے توحید وجودی کو تسلیم کرنے کے باوجود کہتے ہیں کہ جو فرق مراتب نہ کرے وہ زندیق ہے یعنی اگر تو تنزل کے مرتبوں کا لحاظ نہ کرے اور زید کو اسی شکل اور صورت میں خدا سمجھ لے تو یہ توحید وجودی کہاں رہی کہ تو ممکن کو واجب سمجھنے لگا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ سخن قال نہیں حال ہے اور جب تک حال وارد نہ ہو، کچھ نہیں ہے۔ اس مسئلے میں جب تک آدمی وہاں نہ پہنچے کلام نہیں کر سکتا اس لیے کہ اس کی سمجھ سے پرے اور عقل سے دور ہے۔ یہ سب میں نے اس لیے لکھ دیا کہ اس زمانہ میں اکثر ایسی توحید کے قائل پائے جاتے ہیں تو ان سے میل جول کی ضرورت نہیں ہے نہ الجھنے کی حاجت۔

☆

حضرت جنید بغدادی سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک اچھا بھلا آدمی ایک آواز سنتا ہے اور اس کی طبیعت میں ایک بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خلاف عادت حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے روز ازل آدم علیہ السلام کی اولاد سے الست بربکم، کا خطاب فرمایا۔ اس خطاب کی شیرینی اور چاشنی انہیں یاد آ جاتی ہے اور اسی وجہ سے وہ رقص کرنے لگتے ہیں۔ یہیں سے یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ سریلی آواز کسی سننے والے کے دل میں کچھ نہیں ڈالتی بلکہ جو کچھ اس کے دل میں ہوتا ہے اس کو ہلا دیتی ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ ''میں نے تمام روحوں کو دیکھا کہ رب عزوجل کے خطاب "الست بربکم" کے بعد اپنے اپنے قالبوں میں رقص کرتی تھیں۔'' یہی سبب ہے کہ سماع ہر انسان کی روح کو اچھا لگتا ہے بلکہ بعض حیوان بھی اس کی لذت سے فیض پاتے ہیں تاکہ ان انسان نما صورتوں کے لیے غیرت اور عبرت کا تازیانہ ہو جو چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

☆

سیدنا غوث اعظم کو جناب باری جل جلالہ سے الہام ہوا کہ کل طور بین الناسوت والجبروت فھو ملکوت و کل طور بین الملکوت واللاھوت فھو جبروت فمن رضی بواحد منھا فھو عندی من المطرودین (یعنی اگر سالک نے مقامات ملکوت و جبروت کی سیر سے فارغ ہو کر لاہوت کی سیر کو چھوڑ دیا یعنی ذات بحت میں سیر نہ کی، سیر جبروت پر ہی اکتفا کر کے بیٹھ گیا تو وہ کوئی فضیلت نہیں رکھتا اور بارگاہ الٰہی کا قرب اسے میسر نہیں آ سکتا۔ ابھی ذات بحت تو بہت دور ہے اسے تو کامل بھی نہیں کہہ سکتے چہ جائیکہ مکمل، تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اسی ملکوت یا ناسوت پر پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے وہ خود بہت دور اور بڑا محروم ہے۔ پس لازم ہے کہ پہلے ان تین مقاموں میں سے کسی مقام کو اپنی

مراد کی انتہا بلکہ اپنی سیر کی غایت نہ جانے۔ چونکہ کسی راستے کی منزلیں بہت سی نہیں ہوتیں۔ جلد ہی قدم صدق بڑھا کر گزر جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے چوتھے مقام یعنی لاہوت کی سیر کرے اُسی وقت درجہ کمال حاصل ہوگا اور ولی کہلائے جانے کا مستحق ہوگا، اس سے پہلے تو ولایت کی خوشبو بھی اس کے دماغ تک نہیں پہنچے گی۔ افسوس ان لوگوں پر جو سیر ناسوتی سے بھی واقف نہیں اور خود کو اکابر اولیاء میں شمار کراتے ہیں۔

☆

صوفی کو فقیہ کی ضرورت ہے، فقیہ صوفی کا محتاج نہیں۔ یہی سیدنا غوث اعظم نے فرمایا۔ اگر چہ صوفی کا مرتبہ فقیہہ سے بلند ہوا اور بعض صوفیہ فقیہ اسے کہتے ہیں کہ عارف یعنی صوفی بھی ہو، تو وہ فقیہ جو صوفی بھی ہو اس کا مرتبہ صوفی محض سے بلند ہے۔

☆

آنے والے حالات کا اگر کشف ہو جائے تو جب تک وہ واقع نہ ہو جائیں، اُن پر نہ تو خود اعتبار کرے نہ مخلوق کو بتائے کیونکہ وہ واقعہ نہ ہونے کی صورت میں جھوٹا مشہور ہو جائے گا۔ اس لیے کہ شان خداوندی ایک ہی عنوان پر نہیں ہے بلکہ کل یوم ھو فی شان (وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہے)۔ تو جس وقت وہ بات تجھے کشف سے معلوم ہوئی، ہوسکتا ہے وہی صحیح اور درست ہو اور اب شان پروردگار لطف سے قہر کی طرف یا قہر سے لطف کی طرف آ گئی اور تیرے علم کے خلاف ظاہر ہوا تو اس کے اظہار کی وجہ سے نادم اور شرمندہ ہوگا اور جھوٹا قرار پائے گا اور چھوٹے بڑے تجھ پر ہنسیں گے۔ یہ نصیحت حضور غوث اعظم کی ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

☆

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں کی فاتحہ مال واولاد میں برکت، مقصد پورا ہونے اور مراد حاصل ہونے کے لیے خاص طور سے گیارہ ربیع الثانی کو جائز اور مستحب ہے کہ بزرگانِ دین کے تجربہ میں آ چکی ہے اور اس میں کوئی مانع شرعی نہیں۔ بشرطیکہ محفل ممنوعات شرعیہ جیسے ناچ گانا جھوٹی روایات سے پاک ہو۔ بس یہی درود وکلمہ، تلاوت قرآن مجید، سیدنا غوث اعظم کے پاکیزہ خالات اور ذکر و کرامات کا بیان ہو۔ گیارہویں شریف کی ایسی مجلس ہم قادریوں کا عین ایمان ہے۔ خدا تعالیٰ قادریوں کو توفیق دے کہ جاری رکھیں۔

تذکارِ غوث اعظم رضی اللہ عنہ

علامہ عبدالحکیم شرف قادری، لاہور، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک مختصر سا قافلہ گیلان سے روانہ ہو کر مرکزِ علوم و فنون بغداد جا رہا تھا، منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے ہمدان سے کچھ آگے تر تک پہنچے ہی تھے کہ ڈاکو حملہ آور ہو گئے۔ وہ تعداد میں ساٹھ تھے۔ انہوں نے بے دردی سے لوٹ مار کی اور سب مال و متاع لوٹ کر ایک جگہ جمع کر لیا، تمام مسافر مارے دہشت کے دم بخود تھے، ان میں ایک اٹھارہ سالہ نوجوان ایسا بھی تھا جس کے چہرے پر بلا کا اطمینان جھلک رہا تھا، خوف و ہراس کی پرچھائیں بھی اس کے چہرے بشرے پر دکھائی نہ دیتی تھیں، ایک ڈاکو نے پاس سے گزرتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھ لیا کہ نوجوان: تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ نوجوان نے پورے اطمینان سے جواب دیا ہاں: میرے پاس چالیس دینار ہیں جو میری صدری میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ ڈاکو نے خیال کیا کہ یہ نوجوان ازراہِ مزاح یہ بات کہہ رہا ہے ورنہ چھپے ہوئے مال کی ڈاکوؤں کو کون نشاندہی کرتا ہے، یہ سوچتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا، کچھ دیر بعد ایک دوسرا ڈاکو ادھر آنکلا، اس نے بھی وہی سوال کیا، اسے بھی وہی جواب ملا، وہ بھی یہ خیال کر کے آگے بڑھ گیا کہ اس نوجوان کے پاس کچھ ہوتا تو مجھے کیوں بتاتا، یقینی بات ہے کہ یہ مجھے بے وقوف بنانا چاہتا ہے۔

ڈاکوؤں کا سردار ایک ٹیلے کے پار لوٹا ہوا مال تقسیم کر رہا تھا، ایک ڈاکو نے اسے یہ خبر سنائی تو وہ چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے بے یقینی کے ساتھ اس ڈاکو کی طرف دیکھا اور کہا کہ جب ہر شخص کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہوں اور ہر طرف دہشت ہی دہشت پھیلی ہوئی ہو، ایسے وقت میں کس کی رگِ ظرافت پھڑک سکتی ہے، دوسرے ڈاکو نے

تصدیق کی کہ میرے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آچکا ہے تو سردار نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر کہا: اس نوجوان کو بلایا جائے، جب وہ نوجوان آیا تو سردار اس کے ملکوتی حسن، شاہانہ وقار، تمکنت اور اطمینان واعتماد سے بھر پور لب ولہجہ سے بے حد متاثر ہوا، اس نے پوچھا صاحبزادے: تیرے پاس چالیس دینار موجود ہیں؟ نوجوان نے اپنی صدری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا ہاں: اس جگہ سلے ہوئے ہیں، سردار نے مجسم حیرت بن کر دوسرا سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ ہم ڈاکو ہیں اور تمام قافلے کی ایک ایک پائی لوٹ چکے ہیں، تم نہ بتاتے تو ہم شاید تمہاری طرف متوجہ بھی نہ ہوتے، تم نے یہ بتانے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ کہ تمہارے پاس چالیس دینار موجود ہیں اور صدری میں سلے ہوئے ہیں، نوجوان نے کمال سادگی سے جواب دیا:

میں نے گھر سے روانہ ہوتے وقت اپنی والدہ سے ہمیشہ سچ بولنے کا وعدہ کیا تھا، میرے یہ چالیس دینار جاتے ہیں تو جائیں لیکن میں اپنی والدہ سے کیا ہوا وعدہ نہیں توڑ سکتا۔

نوجوان کے سیدھے سادے جملے براہِ راست سردار کے دل ودماغ پر اثر انداز ہوئے، اس کی روح تک کو جھنجھوڑ ڈالا۔ چند لمحوں کے لیے تو وہ مبہوت ہو کر رہ گیا، وہ ڈاکو جو درندوں کی طرح مسافروں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا تھا، تمام ساز وسامان لوٹ کر رفو چکر ہو جاتا تھا اور اس کے دل پر ذرہ بھر بھی ملال نہ آتا تھا، آج ایک نوجوان کے چند جملے اسے گھائل کر گئے۔ وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا، ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ چکے تھے، اس کی آنکھیں شاید زندگی میں پہلی بار اشکوں کا سیلاب بہا رہی تھیں، شدت گریہ کے سبب اس کی زبان گنگ ہو گئی تھی، کچھ دیر کے بعد جب اسے قرار ملا تو اس نے بلکتے ہوئے کہا:

صاحبزادے: تو کس قدر مقدس ہستی ہے کہ تو نے اپنی والدہ سے کیا ہوا عہد نہیں توڑا اور میں کتنا بدقسمت ہوں کہ زندگی بھر اپنے رب کریم کے عہد کو توڑتا رہا، ہائے افسوس! میری زندگی ایسا متاع عزیز برباد ہو گیا اور میں نے ایک بار بھی نہ سوچا کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ صاحبزادے: میں تمہارے ہاتھوں پر اپنے سابقہ گناہوں کی توبہ کرتا ہوں اور تمہیں گواہ بنا کر اپنے رب سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی کا ناحق دل نہیں دکھاؤں گا اور بقیہ زندگی خدا اور رسول کے احکام وفرامین پر عمل کرتے ہوئے گزاروں گا''

اس کے ساتھی اس انقلاب کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے

تھے کہ جو شخص موت کے رقص کو دل چسپی سے دیکھا کرتا تھا، جو مرنے والوں کی دل دہلا دینے والی چیخیں سن کر بھی نہ پسیجتا تھا اور جو قساوت اور سنگدلی کا پیکر ہوا کرتا تھا۔ آج اسے کیا ہو گیا ہے کہ زار و قطار رو رہا ہے اور پورے اعتماد کے ساتھ اپنی سابقہ زندگی کو چھوڑ نے کا اعلان کر رہا ہے، پھر نہ جانے کیا ہوا کہ ہر ایک نے اپنے اپنے دل و دماغ میں ایک برقی رو لہراتے ہوئے محسوس کی اور سب بیک زبان پکار اُٹھے:

سردار! آج تک رہزنی میں تو ہماری قیادت کرتا رہا ہے، بدی کی راہوں پر چلتے ہوئے تو ہماری کمان کرتا رہا ہے۔ آج جب کہ تو خدا اور سول کی پسندیدہ راہ پر گامزن ہو چکا ہے اگر ہم اپنی اسی راہ پر چلتے رہے، تو اس سے بڑھ کر ہماری بد قسمتی نہیں ہو سکتی، تجھے مبارک ہو کہ اس خوش بختی اور طالع مندی میں ہم بھی تیرے ساتھی ہوں گے اور تو پہلے کی طرح آئندہ بھی ہمارا سردار ہو گا اور ہم تیرے وہی جاں نثار ساتھی ہوں گے، ہم سے یہ بے وفائی نہیں ہو سکتی کہ آج جب تم نیکی کے راستے پر چلنے لگے ہو تو ہم تمہارا ساتھ چھوڑ دیں۔ اسی وقت لوٹا ہوا سارے کا سارا مال قافلے والوں کو واپس کر دیا گیا۔ [بہجۃ الاسرار، ص ۸۷]

قافلے والوں کی مسرت و شادمانی کا کوئی اندازہ نہ تھا اور وہ اس نوجوان کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جس کی برکت سے نہ صرف سب کی جان بچ گئی بلکہ وہ مال بھی واپس مل گیا جو لُٹ چکا تھا، ان کی حیرت بھی بجا تھی کیوں کہ یہ تو ایسا ہی تھا جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر واپس آ جائے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ مستقبل میں یہ نوجوان، غوثیت کبریٰ کے مقام پر فائز ہو گا اور زمانہ بھر کے اولیا اس کے سامنے ادب واحترام سے اپنی گردنیں خم کر دیں گے اور اس کی ذات سے شریعت و طریقت کے کبھی نہ خشک ہونے والے سرچشمے جاری ہوں گے؟

دنیا انہیں محبوب سبحانی، قطب ربانی، البازی الاشہب، محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ اور یہ پہلی کھیپ تھی جو آپ کے دستِ اقدس پر تائب ہوئی۔

ولادت و نسب:

۴۷۰ھ/۱۰۷۸ء کو شمالی فارس میں بحیرۂ خزر (کیپین) کے جنوبی ساحل پر گیلان نامی زرخیز صوبہ کی ایک بستی نیف میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، یاقوت حموی نے اس

بستی کا نام بُشتیر بیان کیا ہے، بُستانی نے اپنے دائرۃ المعارف میں یوں تطبیق دی ہے کہ ایک بستی میں ولادت اور دوسری میں پرورش ہوئی ہوگی۔ [شاہ جیلان۔عبدالنبی کوکب رضا اکیڈمی، لاہور، ص ۱۹]

حضرت شیخ کے والد ماجد ابو صالح جنگی دوست موسیٰ کا سلسلہ نسب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک [حاشیۂ قلائد الجواہر۔ص ۲] اور والدہ ماجدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی کا سلسلۂ نسب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے [ایضاً، ص ۱۴۳] نسبی رشتہ اگرچہ باپ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے لیکن یہ فضیلت معمولی نہیں ہے کہ آپ کی ذات میں دونوں نسبتیں جمع ہوگئیں۔

تو حُسینی حَسنی کیوں نہ محی الدین ہو
اے خضر: مجمعِ بحرین ہے چشمہ تیرا

آپ کے والدین کریمین، پھوپھی سیدہ عائشہ اور نانا سید عبداللہ صومعی اپنے دور کے اصحابِ کرامت اولیاء میں سے تھے، والد ماجد آپ کے بچپن ہی میں وصال فرما گئے تھے اس لیے آپ کی پرورش جدِ محترم (نانا) نے فرمائی۔ علامہ شطنوفی فرماتے ہیں:

وبہ کان یعرف حیث کان بجیلان [بہجۃ الاسرار، ص ۸۸]

آپ جیلان میں تھے تو انہیں کی نسبت سے معروف تھے۔

علامہ شطنوفی آپ کے نانا کا نام ابو عبداللہ صومعی، بیان کرتے ہیں۔[۲]

فطری احترام شریعت:

شرعاً نابالغ بچہ، احکام شریعت کا مکلف نہیں ہے لیکن حضرت شیخ مادر زاد ولی تھے، اس لیے شیر خواری کے زمانہ میں ماہ رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے۔

اشتیاقِ علم:

بچوں کا کھیل کود میں مصروف ہونا ایک فطری تقاضا ہے لیکن حضرت شیخ پر تو ابتداء ہی سے حفاظت الٰہیہ کا پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ فرماتے ہیں جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو مجھے غیبی آواز سنائی دیتی:

تعال الیّ یا مبارک اے برکت والے میری طرف آ

تو میں بھاگ کر اپنی والدہ کی آغوش میں پناہ لے لیتا، آج بھی میں خلوت میں وہ آواز سنتا ہوں۔ [قلائد الجواہر، ص ۳]

بچپن میں اپنے علاقہ کے مدرسہ میں پڑھنے کے لیے جاتے، کسی نے پوچھا کہ آپ کو اپنی ولایت کا علم کب ہوا؟ فرمایا: اس وقت جب میں دس سال کا تھا، گھر سے مدرسہ روانہ ہوتا تو میں دیکھتا کہ فرشتے میرے ارد گرد چل پھر رہے ہیں، جب میں مدرسہ پہنچتا تو میں سُنتا کہ فرشتے بچوں کو کہہ رہے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے ولی کو بیٹھنے کے لیے جگہ دو [زبدۃ الاسرار، ص ۶۸]

شیخ محمد بن قائد اوانی فرماتے ہیں میں نے سیدی شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی ولایت کا دار و مدار کس چیز پر ہے؟ فرمایا:

سچائی پر، میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، حتیٰ کہ اس وقت بھی نہیں جب میں مدرسہ میں پڑھتا تھا۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں: میں نو عمر تھا، عرفہ کے دن (نو ذوالحجہ) بستی کے باہر نکلا اور ایک گائے کے پیچھے چل دیا، گائے نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا عبد القادر: تو اس لیے پیدا نہیں کیا گیا، میں گھبرا کر گھر آ گیا، مکان کی چھت پر چڑھا تو حجابات اُٹھا دیے گئے اور میں نے دیکھا کہ حجاج میدانِ عرفات میں مجتمع ہیں، میرے دل میں علم دین حاصل کرنے کا شوق جنوں خیز پیدا ہو گیا۔ میں نے والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیجیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ بغداد جا کر علم حاصل کروں اور اولیائے کرام کی زیارت کروں، والدہ نے سبب پوچھا تو میں نے ماجرا بیان کر دیا، ان کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں۔ والد کے چھوڑے ہوئے اسی دیناروں میں سے چالیس مجھے دے دیے اور میری صدری میں سی دیے اور چالیس میرے بھائی کے لیے رہنے دیے، مجھ سے ہر حال میں سچ بولنے کا عہد لیا اور رخصت کرتے وقت فرمایا:

بیٹے: جا، میں نے تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا، قیامت سے پہلے میں تیرا چہرہ نہ دیکھ سکوں گی۔ [قلائد الجواہر، ص ۸-۹]

راستے میں ڈاکوؤں کا واقعہ پیش آیا جس کا تذکرہ اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔

اس کے بعد بھی والدہ ماجدہ نقدی کی صورت میں وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ ارسال فرماتی رہیں۔

ورودِ بغداد اور تحصیل علم:

حضرت شیخ ۴۸۸ھ/ ۱۰۹۵ء میں اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد پہنچے، پورے غور وخوض اور آگہی کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کے بعد اپنے دور کے نابغۂ روزگار علما وفضلا سے فقہ، حدیث اور تصوف کا علم حاصل کیا اور عملی طور پر ریاضت ومجاہدہ کے دشوار گزار مراحل طے کیے۔

اساتذۂ فقہ:

ابوالوفاء علی بن عقیل حنبلی، ابوالخطاب محفوظ کلوذانی حنبلی، ابوالحسن محمد ابن قاضی ابو یعلیٰ حنبلی اور قاضی ابوسعید مبارک بن علی مُخرِّمی حنبلی، ان حضرات سے فقہ کے اصول وفروع اور خلافیات پڑھے۔

اساتذۂ حدیث:

ابوغالب محمد بن الحسن باقلانی، ابوسعید محمد بن عبدالکریم، ابوبکر احمد بن مظفر، ابو جعفر بن احمد بن الحسین القاری السراج وغیرہم۔

استاذِ ادب:

ابوزکریا یحیٰی بن علی تبریزی

اساتذۂ سلوک:

حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم بن دروہ دباس اور قاضی ابوسعید مبارک مخرّمی، مؤخر الذکر نے حضرت شیخ کو خرقۂ خلافت بھی عطا فرمایا۔

حضرت قاضی ابوسعید مخرمی نے فرمایا:

عبدالقادر جیلی نے مجھ سے خرقۂ خلافت پہنا اور میں نے ان سے پہنا، ہم میں سے ہر ایک دوسرے سے برکت حاصل کرے گا۔ [قلائد الجواہر-ص۴-۵]

ریاضتِ شاقہ:

حضرت شیخ نے اکتساب علم کے ساتھ ساتھ بے مثال ریاضت کے جاں گسل مراحل کمال ثابت قدمی سے طے کیے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

میں عراق کے صحرا اور ویرانوں میں پچیس سال تنہا مصروفِ سیاحت رہا، نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ مجھے کوئی پہچانتا تھا، میرے پاس رجالِ غیب اور جنات کے گروہ در گروہ آتے تھے۔ میں انہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت کا راستہ دکھاتا تھا، عراق میں داخل ہوتے ہی حضرت خضر علیہ السلام کی مجھ سے دوستی ہوگئی۔ اس وقت میں انہیں نہیں پہچانتا تھا، انہوں نے مجھ سے طے کیا کہ میں ان کے حکم کی خلاف ورزی نہ کروں، ایک دفعہ انہوں نے مجھے ایک جگہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود چلے گئے، ایک سال کے بعد واپس آئے، اس طرح میں تین سال وہاں ٹھہرا رہا۔ وہ ایک سال کے بعد آتے اور چلے جاتے۔ [الطبقات الکبریٰ للشعرانی، مصر-۱/۱۲۹]

یہ وہ دور تھا جب بغداد میں قحط واقع ہوا تھا، غلّے اور خوراک کی شدید قلت پیدا ہوگئی، حضرت شیخ جنگلوں اور ویرانوں کا رُخ کرتے تاکہ درختوں یا سبزی کے پتوں سے بھوک کا علاج کیا جا سکے، جہاں جاتے درویشوں کا ہجوم دیکھ کر واپس آجاتے، ایسے ہی عالم میں ایک دفعہ پھر پھرا کر سوق الریحانیین کی مسجد میں تشریف لائے، فاقے کی شدت اس حد تک پہنچ گئی کہ موت سامنے دکھائی دینے لگی، اتنے میں ایک عجمی شخص مسجد میں آیا اور کھانا کھانے لگا، اس نے قسم دے کر آپ کو بھی اپنے ساتھ شریک کرلیا، اور جب اسے معلوم ہوا کہ یہ عبدالقادر جیلانی ہیں تو وہ پریشان ہوگیا، پوچھنے پر بتایا کہ آپ کی والدہ نے آٹھ دینار آپ کے لیے دیے تھے، تلاش بسیار کے باوجود آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ تین دن سے مجھے کھانے کے لیے کچھ نہیں ملا تو میں نے آپ کی والدہ کی دی ہوئی رقم سے یہ کھانا خریدا ہے، پہلے آپ میرے مہمان تھے لیکن اب میں آپ کا مہمان ہوں، حضرت نے اسے تسلی دی، بچا ہوا کھانا اور کچھ دینار دے کر اسے رخصت کر دیا۔ [قلائد الجواہر-ص ۱۰]

کمالِ استقامت:

حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ اپنے والد گرامی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک دفعہ دورانِ سیاحت ایک ایسے جنگل میں چلا گیا جہاں پانی ناپید تھا۔ کئی دن پانی پیے بغیر گزر گئے، پیاس کی شدت حد سے بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بادل نمودار ہوا، بارش ہوئی اور اس کے چند قطروں سے سکون ملا، اس کے بعد ایک نور ظاہر ہوا جس نے تمام افق کا احاطہ کرلیا اور عجیب صورت

نمودار ہوئی، اس نے کہا:

اے عبدالقادر: میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے تمہارے لیے وہ سب چیزیں حلال کردی ہیں جو دوسروں کے لیے حرام کی ہیں، جو چاہو لے لو اور جو چاہو کرو۔

میں نے کہا اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، ملعون! دور ہو، یہ تو کیا کہہ رہا ہے؟ اچانک وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی، اس نے کہا: اے عبدالقادر! تو نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم اور اپنی منزلوں کے احوال سے باخبر ہونے کے سبب نجات پائی ہے، ورنہ میں اس حربے سے ستر اہل طریق کو گمراہ کر چکا ہوں، جنہیں دوبارہ اپنے مقام پہ کھڑا ہونا نصیب نہیں ہوا۔ میں نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔[اخبار الاخیار۔ص ۱۲]

حضرت شیخ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے جانا کہ یہ شیطان ہے؟ فرمایا: اس لیے کہ اس نے کہا کہ میں نے تمہارے لیے وہ سب کچھ حلال کر دیا جو دوسروں پر حرام ہے، حالاں کہ مجھے یقین تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نہ تو منسوخ ہوسکتی ہے اور نہ ہی اس میں تبدیلی کی جا سکتی ہے، دوسری وجہ یہ تھی کہ اس نے کہا کہ میں تمہارا ربّ ہوں، وہ یہ نہیں کہہ سکا کہ میں اللہ ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔

خرقہ طریقت:

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں گیارہ سال بغداد سے باہر ایک برج میں مقیم رہا، میرے طویل قیام کے باعث اس کا نام برج عجمی پڑ گیا۔ ایک دن میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اس وقت تک کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک مجھے کھلایا اور پلایا نہ جائے، چالیس دن اسی طرح گزر گئے، اس کے بعد ایک شخص آیا اور میرے سامنے کھانا رکھ کر چلا گیا، بھوک کی شدت کے سبب یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی جان نکل جائے گی، لیکن میں نے کہا میں اپنے رب سے کیا ہوا عہد نہیں توڑوں گا، میرے پیٹ سے الجوع الجوع (ہائے بھوک) کی آوازیں آرہی تھیں، اتفاقاً حضرت شیخ ابوسعید مخزی وہاں سے گزر رہے تھے۔ وہ تشریف لائے اور فرمایا یہ آوازیں کیسی ہیں؟ میں نے بتایا کہ یہ نفس کے اضطراب کی علامات ہیں تاہم روح اپنے مولا کی یاد میں پرسکون ہے۔

وہ تشریف لے گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ میرے پاس باب ازج

میں آجاؤ، میں نے طے کیا کہ نہیں جاؤں گا۔ اتنے میں حضرت ابوالعباس خضر تشریف لائے اور مجھے جانے کا مشورہ دیا۔ میں شیخ ابوسعید مخزمی کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا پھر مجھے خرقہ عطا فرمایا۔ [زبدۃ الاسرار، ص-۵۰]

سراپائے اقدس:

علامہ شطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں امام علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی کے حوالے سے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی کا حلیۂ مبارک بیان کیا ہے۔ [بہجۃ الاسرار، ص-۹۰] ۱۶؍جمادی الآخرہ بروز دوشنبہ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء کو سید محمود جان قادری برکاتی کی فرمائش پر امام احمد رضا بریلوی نے ایک نشست میں اس کا ترجمہ اُردو نظم میں کیا، ذیل میں وہ ترجمہ پیش کیا جاتا ہے:

سراپائے نورانی شاہِ جیلانی محبوبِ ربانی
۱۳۲۲ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَعَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِهِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ

حمدِ نعتِ نبی توصیفِ غوث　　بعد ازاں سُن طالبِ تعریفِ غوث
غوثِ اعظم کے فدائی کان لا　　ذکرِ شہ ہے نذرِ شہ کو جان لا
حلیۂ اقدس کہ عینِ نور ہے　　بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے
ترجمہ ترتیب وار اس کا لکھوں　　گوہرِ منثور کو لڑیوں میں لوں
وہ مبارک نثر ہو نثرہ نثار　　یہ ثریا نظم ہو شعریٰ شعار

کَانَ شَیْخُنَا شَیْخُ الْاِسْلَامِ مُحْیِی الدِّیْنِ اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِیْلِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نَحِیْفَ الْبَدَنِ

وہ اکہرا جسم نازک خوش نما　　وہ نحافت میں نزاکت کی ادا
جس پہ واریں خلد میں اپنی پھبن　　یاسمیں، نسریں، سمن، گل نسترن

رَبْعَ الْقَامَۃِ عَرِیْضَ الصَّدْرِ

قد میانہ سروِ باغِ مصطفیٰ　　سینہ چوڑا صحنِ باغِ اصفیا

کیوں نہ ہو سینہ کشادہ دلکشا ۔۔۔ حاشیہ ہے شرحِ صدرِ شاہ کا

عَرِیْضَ اللِّحیَةِ طَوِیْلُھَا

ہے عریض ان کی محاسن اور طویل ۔۔۔ ہیں جزیل ان کے محاسن اور طویل
عرض وطول ریش وافر با وقار ۔۔۔ طولِ عرضِ سائلاں کے ذمہ دار

اَسْمَرَ اللَّوْن

اَسْمَرَ اللَّوْنِ ان کی رنگت گندمی ۔۔۔ خوبیٔ حُسن وملاحت سے بھری
گندمی رنگت سہانی دلِ کشا ۔۔۔ وہ سنہرا پھول باغِ نور کا

مَقْرُوْنَ الْحَاجِبَیْنِ

ابروے پیوستہ کی دل کش بہار ۔۔۔ سو ہلالِ عید ہوں جس پر نثار
دونوں ماہِ عید کی یکجا ہے دید ۔۔۔ لو مبارک قادریو! عید عید
شاد شاداں جان ودل قرباں کرو ۔۔۔ جانِ کہنہ دے کے جانِ تازہ لو
شام تک عیدمہِ نو ہے تمام ۔۔۔ یہ مہِ جاوید ہے عیدِ دوام

اَدْعَجَ الْعَیْنَیْنِ

اَدْعَجَ الْعَیْنَیْنِ ہے وصفِ مبیں ۔۔۔ یعنی آنکھیں ہیں بڑی اور سرمگیں
کیا بڑائی ان بڑی آنکھوں کی ہو ۔۔۔ جوعیاں دیکھیں رسول اللہ کو
کیا بڑی اللہ اکبر آنکھ ہے ۔۔۔ دیدِ اکبر سے مکبر آنکھ ہے
وہ خدا بیں بندہ پرور آنکھ واہ ۔۔۔ مصطفٰے ہیں فیض گستر آنکھ واہ
قدرتی بے سرمہ آنکھیں سرمگیں ۔۔۔ باغ مازاغ البصر سے خوشہ چیں

ذَا صَوْتٍ جَھُوْرِیِّ

جَھُوْرِیُّ الصَّوْتِ خوش اندازہ ہے ۔۔۔ وہ بلند آواز بلند آوازہ ہے

وَسَمْتٍ بَھِیٍّ وَقَدْرٍ عَلِیٍّ وَعِلْمٍ وَفِیٍّ

ہے عجب روشن روش رتبہ رفیع ۔۔۔ علم والا کامل وپاک ووسیع

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

بعد حمد ان جو دہر ہر صبح وشام ۔۔۔ سو درودیں، سو تحیت، سو سلام
ان سراپا نور پر بعدِ رسول ۔۔۔ سر سے پا تک ہو درودوں کا نزول

بے عدد بے انتہا بے حد مدام — تا ابد ہر آن ہر لحظہ دوام
یا الٰہی اس سراپا کے لیے — قادریوں پر تری رحمت رہے
تیری رأفت حفظِ ہر آفت سے ہو — ان سے جو کچھ کام ہو رافت سے ہو
زندگی بھر نازونعمت میں پلیں — بعدِ مُردن ظلِ عزت میں چلیں
جب گروہوں کی پکار اس جا پڑے — یہ پکارے جائیں ان کے نام سے
ان کی دعوت میں ہو شامل ان کا نام — یوم تدعو کل ناس بالامام
یہ رضا اور اس کے احباب اقربا — سب انہیں میں پائیں رضوان ورضا
ان میں ہوں ان میں رہیں ان میں مریں — ان میں اٹھیں عیش خلدان میں کریں
جیتے جی بندہ غلام شاہ ہو — بعد مردن ان کی خاک راہ ہو
وہ محرک نظم کے محمود جاں — سید والا حسب صالح جواں
وہ بھی ہوں مسعود تن محمود جاں — میں بھی ہوں محمود تن مسعود جاں

یَـا اِلٰـہَ الْـحَـقِّ اَجِبْ قَـوْلِیْ اَجِبْ
اِسْتَـجِـبْ اَلـلّٰـہُ اَکْبَـرُ اِسْتَـجِـبْ

آغاز رشد وہدایت:

حضرت شیخ نے بغداد میں شریعت وطریقت کے علوم ومعارف حاصل کر لیے تو مخلوقِ خدا کو فیض یاب کرنے کا وقت آ گیا، ماہِ شوال ۵۲۱ھ/۱۱۲۷ء کو محلہ حلبہ برانیہ میں آپ نے وعظ کا آغاز فرمایا۔ [بہجۃ الاسرار۔ص۔۹۰]

بغداد کے محلہ باب الازج میں حضرت شیخ ابوسعید مخرمی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے حضرت شیخ کے سپرد کر دیا جہاں آپ نے تدریس، افتاء، وعظ اور علمی اجتہاد اور عملی جہاد کا کام شروع کیا۔ بہت جلد آپ کا شہرہ دور دراز تک پہنچ گیا اور تشنگانِ علوم شریعت وطریقت پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہونے لگے، اس کے ساتھ ہی مدرسہ کی توسیع کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ چناں چہ اہل ثروت عقیدت مندوں نے مالی اور درویشوں نے جسمانی خدمات پیش کر دیں۔ ۵۲۸ھ/۱۱۳۴ء میں یہ مدرسہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور حضرت شیخ کی نسبت سے قادریہ مشہور ہوا۔ [قلائد الجواہر، ص۔۵]

آپ نے وعظ وتبلیغ کا سلسلہ (۵۲۱/ ۱۱۶۶ء) تک جاری رکھا، اس طرح آپ نے

چالیس سال تبلیغ اور تینتیس سال تدریس وافتا کے فرائض انجام دیے۔[زبدۃ الاسرار،ص-۳۹]

افتا:

حضرت شیخ، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ علماءِ عراق آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر حیران رہ جاتے، انہیں اس بات پر حد درجہ تعجب ہوتا کہ آپ قلم برداشتہ جواب تحریر فرماتے ہیں اور بالکل صحیح جواب دیتے ہیں۔

آپ کے پاس ایسے ایسے استفتا آتے جن کے جواب سے دیگر علما عاجز آجاتے تھے، آپ فوراً ان کا جواب عنایت فرمادیتے۔ بلادِ عجم سے ایک سوال پیش ہوا جس کا جواب عراق عرب اور عراقِ عجم کے علما نہ دے سکے۔ سوال یہ تھا کہ ایک شخص نے تین طلاق کا قول کیا ہے۔ اگر وہ ایسی عبادت نہ کرے جس میں اس کے ساتھ اس وقت کوئی دوسرا شریک نہ ہو، وہ کونسی عبادت کرے؟ حضرت شیخ نے اسی وقت جواب تحریر فرمایا کہ وہ مکہ معظمہ جائے، اس کے لیے مطاف خالی کرادیا جائے اور وہ تنہا سات چکر طواف کرے، اس وقت اس عبادت میں کوئی دوسرا اس کے ساتھ شریک نہ ہوگا، سوال کرنے والا ایک رات بھی بغداد میں نہ رہا اور اسی دن مکہ معظمہ روانہ ہوگیا۔[قلائد الجواہر، ص،۹-۳۸]

تدریس:

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے درس وتدریس کا آغاز فرمایا تو علما، صلحا اور فقہا کا جمِ غفیر آپ کے پاس جمع ہوگیا۔ دور دراز سے تشنگانِ علم حاضر ہوتے اور آپ کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے۔ آپ چوں کہ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے، اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے طلبہ کو کسی دوسرے عالم کے پاس جانے کی حاجت نہ رہتی۔

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں تفسیر، علوم حدیث، فقہ، اختلافِ مذاہب، اصول اور نحو کا درس دیتے، ظہر کے بعد قرآن پاک تجوید وقرأت (قرأت مختلفہ) کے ساتھ پڑھاتے۔[زبدۃ الاسرار، ص-۴۰]

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا اندازِ تلقین انفرادی حیثیت کا حامل تھا۔ کسی شخص کو فلسفہ یا علمِ کلام میں مصروف دیکھتے تو اس کا رُخ کمال لطافت کے ساتھ قرآن وحدیث اور معرفت

الٰہیہ کی طرف پھیر دیتے۔ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کو علم کلام کے ساتھ گہرا شغف تھا، جوانی کے عالم میں ہی اس علم کی متعدد کتابیں یاد کر چکے تھے۔ ایک دفعہ اپنے عمِ محترم کے ہمراہ حضرت شیخ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آپ کے چچا نے عرض کیا: جناب! میرا یہ بھتیجا علمِ کلام کا دلدادہ ہے۔ کئی دفعہ اسے منع کر چکا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتا، شیخ سہروردی کا بیان ہے کہ حضرت نے مجھے فرمایا: تم نے اس علم کی کونسی کتاب یاد کی ہے، میں نے چند کتابوں کے نام عرض کیے، آپ نے میرے سینے پر دستِ مبارک پھیرا، بخدا! ہاتھ پھیرتے ہی میری یہ حالت ہوگئی کہ مجھے ان کتابوں کا ایک لفظ بھی یاد نہ رہا، اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ مسائل بھلا دیے اور اسی وقت مجھے علمِ لدنی عطا فرما دیا۔ وہاں سے اٹھتے ہی میری زبان پر ایمانی حکمت کے نکات جاری ہوگئے۔ [قلائد الجواہر، ص-۲۹-۳۰]

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات، ابرِ باراں کی طرح برستے ہیں اور چشمِ زدن میں جل تھل کر جاتے ہیں۔ ابو محمد خشاب نحوی کہتے ہیں کہ میں نوجوان تھا اور نحو پڑھا کرتا تھا۔ ایک دن بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہوا تو میری جانب خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے پاس رہو، ہم تمہیں سیبویہ بنا دیں گے، چناں چہ میں حاضر ہوگیا، میرے پاس نحو کے قواعد و احکام اور دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ کا ایسا ذخیرہ جمع ہوگیا جو اس سے پہلے نہ تو مجھے معلوم تھا اور نہ ہی کسی سے سنا تھا اور ایک سال سے بھی کم عرصے میں، میں نے وہ کچھ حاصل کیا جو پوری زندگی میں حاصل نہ کر سکا تھا۔

تعلیم کے شعبے سے تعلق رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ کند ذہن اور غبی قسم کے طالب علم کس قدر سوہانِ رُوح ہوتے ہیں۔ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر قسم کے لوگوں کو کمال استقامت سے برداشت فرماتے تھے۔ اُبی نامی ایک عجمی طالبِ علم آپ سے پڑھا کرتا تھا۔ حالت یہ کہ کسی مسئلے کو سمجھنے کا نام ہی نہ لیتا، ابن السمحل نے ایک دن یہ کیفیت دیکھی تو اس طالب علم کے جانے کے بعد عرض کیا کہ تعجب ہے آپ ایسے طالبِ علم کو کس طرح برداشت فرماتے ہیں، فرمایا: میری مشقت کا عرصہ ایک ہفتے سے کم رہ گیا ہے، پھر یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چلا جائے گا۔ ایک ہفتے سے پہلے ہی وہ فوت ہوگیا۔ [ایضاً، ص-۹]

تلامذہ اور خلفا:

حضرت محبوب سبحانی قدس سرہٗ کے دریائے علم و معرفت سے ان گنت لوگ سیراب ہوئے، تکمیل علوم کرنے اور خرقہ پہننے والوں کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچتی ہوگی۔ ذیل میں چند نامور علما و مشائخ کے اسما درج کیے جاتے ہیں جو چشمہ غوثیہ سے شاد کام ہوئے۔

ابوعمرو عثمان بن مرزوق قرشی و نزیل مصر، شیخ ابومدین، قاضی ابویعلیٰ محمد بن الفراء، (مصنف الاحکام السلطانیۃ) ابومحمد حسن الفارسی، ابومحمد عبد اللہ بن احمد بن خشاب نحوی، ابوالعز عبدالمغیث بن زہر، حافظ العراق ابوعمرو عثمان بن اسماعیل بن ابراہیم سعدی، اپنے دور کے شافعی کہلاتے تھے، ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم معروف بہ ابن الکیزانی، ابومحمد اسلان بن عبداللہ، ابوالسعود احمد بن ابی بکر الحریمی العطاء، ابوعبداللہ محمد بن ابی المعالی قائد الاوانی الشہید، قاضی القضاۃ ابوالقاسم عبدالملک بن عیسیٰ الماردینی، ابوبکر عبداللہ بن نصر تمیمی مفتی العراق، ابوعبداللہ الغنی بن عبدالواحد المقدسی امیر المومنین فی الحدیث، امام موفق الدین ابو محمد عبداللہ احمد بن قدامہ، مقدسی (صاحب المغنی) ابوالحسن علی بن ابراہیم الیمنی، ابوالقاسم عمر بن مسعود معروف بہ بزار، ابوعبداللہ محمد بطائحی نزیل بعلبک، ابوالبقا عبداللہ بن حسین العکبری، البصری (شارح متنبی) ابومحمد عبدالعزیز بن دلف بغدادی، انہوں نے بہت زیادہ استفادہ کیا، ابوطالب عبداللطیف الحرانی المعروف بہ ابن القبطی، سیدنا غوث اعظم سے سماع کرنے والوں میں سے آخری محدث ہیں۔ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ [بہجۃ الاسرار، ص-۱۳-۱۶]

وعظ و ارشاد:

سیدنا غوث اعظم، ہفتے میں تین دن خطاب فرماتے، جمعہ کی صبح، منگل کی شام اور اتوار کی صبح، طریقہ یہ تھا کہ پہلے قاری صاحب قرآن پاک تلاوت کرتے، اس کے بعد حضرت خطاب فرماتے، سید مسعود ہاشمی تلاوت کرتے، کبھی دوسرے دو حضرات تلاوت کرتے جو دونوں بھائی تھے، تلاوت سادہ انداز میں لحن کے بغیر ہوتی۔

حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں کہ ابتداءً مجھ پر وعظ و تقریر کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ خاموش رہنا میری طاقت سے باہر ہو جاتا، میری مجلس میں دو یا تین آدمی سننے والے ہوتے،

مگر میں نے سلسلۂ کلام جاری رکھا پھر لوگوں کا ہجوم اس قدر بڑھا کہ جگہ تنگ ہوگئی، پھر عید گاہ میں خطاب شروع کیا، وہ بھی ناکافی ہوئی تو شہر سے باہر کھلے میدان میں اجتماع ہونے لگا اور ایک ایک مجلس میں ستر ہزار کے قریب سامعین جمع ہونے لگے۔ چار سو افراد، قلم دوات لے کر آپ کے ملفوظات جمع کرتے تھے۔ [اخبار الاخیار، فارسی، ص-۱۲]

جب آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو مختلف علوم میں گفتگو فرماتے اور ہیبت اتنی ہوتی کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا پھر اچانک فرماتے: قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ سنتے ہی سامعین کی حالت میں عظیم انقلاب رونما ہوتا، کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوتا، کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا، کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا، کچھ ایسے بھی ہوتے جن پر شوق اور ہیبت کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ طائر روح قفسِ عنصری سے ہی پرواز کر جاتا، غرض یہ کہ حاضرین اور سامعین میں سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ [اخبار الاخیار، فارسی، ص-۱۲]

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھوں پر پانچ ہزار سے زیادہ یہود و نصاریٰ تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ رہزنوں اور فسق و فجور میں مبتلا افراد جنہوں نے میرے ہاتھوں پر توبہ کی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔

آپ کی ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی یہودی یا عیسائی مشرف باسلام ہوتا، ڈاکو، قاتل اور دیگر جرائم پیشہ اور بد عقیدہ لوگ تائب ہوتے۔ [قلائد الجواہر، ص ۱۸-۱۹]

حضرت شیخ عموماً عربی میں خطاب فرماتے لیکن بعض اوقات فارسی میں بھی خطاب فرماتے اسی لیے آپ کو ذوالبیانین واللسانین اور امام الفریقین کہتے ہیں۔ [اخبار الاخیار، ص ۲۰] آپ کی کرامت یہ تھی کہ دور و نزدیک کے لوگ یکساں طور پر آپ کی آواز سنتے تھے۔ [زبدۃ الاسرار، ص-۵۸]

بارگاہِ نبوت کے فیوض:

سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت جہاں دیگر اربابِ علم و فضل سے فیض یاب ہوئی وہاں انہیں براہِ راست بارگاہِ رسالت سے بھی سیراب اور سرشار کیا گیا۔ ایک دن دورانِ وعظ فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا:

بیٹے: تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا: میں عجمی ہوں، بغداد کے فصحا کے سامنے لب کشائی کیسے کروں؟ حضور نے مجھے سات مرتبہ لعابِ دہن عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا لوگوں سے خطاب کرو اور انہیں حکمت اور موعظہ حسنہ سے اپنے رب کی طرف بلاؤ، اتنے میں نماز ظہر پڑھی اور بیٹھ گیا۔ لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہے مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت علی مرتضیٰ تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے چھ مرتبہ لعابِ دہن عطا فرمایا، عرض کیا سات کی تعداد پوری کیوں نہیں فرمائی؟ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر۔ [زبدۃ الاسرار، ص-۵۶]

ایک مجلس میں حضرت شیخ علی بن الہیتی کو اونگھ آ گئی، حضرت شیخ نے سلسلہ کلام منقطع کردیا اور ان کے پاس جا کر باادب کھڑے ہو گئے۔ جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے کہا میں نے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے، حضرت شیخ نے فرمایا اسی لیے تو میں باادب کھڑا ہوں، شیخ علی بن ہیتی نے فرمایا:

میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا حضرت شیخ نے بیداری میں دیکھ لیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تاکید فرمائی کہ میں شیخ سے وابستہ رہوں۔ [ایضاً، ص-۵۹]

حضرت شیخ نے ایک دفعہ فرمایا: ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم بقدم ہوتا ہے اور میں اپنے جدِ امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم بقدم ہوں، آپ نے جہاں سے قدم اٹھایا میں نے وہیں قدم رکھا سوائے مقامِ نبوت کے۔ [قلائد الجواہر، ص-۲۶]

نبی کے قدموں پر ہے جز نبوت
کہ ختم اس راہ میں حائل ہے یا غوث
الوہیت ہی احمد نے نہ پائی،
نبوت ہی سے تو عاطل ہے یا غوث

تبحر علمی:

فیضانِ نبوت وولایت کی موسلا دھار بارش نے سیدنا غوث اعظم کو علم وفضل کا بحر بے کراں بنا دیا تھا، آپ کے ارشادات کو سن کر بڑے بڑے اصحابِ کمال، اپنے عجز اور کم مائگی کے اعتراف پر مجبور ہو جاتے۔

ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ/۱۲۰۱ء) اپنے دور کے نامور مصنف اور نقادِ حدیث تھے، انہوں نے بہت سی احادیث کو اپنی معلومات کی مخالفت اور وہم کی بنا پر موضوع قرار دے دیا۔ شیخ علامہ ابن حجر عسقلانی نے متعدد مقامات میں ان پر بحث کی ہے اور کہا کہ احادیث کے موضوع قرار دینے میں ان پر اعتماد نہیں ہے۔ انہوں نے سُنت کے خلاف مروج بدعات پر سخت تنقید کی اور اس میں اس حد تک آگے چلے گئے کہ صوفیائے کرام سے غلبۂ حال میں سرزد ہونے والے اقوال و افعال پر بھی شدید طعن کیا اور جنون و جہالت کا نتیجہ قرار دیا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

درحقیقت یہ بھی تلبیس ابلیس ہے جو اس راستے سے ان پر حملہ آور ہوئی ہے۔ [مقدمہ اشعۃ اللمعات، ص-۲۲]

ابن جوزی نے جہاں اپنی کتابوں میں بغداد اور دیگر مقامات کے اولیائے کرام کا ذکر کیا ہے۔ حضرت سیدنا غوث اعظم کا ذکر نہیں کیا، بلکہ بقول حضرت خواجہ محمد پارسا حضرت شیخ پر انکار کیا اور اسی سبب سے پانچ سال جیل میں رہے۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: میں نے مکہ معظمہ میں ایک رسالہ دیکھا جس میں لکھا ہوا تھا کہ بعض مشائخ اور علما، ابن جوزی کو حضرت شیخ عبدالقادر کی خدمت میں لے گئے اور معافی کی درخواست کی، شیخ نے انہیں معاف فرما دیا۔ شیخ محقق فرماتے ہیں میں نے یہ واقعہ اپنے شیخ سیدی عبدالوہاب سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا:

ابن جوزی بڑے عالم اور محدث تھے، الحمدللہ کہ اس ورطہ سے نجات پا گئے

پھر فرمایا: اے فلاں! شیخ عبدالقادر عظیم الشان بزرگ ہیں اور ان کا انکار زہرِ قاتل ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ [مقدمۂ اشعۃ اللمعات، ص-۳۲]

ابراہیم الداری فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن جامع مسجد جاتے تو لوگ بازار میں ٹھہر جاتے تا کہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجتوں کی دعا کریں۔ ایک دن جمعہ کے روز آپ کو چھینک آئی تو مسجد میں حاضرین نے کہا: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَيَرْحَمُ بِكَ اللّٰهُ

اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی بدولت رحمت نازل فرمائے۔

لوگوں کی ملی جلی آوازوں کا شور سن کر مقصورۂ مسجد (ایک کمرہ) میں موجود خلیفہ

مستنجد باللہ نے پوچھا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ جب بتایا گیا کہ شیخ کو چھینک آئی ہے اور لوگ اس کا جواب دے رہے ہیں تو خلیفہ خوف زدہ ہو گیا [قلائد الجواہر، ص-۱۹] کہ جب شیخ کی چھینک کا یہ حال ہے تو ہم کس شمار و قطار میں ہیں۔

قول و فعل کی ہم آہنگی:

ایک خطیب کے لیے ضروری ہے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو ورنہ سامعین پر کما حقہٗ اثر نہ ہوگا۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن مدرسہ نظامیہ میں خطاب فرما رہے تھے، فقرا اور فقہا کی ایک جماعت حاضر تھی۔ اتنے میں چھت سے ایک بڑا سانپ آپ کی گود میں آ کر گرا، حاضرین خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے، وہ سانپ آپ کے کپڑوں میں داخل ہو گیا اور گردن کے گرد لپٹ گیا، آپ نے نہ تو سلسلۂ کلام قطع کیا اور نہ ہی پہلو بدلا، پھر وہ الگ ہو کر دُم کے بل کھڑا ہو گیا اور کچھ بات کی اور چلا گیا۔ حاضرین نے عرض کیا یہ کیا ماجرا تھا؟ حضرت شیخ نے فرمایا:

اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے متعدد بار اولیا کو اس طرح آزمایا مگر کوئی بھی آپ کی طرح ثابت قدم نہ رہا۔ میں نے کہا کہ میں قضا و قدر کے موضوع پر تقریر کر رہا تھا اور تو ایک معمولی کیڑا ہے جسے قضا و قدر حرکت و سکون میں لاتی ہے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے قول و فعل میں تضاد پایا جائے۔ [قلائد الجواہر، ص-۳۴]

جلالتِ علم:

تبلیغ و ہدایت کے لیے علمِ دین کا حامل ہونا نہایت ضروری ہے۔ جو خود علم نہیں رکھتا اسے حق نہیں پہنچتا کہ دوسروں کو تبلیغ کرتا پھرے، حضرت شیخ نے جب تک علمی کمال حاصل نہ کر لیا میدانِ تبلیغ میں قدم نہ رکھا۔ ایک دفعہ بغداد کے ایک سو نہایت ذکی فقہا امتحان لینے کے لیے بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک نے متعدد سوالات تیار کیے ہوئے تھے، جب تمام حضرات مجلس میں بیٹھ گئے تو حضرت شیخ نے اپنا سر مبارک جھکا لیا، ان کے سینے سے نور کا ایک شعلہ برآمد ہوا اور تمام علما کے سینوں پر سے گزر گیا۔ ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب مٹ گیا، اب ان کے غم و اضطراب کا عالم دیدنی تھا، کوئی چیخ رہا تھا، کسی نے

عمامہ اتار پھینکا اور کسی نے گریبان چاک کر دیا۔ حضرت شیخ کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور ان کے ایک ایک سوال کا جواب عنایت فرمایا، چناں چہ سب نے بالاتفاق آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا۔ [الطبقات الکبریٰ للشعرانی، ۱/ ۱۲۸]

مقصد کی لگن:

دین متین کی تبلیغ ہر صاحب علم کا فریضہ ہے، آج کل فتنہ و فساد کی کثرت کا بڑا سبب یہ ہے کہ مقررین نے اس شعبے کو ذریعہ معاش بنالیا ہے اور معمولی سے عذر کو بنیاد بنا کر وعدہ کے باوجود جلسوں میں نہیں پہنچتے۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اولاد امجاد میں سے کسی کی وفات کی اطلاع ملتی تو مجلس اور خطاب کو جاری رکھتے اور جب جنازہ حاضر ہوتا تو کرسی سے اتر کر نماز جنازہ ادا فرماتے۔ [زبدۃ الاسرار، ص- ۵۵]

حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے: میرے ہاں جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے ہاتھوں پر اٹھا کر کہا کہ یہ میت ہے، اس کے پیدا ہوتے ہی میں اسے اپنے دل سے نکال دیتا تھا۔ [الطبقات الکبریٰ، ۱/ ۱۲۹]

حضرت شیخ کا زمانہ:

جب آپ بغداد تشریف لائے تو اس وقت ابوالعباس مستظہر بامر اللہ (م ۵۱۲ھ) کا عہد تھا، ان کے بعد مسترشد، راشد، المقتفی لامر اللہ اور المستنجد باللہ یکے بعد دیگرے تختِ حکومت پر متمکن ہوئے۔ اس دور میں سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفا کی کشمکش اپنے عروج پر تھی، حصولِ اقتدار کے لیے بے دریغ مسلمانوں کا خون بہایا جاتا، گویا خوفِ خدا اور خوفِ آخرت کی جگہ اقتدار اور دنیا کی محبت نے لے لی تھی۔ اسی لیے حضرت شیخ کے خطبات میں اخلاص، للّٰہیت اور خشیتِ الٰہیہ پر بہت زور دیا گیا ہے۔

فتنوں کا استیصال:

حضرت شیخ کے دور میں امتِ مسلمہ متعدد فتنوں کی زد میں تھی۔ آپ نے بیک وقت ان سب کا مقابلہ کیا اور کشتیِ ملت کو بروقت سہارا دیا۔ اربابِ اقتدار کی رسہ کشی، علمائے سوء اور ابن الوقت صوفیا کی تبلیغ دین سے بے رغبتی، دنیا اور جاہ و زر کی محبت اور مسلمانوں

کے سیاسی اضمحلال کے نتیجے میں جو فتنے پیدا ہوئے، ان کا اجمالی طور پر ذکر کیا جاتا ہے اور یہ کہ حضرت شیخ نے ان کا کیا علاج تجویز کیا؟

۱- ارباب اقتدار کے باہمی مناقشات اور تخت حکومت پر قابض ہونے کی ہوس، حضرت شیخ نے اپنے خطبات میں اخلاص، للّٰہیت اور خشیت الٰہیہ پر زور دیا، دنیا کے مقابلے میں آخرت اور آخرت کے مقابلے میں رضائے الٰہی کے طلب کرنے کی تلقین فرمائی۔

۲- اسلامی خلافت کے رُو بہ زوال ہونے اور مسلمانوں کے سیاسی اور فکری اعتبار سے کمزور ہونے کے سبب عیسائیت نئے ہتھکنڈوں سے لیس ہو کر علمی، فکری اور معاشرتی لحاظ سے اسلام پر حملہ آور ہو رہی تھی۔ اس لیے حضرت شیخ نے توحید اور اسلام کی حقانیت پر بہت زیادہ زور دیا اور قوم مسلم کی کامیابی کا راستہ صرف اور صرف صحیح معنوں میں مسلمان بننے کو قرار دیا۔

۳- پانچویں اور چھٹی صدی میں اموی اور عباسی خلفا کے ابتدائی سلسلے نے منطق و فلسفہ اور دیگر علوم کا لٹریچر دوسری زبانوں سے عربی میں منتقل کیا۔ بڑے بڑے فضلا اس کام کے لیے مختص کیے اور یہ باور کر لیا گیا کہ یہ علم و دانش کی بہت بڑی خدمت ہے، لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمان، فلسفی افکار و نظریات کے زیر اثر، عقلیت محضہ سے متاثر ہونے لگے یعنی وحی و نبوت کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر عقل آوارہ کی راہنمائی کو کافی سمجھنے لگے اور جو باتیں از قبیل معجزات و کرامات ان کی سمجھ میں نہ آتیں، ان کی بے دھڑک تاویلیں کرنے لگے۔ حضرت شیخ نے اپنے خطبات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ، صحابۂ کرام اور اولیائے عظام کی پیروی کی اہمیت کو بھرپور انداز میں پیش کیا۔ اس طرح انہوں نے مسلمانوں کو معتزلہ باطنیہ اور فلاسفہ کی راہ پر چلنے سے منع کیا، اس سے پہلے شیخ مظفر منصور کا واقعہ گزر چکا ہے کہ انہیں فلسفہ کی قلمی کتاب دھوڈالنے اور فضائل قرآن کی کتاب پڑھنے کا حکم دیا۔

۴- اس دور میں شیعی تعصب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ ان کے غلط رجحانات روز بروز زور پکڑتے جارہے تھے رہا آخر اس خلفشار نے عباسی خلافت کا خاتمہ کر دیا، حضرت شیخ نے نہ صرف صحابۂ کرام کی عظمت کو اجاگر کیا، اور ان کی پیروی کو ذریعۂ نجات قرار دیا بلکہ ان کے ارشادات کو بہ طور سند استشہاداً پیش کیا۔

۵- فسق و فجور کی کثرت کا علاج، تقویٰ و پرہیز گاری، تزکیۂ نفس اور خدا و رسول کی اطاعت کی تعلیم سے کیا۔ [شاہ جیلاں، عبدالنبی کوکب، ص ۹-۶۸، رضا اکیڈمی، لاہور]

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ کے خطبات سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس دور کے فتنوں کے استیصال کے لیے ہوتے تھے اور اس مقصد میں کامیابی کا یہ عالم تھا کہ ہر مجلس میں غیر مسلم مشرف باسلام ہوتے، بدمذہب راہِ راست پر آتے اور فساق و فجار تائب ہو کر تقویٰ و طہارت کی راہ پر گامزن ہو جاتے۔

اندازِ بیان:

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نہایت سادہ اور عام فہم انداز میں دین کے اسرار و رموز بیان فرما دیتے تھے۔ آپ کا خطاب نہ تو طویل ہوتا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کا الجھاؤ پایا جاتا، آپ کے ہاں فلسفیانہ موشگافی نہیں بلکہ قرآن پاک کا حکیمانہ انداز پایا جاتا ہے، ایک ہی مجلس میں مختصر جملوں میں متعدد موضوعات پر اظہار خیال فرماتے، آپ کا ایک ایک جملہ سامعین کے دل و دماغ میں اتر جاتا، دین متین کی تعلیمات کو پرکشش انداز میں بیان فرماتے، بعض اوقات پر جلال کلمات بھی زبان مبارک سے صادر ہو جاتے جن سے ہر بڑا چھوٹا متاثر ہوتا، موقع و محل کے مطابق قرآن پاک کی آیات اور احادیث طیبہ کو بیان کرتے بعض اوقات صحابہ کرام اور اولیائے عظام کے ارشادات بھی زیبِ سخن بنتے، اسی طرح کبھی کبھی مقصد کو ذہن نشین کرنے کے لیے تمثیلات بھی بیان فرما دیتے۔ چند نمونے پیش خدمت ہیں:

اسم اعظم:

علامہ سید احمد طحطاوی فرماتے ہیں:

قَالَ الْقُطْبُ عَبْدُ الْقَادِرِ الْجِيلَانِيُّ الْإِسْمُ الْأَعْظَمُ هُوَ اللّٰهُ لٰكِنْ بِشَرْطِ اَنْ تَقُوْلَ اَللّٰهُ وَلَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ سِوَاهُ. [حاشیہ مراقی الفلاح، ص ۲- مصر]

قطب وقت عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ اسم اعظم "اللہ" ہے بشرطیکہ اللہ کہتے وقت تمہارے دل میں اس کے سوا دوسرا کوئی نہ ہو۔

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں محوِ استراحت ہوتیں اور دل پاک بیدار

ہوتا، آپ جس طرح آگے دیکھتے تھے، اسی طرح پیچھے دیکھتے:۔ ہر شخص کی بیداری اس کے حال کے مطابق ہے، کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیداری کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی کوئی آپ کی خصوصیات میں شریک ہو سکتا ہے۔ ہاں آپ کی امت کے ابدال، اولیائے آپ کے بچے ہوئے کھانے اور پانی کو تناول کرتے ہیں، انہیں آپ کے مقامات کے دریاؤں میں سے ایک قطرہ اور آپ کی کرامات کے پہاڑوں سے ایک ذرہ دیا جاتا ہے کیوں کہ وہ آپ کے مقتدی ہیں، آپ کے دین پر عمل پیرا ہیں، آپ کے دین کی خدمت اور راہنمائی کرتے ہیں اور آپ کے دین وشریعت کے علم کی اشاعت کرتے ہیں۔

کتاب وسنت کے پروں کے ساتھ بارگاہِ خداوندی کی طرف پرواز کر، دربارِ الٰہی میں اس حال میں حاضر ہو کہ تیرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو، حضور کو اللہ تعالیٰ کا وزیر اور اپنا معلم بنا، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں زیب وزینت دے کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں گے، آپ روحوں میں حکم فرمانے والے، مریدین کے مربی، مقامِ محبوبیت پر فائز ہونے والوں کے سردار، اولیا کے امام اور ان کے درمیان احوال ومقاماتِ تقسیم کرنے والے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کارِ تقسیم آپ کے سپرد کر دیا ہے (حدیث شریف میں ہے انما انا قاسم و یعطی اللہ) آپ کو سب کا امیر بنا دیا ہے، دستور ہے۔ کہ جب بادشاہ کی طرف سے لشکر کو خلعتیں دی جاتی ہیں تو انہیں امیر ہی تقسیم کرتا ہے۔ [الفتح الربانی، ص-۱۴۳]

مقام انبیا علیہم السلام:

انبیا علیہم السلام ہمیشہ اپنے نفوس، طبائع اور خواہشات کی مخالفت کرتے رہے یہاں تک کہ ریاضت ومجاہدہ کی کثرت کے سبب حقیقت کے لحاظ سے زمرۂ ملائکہ میں داخل ہو گئے۔ [الفتح الربانی، ص-۶۹]

اتباع شریعت:

جو شخص آدابِ شریعت نہیں اپناتا، قیامت کے دن آگ اسے ادب سکھائے گی [ایضا، ص-۹۱]

وہ حقیقت بے دینی ہے جس کے لیے شریعت گواہی نہ دے۔ [ایضا، ص-۹۰]

کتاب وسنت:

جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا، ایک ہاتھ میں آپ کی شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآن پاک نہیں تھامتا، اس کی رسائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں ہوسکتی، وہ تباہ اور برباد ہوجائے گا، گمراہی اور ضلالت اس کا مقدر ہوگی، یہ دونوں بارگاہِ الٰہی تک تیرے راہنما ہیں، قرآن پاک، تمہیں دربارِ خدا تک اور سنت، بارگاہِ مصطفیٰ تک پہنچائے گی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ [ایضاً، ص-۹۱]

تم اپنی نسبت اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صحیح کرلو، جو صحیح معنوں میں آپ کا پیروکار رہوا اس کی نسبت صحیح ہے، اتباع کے بغیر تمہارا یہ کہہ دینا مفید نہیں کہ میں حضور کی امت میں سے ہوں، جب تم اقوال وافعال میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کروگے تو آخرت میں آپ کی صحبت میں ہوگے۔ [ایضاً، ص۹۱]

وہ علم۔۔جس کے ساتھ عمل نہ ہو:

علم چھلکا ہے اور عمل مغز، چھلکے کی حفاظت اس لیے کی جاتی ہے کہ مغز محفوظ رہے اور مغز کی حفاظت اس لیے کی جاتی ہے کہ اس سے تیل نکالا جائے، وہ چھلکا کس کام کا جس میں مغز نہ ہو، اور وہ مغز بے کار ہے جس میں تیل نہ ہو، علم ضائع ہو چکا ہے کیوں کہ جب علم پر عمل نہ رہا تو علم بھی ضائع ہوگیا۔ عمل کے بغیر علم کا پڑھنا اور پڑھانا کیا فائدہ دے گا؟ اے عالم! اگر تو دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اپنے علم پر عمل کر اور لوگوں کو علم سکھا۔ [الفتح الربانی، ص۱۰۶]

وہ عمل۔۔جس کے ساتھ علم نہ ہو:

مجھے تیری مدح یا ذم، دینے اور نہ دینے کی فکر نہیں ہے، تیری خیر اور شر اور تیرے متوجہ ہونے یا نہ ہونے کو بھی میں خاطر نہیں لاتا، تو جاہل ہے اور جاہل کی پروا نہیں کی جاتی، اگر تجھے موقع ملے اور تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو تیری عبادت مردود ہوگی، کیوں کہ یہ عبادت، جہالت پر مبنی ہے اور جہالت تمام تر فساد کا باعث ہے۔ [ایضاً، ص۰۷]

پہلے فرائض پھر نوافل:

صاحبِ ایمان کو چاہیے کہ پہلے فرائض ادا کرے۔ جب ان سے فارغ ہو تو

سنتیں ادا کرے پھر نوافل اور فضائل میں مشغول ہو، فرائض سے فارغ ہوئے بغیر سنتوں کا ادا کرنا بے وقوفی اور سرکشی ہے۔ فرائض کے ادا کرنے سے پہلے سنتوں اور نفلوں میں مصروف ہوا تو وہ مقبول نہ ہوں گے بلکہ وہ ذلیل کیا جائے گا۔ [قلائد الجواہر، عربی، ص-۹۰]

نماز اور دیگر اعمال:

اے لڑکے: تو دنیا میں بقا اور عیش کے لیے پیدا نہیں کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے نا پسندیدہ امور کو تبدیل کر دے۔ تو نے سمجھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لینا کافی ہے، یہ تیرے لیے اسی وقت مفید ہوگا جب تو اس کے ساتھ کچھ اور امور (اعمالِ صالحہ) ملائے گا، ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے۔ جب تو گناہوں، لغزشوں میں مبتلا اور احکامِ الٰہیہ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا، ان پر اصرار کرے گا، نماز، روزہ، صدقہ اور افعالِ خیر ترک کرے گا تو یہ دو شہادتیں تجھے کیا فائدہ دیں گے؟

جب تو نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو یہ ایک دعویٰ ہے، تجھے کہا جائے گا اس دعوے پر دلیل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کا ادا کرنا، جن سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا، آفتوں پر صبر کرنا اور تقدیرِ الٰہی کو تسلیم کرنا اس دعویٰ کی دلیل ہے، جب تو نے یہ عمل کیے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے بغیر مقبول نہ ہوں گے، قول بغیر عمل کے اور عمل بغیر اخلاص اور اتباعِ سُنت کے مقبول نہیں۔ [الفتح الربانی، ص-۱۰]

حضرت شیخ نے فرمایا کہ ایمان قول اور عمل کا نام ہے جب کہ محققین متکلمین کے نزدیک ایمان نام ہے ان امور کی تصدیق کا جو نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے، البتہ احکامِ اسلام تب جاری ہوں گے جب زبان سے اقرار کرے گا اور ایمان کامل تب ہوگا جب اعمالِ صالحہ پائے جائیں گے۔

زہد کیا ہے؟

جو آخرت کا طلب گار ہو اسے دنیا سے بے نیاز ہو جانا چاہیے، اور جو اللہ تعالیٰ کا طالب ہو اسے آخرت سے بھی بے نیاز ہو جانا چاہیے۔ دنیا کو آخرت کے لیے اور آخرت کو اپنے ربِ کریم کے لیے ترک کر دے۔ جب تک اس کے دل میں دنیا کی خواہش اور لذت باقی رہے گی، اور جب تک وہ کھانے پینے کی اشیا، لباس، اہل و عیال، مکان، سواری اور

اختیار واقتدار سے راحت حاصل کرنا چاہے، یا فنونِ علمیہ میں سے کسی فن مثلاً مسائل عبادات سے زیادہ فقہ، روایتِ حدیث، یا مختلف قراءات سے قرآن پاک کے پڑھنے، نحو، لغت یا فصاحت و بلاغت میں محو ہو، یا فقر کے زوال اور دولت مندی کے حصول یا مصیبت کے زائل ہونے اور عافیت کے مل جانے کے لیے کوشاں ہو، مختصر یہ کہ نقصان سے بچنے اور نفع کے حاصل کرنے کی فکر میں ہو وہ پورا زاہد نہیں ہے، کیوں کہ ان امور میں سے ہر ایک میں نفس کی لذت، خواہش کی موافقت، طبیعت کی راحت اور اس کی محبت مضمر ہے اور اس سے اطمینان وسکون میسر ہوتا ہے۔ لہذا کوشش کی جائے کہ ان تمام امور کو دل سے نکال دیا جائے۔ [فتوح الغیب، ص ۹۶-۹۷]

تصوف:

اے لڑکے! اپنے دل کو رزق حلال کے ذریعے صاف کر، تجھے معرفت الٰہیہ حاصل جائے گی۔ تو اپنے لقمے کو، اپنے لباس اور دل کو پاک صاف کر، تجھے صفائی مل جائے گی۔ تصوف صفا سے بنا ہے، اے اون کا لباس پہننے والے، تصوف میں سچا صوفی وہ ہے جو اپنے دل کو اپنے مولا کے ماسوا سے پاک کر لے اور یہ مقام رنگ برنگے کپڑے پہننے، چہروں کے زرد کر لینے اور کندھوں کے جھکا لینے، اولیائے کرام کے واقعات زبان پر سجا لینے اور تسبیح وتہلیل کے ساتھ انگلیوں کے متحرک کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ مقام، مولا تعالیٰ کو سچے دل سے طلب کرنے، دنیا سے بے نیاز ہو جانے، مخلوق کو دل سے نکال دینے اور اپنے مولا کے ماسوا سے الگ تھلگ ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے۔ [الفتح الربانی، ص ۹۰]

عظمتِ صحابہ:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سچے تھے، اس لیے تمام مال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیا، آپ کے وصف کے ساتھ موصوف اور فقر میں آپ کے شریک ہو گئے، یہاں تک کہ عبا (جبہ) پہن لی اور آپ کے ساتھ ظاہراً اور باطناً، سرّاً اور علانیۃً موافقت اختیار کر لی۔ [ایضاً ص ۹۷]

صحابۂ کرام کے ورع وتقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ستر قسم کے مباح اس

خوف سے ترک کر دیتے تھے کہ کہیں گناہ میں واقع نہ ہو جائیں اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصوں کو اس لیے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں واقع نہ ہو جائیں، انہوں نے اس احتیاط کے پیشِ نظر ایسا کیا کہ حرام کا ارتکاب تو کجا کبھی اس کے قریب سے بھی گزر نہ ہو۔ [فتوح الغیب، ص ۶۸]

مقامِ ولایت:

جو شخص اللہ تعالیٰ اور اولیائے کرام کے حق میں حسنِ ظن نہیں رکھتا، ان کی بارگاہ میں تواضع اور انکساری اختیار نہیں کرتا، حالاں کہ وہ رؤسا اور امرا ہیں، ان کے سامنے تیری کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حل و عقد کا سلسلہ ان سے وابستہ کر دیا ہے، انہی کی بدولت آسمان بارش برساتا ہے اور زمین سبزہ اگاتی ہے۔ تمام مخلوق ان کی رعایا ہے، ان میں سے ہر ایک پہاڑ کی طرح ثابت قدم ہے جسے آفات و بلیات کی آندھیاں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتیں۔ وہ اپنے نفوس یا دوسروں کے طالب ہو کر مقام توحید اور اپنے مولا کی رضا سے نہیں ہٹتے۔ [الفتح الربانی، ص ۵۱]

تکوین:

بندہ جب مقامِ توحید و اخلاص پر فائز ہو جاتا ہے تو بعض اوقات اشیاء اس کے لیے پیدا کی جاتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تکوین میں داخل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات تکوین اس کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ اب یہ تکوین (باذن اللہ) خود اس کے لیے ہوتی ہے، جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ جس کے لیے کہے گا کُن (ہو جا) تو وہ ہو جائے گی لیکن عظمتِ شان آج کی تکوین میں ہے نہ کہ کل کی تکوین میں۔ [الفتح الربانی، ص-۲۳۹]

اولیائے کرام کی بے ادبی:

اے اللہ تعالیٰ اور اس کے خواص سے جاہل! ان کی غیبت کا ذائقہ نہ چکھ کیوں کہ وہ زہر قاتل ہے۔ خبر دار! خبردار! زنہار! زنہار! ان کی برائی کے درپے نہ ہو کیوں کہ ان کے بارے میں غیرت کی جاتی ہے۔ [الفتح الربانی، ص ۸۵]

جب کوئی مشکل پیش آجائے:

اگر تجھے کوئی مشکل درپیش ہو اور تو صالح اور منافق میں فرق نہ کر سکے تو رات کو

اٹھ کر دو رکعت نماز ادا کر اور اس کے بعد یہ دُعا مانگ:

اے اللہ! اپنی مخلوق میں سے صالحین تک میری راہنمائی فرما، اس شخصیت کی طرف میری راہنمائی فرما جو مجھے تیری راہ دکھائے، تیرا طعام مجھے کھلائے، تیرا مشروب مجھے پلائے، تیرے قرب کے نور کا سرمہ میری آنکھوں میں لگائے اور تقلید کے طور پر نہیں بلکہ کھلم کھلا جو کچھ دیکھے مجھے بتا دے۔ [ایضاً، ص-۹۳]

علما اور اولیا سے بغض:

پہلے لوگ دین اور دلوں کے اطبا، اولیا اور صالحین کی تلاش میں مشرق و مغرب کا چکر لگاتے تھے، جب انہیں ان میں سے کوئی مل جاتا تو اس سے اپنے دین کی دوا طلب کرتے تھے، اور آج تم فقہا، علما اور اولیا سے بغض رکھتے ہو جو ادب اور علم سکھاتے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ تم دوا حاصل نہیں کر پاتے۔ [ایضاً، ص-۱۲۷]

علمائے سوء:

تم ان علما کی صحبت اختیار نہ کرو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے، ان کی صحبت تمہارے لیے نحوست کا باعث ہوگی۔ [ایضاً، ص ۵۱]

تو احوال باطنہ کو نہیں پہچانتا تو ان میں کلام کیوں کرتا ہے؟ تجھے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں تو اس کی طرف کیوں بلاتا ہے؟ تو صرف اس مالدار کو پہچانتا ہے، اس بادشاہ کو پہچانتا ہے، تیرے لیے کوئی رسول و مرسل نہیں ہے۔ تو ورع اور پرہیز کے ساتھ نہیں کھاتا، تو حرام طریقے سے کھاتا ہے۔ دین کے بدلے دنیا کا کھانا حرام ہے، تو منافق ہے دجّال ہے، میں منافقوں کی دوکانوں کا دشمن ہوں، ان کی عقلوں کو تباہ کرنے والا ہوں، میرے کدال اس منافق کا گھر تباہ کر دیں گے اور اس کا ایمان سلب کر لیں گے جس کا وہ دعویدار ہے۔ [الفتح الربانی، ص-۲۴۴]

ان لوگوں کی بات نہ سنو جو اپنے نفسوں کو خوش کرتے ہیں، بادشاہوں کے سامنے ذلت اختیار کرتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی نہیں سناتے، اگر سنائیں بھی سہی تو از راہِ منافقت اور تکلف سنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ زمین کو ان سے اور ہر منافق سے پاک فرما دے یا انہیں توبہ کی توفیق دے اور اپنے دروازے کی جانب ہدایت عطا فرمائے۔ [ایضاً، ص-۲۴۵]

مختصر یہ کہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شریعت وطریقت کی تعلیمات بے خوف وخطر بیان کیں اور بد مذہب اور فریبی کو راہِ راست کی طرف بلایا، یقیناً وہ خوش بخت لوگ تھے جو حضرت کے ہاتھوں پر تائب ہوئے اور اپنی دنیا وآخرت کے سنوارنے کا انتظام کر گئے۔

محی الدین:

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ۵۱۱ھ میں جمعہ کے روز سیاحت سے برہنہ پا بغداد واپس آرہا تھا۔ میرا گزر ایک مریض کے پاس سے ہوا جس کا رنگ بدلا ہوا تھا اور جسم کمزور تھا، اس نے مجھے کہا السلام علیك یا عبدالقادر: میں نے اسے سلام کا جواب دیا، اس نے مجھے قریب بلا کر کہا کہ مجھے بٹھا دو، میں نے اسے بٹھایا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اس کا جسم صحت مند ہو گیا، رنگ نکھر گیا اور حالت سدھر گئی، اس نے کہا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں، اس نے کہا میں دین ہوں، میں موت کے کنارے پہنچ چکا تھا، تمہاری بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے زندگی عطا فرمادی ہے۔ اس سے رخصت ہو کر جامع مسجد پہنچا تو ایک شخص نے یاسیدی محی الدین کہتے ہوئے اپنے جوتے مجھے پیش کر دیے، پھر کیا تھا ہر طرف سے لوگ دوڑتے ہوئے آتے اور یا محی الدین کہتے ہوئے میرے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے۔ [قلائد الجواہر، ص- ۵۷]

اخلاق وعادات

خوف خدا:

ایمان، خوف ورجا کے درمیان ایک کیفیت کا نام ہے۔ اولیائے کرام پر اللہ تعالیٰ اور آخرت کا خوف اس قدر غالب ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی معصیت کی طرف راغب نہیں ہوتے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے طلب گار رہتے ہیں۔ حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حرم کعبہ میں دیکھا کہ کنکریوں پر چہرہ رکھے ہوئے عرض کر رہے تھے:

اے مالک! بخش دے اور اگر میں مستحق سزا ہوں تو قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھا تاکہ نیکوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ [گلستان، ۲/ ۶۷]

علامہ اقبال نے یہ دعا کس خوب صورت انداز میں نظم کی ہے:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر | روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
در حسابم را تو بینی ناگزیر | از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

ارباب اقتدار سے استغنا:

اولیائے کرام کا معمول رہا ہے کہ ان کا بارگاہِ خداوندی میں جھکا ہوا سر، سلاطین وملوک کے سامنے خم نہ ہوا اور نہ ہی تخت وتاج کے ساتھ وابستگی ان کے لیے سرمایۂ افتخار رہی۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت خضر کا بیان ہے کہ میں تیرہ سال شیخ کی خدمت میں حاضر رہا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ وہ کسی بڑے آدمی کے لیے کھڑے ہوئے ہوں یا بادشاہ کے دروازے پر گئے ہوں یا بساطِ شاہی پر بیٹھے ہوں۔ ایک دفعہ کے علاوہ بادشاہ کا کھانا کبھی تناول نہ فرمایا، شاہانِ وقت اور امرا کے نرم اور گداز بستروں پر بیٹھنے کو ایسی سزا قرار دیتے تھے جو انسان کو دنیا ہی میں دے دی گئی ہو۔ بادشاہ، وزیر اور دیگر ارکانِ سلطنت حاضر ہوتے تو آپ پہلے ہی اُٹھ کر گھر تشریف لے جاتے۔ جب وہ لوگ آ کر بیٹھ جاتے تو آپ تشریف لاتے۔ اس طریقِ کار کا مقصد یہ تھا کہ کھڑے ہو کر ان کا استقبال نہ کرنا پڑے۔ ان سے گفتگو کے دوران آپ کا لب ولہجہ سخت ہوتا اور مؤثر انداز میں انہیں نصیحت فرماتے، وہ عجز وانکسار کا پیکر بنے آپ کے سامنے حاضر رہتے۔ [قلائد الجواہر، ص ۱۹-۲۰]

ایک دفعہ خلیفۂ وقت مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف ملاقات کے لیے آیا، سلام کیا اور درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں اور ساتھ ہی دراہم ودنانیر کی دس تھیلیاں پیش کیں جنہیں دس خادم اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، خلیفہ کے اصرار پر دو تھیلیاں ہاتھوں میں لے کر دبائیں تو ان میں سے خون ٹپکنے لگا، آپ نے فرمایا:

اے ابو المظفر! تمہیں اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں آتی کہ لوگوں کا خون چوس کر لاتے ہو اور مجھے پیش کرتے ہو، خلیفہ یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا، حضرت شیخ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق کا پاس نہ ہوتا تو یہ خون بہتا ہوا خلیفہ کے محل تک پہنچ جاتا۔ [ایضاً، ص ۳۰]

حضرت شیخ برسرِ منبر سلاطین اور خلفا وامرا کو کارِ خیر کا حکم دیتے اور بُرے کاموں

سے منع فرماتے، ظالموں کے والی بنانے پر بلا خوف لومۃ لائم انکار فرماتے۔ جب خلیفۂ وقت مقتضی لامر اللہ نے ابو الوفا یحییٰ بن سعید المعروف بہ ابن مزاحم ظالم کو قاضی مقرر کیا، تو آپ نے برسرِ منبر خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

تو نے ایک ظالم ترین شخص کو قاضی مقرر کر دیا ہے، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین کو کیا جواب دے گا؟

خلیفہ کانپ گیا اور اس کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا اور اسی وقت قاضی مذکور کو معزول کر دیا۔ [ایضاً، ص ۶]

خلیفۂ وقت کو خط لکھتے تو اس انداز میں:

عبد القادر تمہیں یہ حکم دیتا ہے، اس کا حکم تم پر جاری اور اس کی اطاعت تم پر واجب ہے۔ وہ تیرا مقتدا اور تجھ پر حجت ہے۔

خلیفہ کو مکتوب گرامی ملتا تو کھڑے ہو کر اسے بوسہ دیتا۔ [زبدۃ الاسرار، ص ۵۴]

غریب نوازی:

اس عظمت و جلالت کے باوجود کوئی بچہ بھی درخواست کرتا تو حضرت شیخ اس کی بات توجہ سے سنتے، بڑے کی عزت کرتے، سلام کہنے میں ابتدا کرتے، ضعیفوں اور فقیروں کی مجلس میں بیٹھتے، کبھی کسی معصیت کار اور مال دار کے لیے کھڑے نہ ہوتے۔ [زبدۃ الاسرار، ص ۹۰]

جب کوئی شخص ہدیہ پیش کرتا تو اسے فرماتے کہ جائے نماز کے نیچے رکھ دو، خود اسے ہاتھ نہ لگاتے، جب خادم آتا تو اسے فرماتے کہ جائے نماز کے نیچے جو کچھ ہے لے جاؤ اور نانبائی اور سبزی فروش کو دے آؤ۔ جب کبھی خلیفہ بہ طور ہدیہ، خلعت بھجواتا تو فرماتے کہ ابو الفتح آٹے والے کو دے آؤ، اس سے علما و فقہا اور مہمانوں کے لیے آٹا قرض منگوایا کرتے تھے۔ [زبدۃ الاسرار، ص ۹۲]

حضرت شیخ عبد الرزاق قادری فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو اس کے بعد صرف ایک مرتبہ حج کیا، واپسی پر مقام حِلّہ میں اترے تو فرمایا اس جگہ سب سے غریب گھرانہ تلاش کرو، ویرانے میں ایک خیمہ ملا جس میں ایک بوڑھا، ایک بڑھیا اور ان کی بچی رہائش پذیر تھی۔ حضرت شیخ نے ان کی اجازت سے اسی جگہ قیام

فرمایا۔ حِلّہ کے رؤساو امرا نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ ہمارے ہاں قیام فرمائیں، مگر آپ نے منظور نہ فرمائی، عقیدت مند جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انواع واقسام کے کھانے، جانور اور سونا چاندی کے نذرانے پیش کیے۔ حضرت شیخ نے سب کچھ اس بوڑھے کو عنایت فرمادیا اور خود صبح کے وقت وہاں سے روانہ ہو گئے۔ [ایضاً، ص ۹۱]

ایک پریشان حال فقیر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں دریا پار کرنا چاہتا تھا لیکن میری ناداری کے سبب ملاح نے مجھے لے جانے سے انکار کر دیا، اتنے میں کسی عقیدت مند نے تیس دینار کی ایک تھیلی لاکر پیش کی۔ حضرت شیخ نے اس فقیر کو دے دی اور فرمایا ملاح کو دے دو اور اس سے کہو کہ آیندہ کسی فقیر کو مایوس نہ کرے اور اپنی قمیص بھی اتار کر اسے دے دی جو بیس دینار میں فروخت ہو گئی۔ [ایضاً، ص ۹۳]

رزقِ حلال:

صوفیائے کرام باطن کی صفائی کے لیے صدقِ مقال اور رزقِ حلال کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ حضرت شیخ نے حلال وطیب گندم ایک کاشتکار کو دی ہوئی تھی جسے وہ ہر سال کاشت کرتا۔ آپ کے بعض معتقدین اسے پیستے اور اس میں سے ہر روز چار پانچ روٹیاں پکا کر شام کے وقت پیش کر دیتے۔ شیخ کچھ اپنے لیے لیتے اور باقی حاضرین میں تقسیم فرمادیتے۔ [ایضاً، ص ۹۳]

حضرت شیخ فرماتے ہیں میں نے تمام اعمال کی چھان بین کی مگر ان میں کھانا کھلانے سے افضل اور حُسنِ اخلاق سے زیادہ شرافت والا کوئی عمل نہ پایا۔ یہ بھی فرماتے کہ میرے ہاتھ میں سوراخ ہے۔ اگر ہزار دینار بھی میرے پاس آجائیں تو وہ ایک رات بھی میرے پاس نہیں رہیں گے۔ [قلائد الجواہر، ص ۔ ۸]

معمولاتِ شب:

(محمد بن) ابوالفتح ہروی کہتے ہیں کہ میں نے چالیس سال حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں آپ عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے، اگر کبھی وضو ٹوٹ جاتا تو اسی وقت وضو کرتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے، عشا کی نماز پڑھ کر کر خلوت خانہ میں چلے جاتے، کسی دوسرے کو وہاں جانے کی اجازت نہ ہوتی اور فجر سے

پہلے باہر تشریف نہ لاتے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ خلیفۂ وقت ملاقات کے لیے حاضر ہوا لیکن فجر سے پہلے ملاقات نہ کر سکا۔ [ایضاً، ص-۷۶]

ان ہی کا بیان ہے کہ مجھے چند راتیں آپ کے ساتھ گزارنے کا اتفاق ہوا، رات کے کچھ ابتدائی حصہ میں نماز پڑھتے پھر ذکر کرتے یہاں تک کہ رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا، پھر کھڑے ہوکر نوافل ادا کرتے یہاں تک کہ رات کا دوسرا تہائی حصہ گزر جاتا، آپ کا سجدہ طویل ہوتا، پھر طلوعِ فجر کے قریب تک مراقبہ کرتے۔ [قلائدالجواہر، ص-۸]

عفو اور درگزر:

حضرت شیخ حسنِ اخلاق میں اپنی مثال آپ تھے، آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والا یہی سمجھتا کہ آپ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ میری عزت افزائی کی جاتی ہے، آپ اپنے احباب کی خطاؤں سے درگزر فرماتے اور جو شخص قسم کھا کر کچھ عرض کرتا اس کی بات تسلیم کر لیتے اور اپنے علم کا اظہار نہ فرماتے۔

ایک دن خادم سے بہت ہی قیمتی چینی آئینہ ٹوٹ گیا، اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا:

از قضا آئینہ چینی شکست

آپ نے پورے اطمینان کے ساتھ مسکراتے ہوئے فرمایا:

خوب شد سامانِ خود بینی شکست

[سیرت غوث الثقلین، محمد ضیاءاللہ قادری، پاکستان، ص ۱۵۰]

حدودِ الٰہیہ کا تحفظ:

حضرت شیخ کسی سائل کو محروم نہ فرماتے اگرچہ زیب تن کیا ہوا کپڑا ہی اتار کر کیوں نہ دینا پڑتا، اپنی ذات کے لیے کسی پر ناراض نہ ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی قائم فرمائی ہوئی حدود کی خلاف ورزی قطعاً برداشت نہ کرتے۔ اس وقت آپ کا قہر وغضب اپنے عروج کو پہنچ جاتا۔ [زبدۃ الاسرار، ص ۹۵]

زیارتِ مزارات:

حیاتِ ظاہرہ کے ساتھ اس دنیا میں تشریف فرما بزرگوں کی خدمت میں حاضری

کی طرح بعض اوقات بزرگوں کے مزارات پر بھی حاضری دیتے۔ حضرت امام احمد بن حنبل، حضرت معروف کرخی، حضرت حماد دباس اور دیگر بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہونے کا تذکرہ کتب میں ملتا ہے۔

کشف و کرامات

اولیائے کرام کی کرامات برحق ہیں، یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ معتزلہ عقل پرستی میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ کرامت کا انکار ہی کر بیٹھے، جب کہ دوسری طرف عامۃ الناس کرامتوں کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ انہوں نے کرامات کا تذکرہ ہی مقصد زندگی اور حاصل حیات سمجھ لیا۔ حالاں کہ کرامت، اللہ تعالیٰ کا وہ انعام ہے جو اپنے خاص بندوں کو اتباعِ شریعت، تزکیۂ نفس، اخلاص، للّٰہیت اور دینی خدمات کے صلے میں عطا فرماتا ہے، پھر اولیائے کرام کا مقصد بھی ان کرامات کا حاصل کرنا نہیں ہوتا۔ وہ تو اپنے عقائد، اعمال، اخلاق اور احوال، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کو حاصل زندگی قرار دیتے ہیں۔

شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ قول وفعل کا اتحاد نفس اور قلب کی یگانگت، اخلاص و تسلیم کا باہمی ربط استوار کرنا، ہر تصور، ہر لحظہ، ہر سانس اور تمام واردات واحوال میں کتاب وسنت کو حاکم بنانا اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس سے تعلق ہے۔ [زبدۃ الاسرار، ص-۴۸]

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان بزرگانِ دین کے نقشِ قدم پر چلتا ہوا دینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام پر عمل پیرا ہو۔ اس کا ہر قدم رضائے الٰہی کے لیے اُٹھے اور ہر عمل میزانِ شریعت پر جائز اور مستحسن قرار پائے، یہی معراج انسانیت ہے اور یہی بزرگانِ دین کی محبت وعقیدت کا صحیح طریقہ ہے۔

شیخ الحرمین امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ کے مناقب اور فضائلِ جلیلہ گنتی سے باہر ہیں، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

یہ کلام بلاشبہ حق ہے کہ کیوں کہ آپ پیدائشی ولی ہیں، ابتدا ہی سے خوارق آپ سے ظاہر ہوتے رہے، آپ نے نوے سال کی عمر شریف پائی اور اس عرصہ میں آپ سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا۔ شیخ ابوسعید احمد بن ابی بکر حریمی اور شیخ ابوعمرو عثمان صریفینی فرماتے ہیں:

آپ کی کرامات موتیوں کی لڑیوں کی طرح تھیں کہ ایک کے بعد دوسری ظاہر ہوتی، اگر کوئی حاضر ہونے والا ہر روز متعدد کرامات شمار کرنا چاہتا تو شمار کر لیتا۔

اندازہ کیجیے نوے سال کی عمر میں آپ سے کتنی کرامات صادر ہوئی ہوں گی، یہ تو خوارق کا تذکرہ ہے، آپ کے علمی عملی فضائل، اور ابتدا و انتہا کے افعال، اخلاق اور احوال الگ ہیں۔ لہٰذا شک و شبہ کے بغیر کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی کرامات اور فضائل کا اندازہ تو کیا جا سکتا ہے، یقینی طور پر ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ [زبدۃ الاسرار، ص۔۳۔۴]

رفعت مقام:

یہ واقعہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت شان پر دال ہے کہ آپ نے پچاس سے زائد اکابر مشائخ عراق کی موجودگی میں کرسئ خطابت پر جلوہ افروز ہوتے ہوئے فرمایا:

قدمی ھذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ

میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے

یہ فرمان سنتے ہی تمام اولیائے کرام نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ [بہجۃ الاسرار۔ص ۸]

دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تین سو تیرہ اجلۂ اولیا نے اپنی اپنی جگہ اپنے سر جھکا دیے جن میں سے حرمین میں سترہ، عراق میں ساٹھ، عجم میں چالیس، شام میں تیس، مصر میں بیس، مغرب میں ستائیس، مشرق میں تیئس، حبشہ میں گیارہ، سدِ یاجوج میں سات، وادئ سراندیپ میں سات، کوہ قاف میں سینتالیس اور سمندری جزیروں میں چوبیس حضرات تھے۔ [زبدۃ الاسرار، ص۔۱۲]

حضرت شیخ عدی بن مسافر سے اس قول کا مطلب پوچھا گیا کہ ہر زمانے میں فرد ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں، لیکن شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی کو یہ بات کہنے کا حکم نہیں دیا گیا، ان سے پوچھا گیا کہ انہیں اس کا حکم دیا گیا تھا؟ فرمایا: ہاں، اسی لیے تو تمام اولیائے کرام نے اپنے سر خم کر دیے تھے۔ [قلائد الجواہر، ص ۲۲]

گردنیں جھک گئیں، سر بچھ گئے، دل لوٹ گئے

کشف ساق کہاں؟ یہ تو قدم تھا تیرا

۔۔۔ تاذفی فرماتے ہیں کہ بقول بعض حضرات قدم کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہے

بلکہ مجازی معنیٰ مراد ہے۔قدم کا استعمال مجازی طور پر طریقہ کے معنیٰ میں ہوتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ میرا طریقہ قرب اور کشادگی کے اعتبار سے حالتِ انتہا میں اعلیٰ ترین طریقہ ہے؛

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے جلیل القدر فاضل مولانا فقیر اللہ علوی شکارپوری نے اپنے ایک مکتوب میں اس بارے میں اختلاف نقل کیا ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم مبارک صرف اس زمانہ کے اولیا کی گردن پر ہے یا تمام اولیا کی گردن پر، پھر طویل گفتگو کے بعد فرماتے ہیں:

گزشتہ تفصیل سے تم نے جان لیا ہوگا کہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہ کا مقام تمام اولیا سے بلند ہے اور یہ حقیقت اولیائے عظام کے کشفِ صحیح سے ثابت ہے، اربابِ کشف کی عدالت اور مختلف مقامات سے تعلق رکھنے کے علاوہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ عقل ان کے جھوٹ پر متفق ہونے کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس حقیقت کا انکار محض اس لیے کیا جاتا ہے کہ عقل کی اس تک رسائی نہیں ہوتی، حضرت شیخ کی بارگاہ میں بے ادبی سے خدا کی پناہ [قلائد الجواہر-ص ۲۳]

پھر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا ارشاد قدمی ہذہ الخ ان لوگوں کو شامل ہے جن کی رسائی بارگاہِ حق تعالیٰ میں قرب ولایت کے راستے سے ہو، صحابۂ کرام کی بارگاہِ الٰہی تک رسائی نبوت کی راہ سے ہوئی ہے، لہذا یہ ارشاد انہیں شامل نہیں ہے۔[مکتوبات شاہ فقیر اللہ علوی، لاہور، ص ۲۱۰]

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کے بارے میں متقدمین اور متاخرین اولیائے کرام کے ارشادات دیکھنا ہوں تو بہجۃ الاسرار امام شطنوفی، قلائد الجواہر علامہ تاذفی اور زبدۃ الاسرار محدث دہلوی کا مطالعہ کیا جائے۔

تصانیف مبارکہ:

محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی گراں قدر تصانیف عالیہ کے اسماء کتب تذکرہ میں درج ذیل بیان کیے گئے ہیں، چند تصانیف کی تفصیل بعد میں پیش کی جائے گی۔

۱- الفتح الربانی والفیض الرحمانی

۲- الغنیۃ لطالبی طریق الحق (غنیۃ الطالبین)

۳- سر الاسرار ومظہر الانوار فی مایحتاج الیہ الابرار

۴- جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر

۵- آداب السلوک والتوصل الی منازل الملوک [معجم المؤلفین للکحالۃ، ۵/ ۳۰۷]

۶- فتوح الغیب

۷- تحفۃ المتقین وسبیل العارفین

۸- حزب الرجاء والانتہاء

۹- الرسالۃ الغوثیہ

۱۰- الفیوضات الربانیہ فی الاوراد القادریۃ

۱۱- الکبریت الاحمر فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲- مراتب الوجود

۱۳- معراج لطیف المعانی

۱۴- یواقیت الحکم [ہدیۃ العارفین، اسمٰعیل باشا بغدادی]

سرکیس نے معجم المطبوعات میں ایک اور تصنیف بشائر الخیرات کا ذکر کیا ہے جس میں درود پاک کے مختلف صیغے اور کلمات جمع کر دیے گئے ہیں۔ [اُردو دائرۃ المعارف، پنجاب پاکستان، عبدالنبی کوکب ۱۲/ ۹۳۲]

الفتح الربانی: سیدنا غوثِ اعظم کے باسٹھ مواعظ اور ملفوظات کا مجموعہ ہے جن میں سے اکثر مختصر اور بعض طویل ہیں۔ اس کتاب کے اسلوب کا تذکرہ اور اس کے اقتباسات گزشتہ صفحات میں پیش کیے جا چکے ہیں۔

یہ بابرکت کتاب ۱۲۸۱ھ/ ۱۳۰۲ء میں قاہرہ میں طبع ہوئی۔ [ایضاً ص-۱۲/ ۹۳۲]
اس وقت دار المعرفۃ، بیروت کا عربی نسخہ مطبوعہ ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء پیش نظر ہے۔ اسی کے اقتباسات کا اردو ترجمہ گزشتہ صفحات میں دیا گیا ہے، اس کے متعدد اردو ترجمے چھپ چکے ہیں، فرید بک سٹال، لاہور کے منتظمین کی خوش بختی ہے کہ انہوں نے اس کا عربی متن مع

اردو ترجمہ شائع کردیا ہے۔ یہ ترجمہ اہل سنت کے جلیل القدر علام مولانا محمد ابراہیم قادری بدایونی نے کیا تھا۔

فتوح الغیب: سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہٗ کے اٹھتر مقالات پر مشتمل ہے، استانبول میں ۱۲۸۱ھ میں طبع ہوئی [ایضاً-۱۲/۹۳۲] شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فارسی میں اس کا ترجمہ اور شرح کی جو مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ سے ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۱ء میں طبع ہوئی۔ اردو میں متعدد تراجم چھپ چکے ہیں، سید محمد فاروق القادری کا ترجمہ مکتبہ المعارف، لاہور نے اور راجا رشید محمود کا ترجمہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور نے شائع کیا۔

فتوح الغیب اگر روشن نہ فرمائے
فتوحات وفصوص آفل ہے یا غوث

غنیۃ الطالبین: اس کتاب کا مشہور نام یہی ہے جب کہ خطبہ میں اس کا نام الغنیۃ لطالبی طریق الحق لکھا گیا ہے۔ ابتدائے کتاب میں ارکانِ اسلام اور ان سے متعلقہ مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب الادب میں انفرادی اور اجتماع زندگی کے شرعی آداب کا بیان ہے، باب معرفۃ الصانع میں ایمان کی حقیقت اور گمراہ فرقوں کا تذکرہ ہے، باب الاتعاظ میں مواعظ القرآن میں نفس، روح اور قلب کی تشریح ہے، صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی تلقین کے بعد سال کے مہینوں اور دنوں میں کی جانے والی عبادات اور تقریبات کے لیے ہدایات درج کی گئی ہیں۔ اخیر فصلوں میں مریدین اور مشائخ کے آدابِ طریقت بتائے ہیں۔ ان ہی فصلوں میں صحبت، فقر، مجاہدہ، توکل، شکر، صبر، رضا اور صدق کے مباحث بھی ملتے ہیں۔ اس کتاب میں شریعت وطریقت کا نچوڑ پیش کرتے ہوئے مسلمانوں میں ایمان کے استحکام اور عمل کے احیا کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

یہ کتاب دو جلدوں میں بولاق میں ۱۲۸۸ھ اور ۱۳۲۲ھ میں چھپی، مکہ مکرمہ سے ۱۳۱۴ھ میں ایک ایڈیشن شائع ہوا۔ دہلی سے ۱۳۰۰ھ میں یہ کتاب علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کے بین السطور فارسی ترجمہ اور ان کے صاحبزادے عبداللہ لبیب کے مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئی [ایضا، ۱۲/۹۳۱] حاشیہ نمبر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے بھی اس کا فارسی ترجمہ کیا تھا۔ اردو میں اس کے متعدد تراجم چھپ چکے ہیں، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی سے جناب شمس بریلوی کا ترجمہ چھپ کر بے پناہ مقبولیت

حاصل کر چکا ہے۔ پیشِ نظر ترجمہ مولانا محمد صدیق ہزاروی کی کوشش کا نتیجہ ہے۔
غنیۃ الطالبین، حضرت غوث اعظم کی تصنیف ہے یا نہیں، اس میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے، حافظ ابن کثیر علامہ محمد بن یحییٰ تاذفی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اسے تسلیم کرتے ہیں۔
ابن کثیر لکھتے ہیں: وقد صنف کتاب الغنیة [البدایۃ والنہایۃ-۱۲/۲۵۲]
علامہ تاذفی فرماتے ہیں: ولہ کتاب الغنیة لطالبی طریق الحق و کتاب فتوح الغیب [قلائد الجواہر، ص ۷]
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:
حضرت غوثِ اعظم قدس سرہٗ در کتب غنیۃ الطالبین وضع تعیین کردہ اند [ہمعات، ص ۲۴]
اسی طرح کحالہ اور اسمٰعیل باشا بغدادی نے بھی تسلیم کیا ہے۔
لیکن شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کسی حد تک انکار کرتے ہیں، غنیۃ الطالبین کے فارسی ترجمہ کی ابتدا میں فرماتے ہیں:
اس کتاب کی نسبت آنجناب کی طرف اگرچہ مشہور ہے لیکن یہ ہرگز ثابت نہیں ہے، یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید اس میں کچھ کلمات آنجناب کے ہوں میں نے ترجمہ کر دیا ہے۔
[حاشیہ نبراس، محمد برخوردار ملتانی، ص ۴۷۵]
جب کہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی طرف منسوب غنیۃ الطالبین میں اس حدیث کا واقع ہونا تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے کیوں کہ یہ نسبت صحیح نہیں ہے اور اس میں موضوع حدیثیں بکثرت وارد ہیں۔ [نبراس، ص-۴۷۵]
حضرت ملا علی قاری کے استاذ علامہ ابن حجر مکی، اللہ تعالیٰ کی جہت اور جسمیت سے تنزیہہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
امام العارفین، قطب الاسلام والمسلمین، استاذ عبدالقادر جیلانی کی تصنیف غنیۃ میں جو کچھ مذکور ہے وہ تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ کیوں کہ یہ بات کسی نے بہ طور سازش کتاب میں شامل کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص سے انتقام لے گا، ورنہ حضرت شیخ اس سے بری ہیں، یہ بے بنیاد مسئلہ ان کی طرف کس طرح منسوب کیا جا سکتا ہے جب کہ وہ کتاب وسنت اور فقہ شافعیہ اور حنابلہ میں کامل دسترس رکھتے تھے، اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ

نے انہیں ظاہری اور باطنی معارف وخوارق سے نوازا تھا اور ان کے احوال تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔[فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۷۴]

باب معرفۃ الصانع میں مُرجۂ کے بارہ فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے حنفیہ کو بھی ان کا ایک گروہ شمار کیا ہے اور حنفیہ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

حنفیہ، وہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے بعض اصحاب ہیں، انہوں نے کہا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان امور کی معرفت اور اقرار کا جو آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔(ترجمہ عربی عبارت)

اس پر فاضل سیالکوٹی نے حاشیہ پر ایک نوٹ لکھا ہے:

حنفیہ کا مرجۂ کے فرقوں میں ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ ان کے نزدیک ایمان، معرفت اور اقرار کا نام ہے، احناف کے مذہب کے خلاف ہے جو ان کی کتابوں میں ثابت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بعض اہلِ بدعت نے احناف کی دشمنی میں یہ عبارت حضرت شیخ قدس سرہٗ کے کلام میں داخل کردی ہو۔[اُردو دائرۃ المعارف، پنجاب-۹۳۲]

راقم کی رائے یہ ہے کہ اس جگہ مطلقاً احناف کو مرجۂ میں سے شمار نہیں کیا گیا، بلکہ اس جگہ وہ گروہ مراد ہے جو عقائد میں مرجۂ سے اور فروع میں حنفیہ سے تعلق رکھتا تھا جیسے کہ "بعض اصحاب میں" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، جیسے کہ اکثر معتزلہ بھی فقہی مسائل میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے پیروکار تھے۔

قصیدہ غوثیہ:

حضرت محبوب سبحانی قدس سرہٗ بعض اوقات شعر وسخن کے ذریعے بھی اظہارِ خیال فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں قصیدہ غوثیہ کو بے حد شہرت حاصل ہوئی، مشائخ کرام اسے بہ طور ورد پڑھتے اور اس کی برکتیں حاصل کرتے رہے ہیں۔ یہ قصیدہ بہجۃ الاسرار مطبوعہ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، بمصر کے حاشیہ ص ۲-۲۳۰ پر چھپا ہوا ہے، اور اس سے پہلے اس کے فوائد وبرکات کا ذکر کیا گیا ہے، نیز یہ کہ عوام اسے قصیدہ غوثیہ کے نام سے اور خواص قصیدہ خمریہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں:

اس میں درج ذیل فوائد کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱- یہ قصیدہ حضرت شیخ نے حالت جذبہ اور استغراق میں لکھا ہے جو شخص ہر روز گیارہ مرتبہ پڑھے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور مخلوق کے نزدیک محبوب ہوگا۔
۲- جو اسے اپنا ورد بنا لے اس کا حافظہ مضبوط ہو جائے گا، جو پڑھے سنے یاد رہے گا۔
۳- جو شخص اسے پڑھے اگرچہ عربی نہ ہو، عربی سمجھنے کی لیاقت میں اضافہ ہو۔
۴- جو شخص کسی حاجت کے لیے چالیس دن پڑھے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے چالیس دن سے پہلے اس کی حاجت پوری ہو جائے۔
۵- جو شخص اس قصیدہ مبارکہ کو اپنے پاس رکھے اور ہر دن تین بار پڑھے یا دوسرے سے سنے اور ہر صبح حسنِ عقیدت کے ساتھ اس کی زیارت کرے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ خواب میں حضرت غوث الثقلین کی زیارت اور ہم کلامی سے مشرف ہو اور امراو ملوک کے سامنے محترم ہو۔
۶- جس نیت سے پڑھے وہ مراد حاصل ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اعتقاد صحیح ہو اور پڑھنے سے پہلے سورۂ فاتحہ کا ثواب بارگاہِ غوثیت میں پیش کرے۔ بعد ازاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تین بار یہ درود پاک پیش کرے:

اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلیٰ ال سیدنا محمد معدن الجود والکرم منبع الحلم والکرم وبارك وسلم. [بہجۃ الاسرار، حاشیہ، ص ۳۰-۲۲۹]

بعض لوگ اس قصیدہ مبارکہ کی نسبت سیدنا غوث اعظم کی طرف کرتے ہیں، متامل دکھائی دیتے ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

سرکار عالم مدار قادریت..... کی طرف قصیدۂ مبارکہ لامیہ خمریہ غوثیہ کی نسبت بے شک استفاضہ وشہرت رکھتی ہے۔ مدت سے مشائخ اس کا وظیفہ کرتے اور اجازتیں دیتے اور ہزاروں خاص وعام اسی نسبت جلیلہ سے اس کا نام لیتے ہیں۔

مولانا محمد فاضل کلام نوری رحمۃ اللہ علیہ معاصر سید علامہ سیدی احمد حموی صاحب غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر نے اس کی شرح مسمّٰی بہ رموز خمریہ لکھی اور اس میں ہر لفظ ومعنی سے اس قصیدہ کے کلام پاک حضور فرزند صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ فعلیہ وبارک وسلم ہونے کی شہادت دی۔

سیدی (شاہ) ابوالمعالی محمد مسلّمی قدس سرہٗ جنہیں شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث

دہلوی نے آخر رسالہ صلوٰۃ الاسرار میں علمائے سلسلۂ طیبہ علیہ عالیہ قادریہ سے شمار کیا، اپنی کتاب مستطاب تحفۂ قادریہ میں فرماتے ہیں:

باب یازدہم آنچہ از احوال خود فرمودہ اند، نقل است از شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: بارہای فرمود در مدرسۂ خود ہر ولی بر قدم نبی است و من بر قدم جدّ خودم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و برداشت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدمے مگر آنکہ نہادم قدم خود بر آں موضع، مگر در اقدامِ نبوت کہ راہ نیست در آں غیر نبی را، در اشعار شریف خود نیز ایں مضمونِ لطیف را بیان فرمودہ اند۔

وکل ولی لہ قدم وانی
علیٰ قدم النبی بدر الکمال

اسی طرح کتب مشائخ میں بہت جگہ اس کا نشان ملے گا۔ [الزمزمۃ القمریۃ، ص ۴]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قصیدہ غوثیہ میں بڑے بڑے دعوے کیے گئے ہیں اس لیے یہ سیدنا غوثِ اعظم کا نہیں ہوسکتا۔ ذیل میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے، ممکن ہے کسی کے لیے وجہ تسکین بن جائے، فرماتے ہیں:

حضرتِ غوث الاعظم کی اصل نسبت، نسبت اویسہ ہے جو نسبت سکینہ کی برکات کے ساتھ مخلوط ہے، مطلب یہ کہ یہ شخص، ذاتِ الٰہیہ کے مقابل شخص اکبر میں پائے جانے والے نقطہ کا نفوسِ فلکیہ، ملأ اعلیٰ اور ارواحِ کاملین کی محبت کے ضمن میں محبوب اور مراد بن جاتا ہے، اور اس محبت کی راہ سے تجلیات الٰہیہ میں سے ایک تجلی اس پر وارد ہوتی ہے جو تخلیق، ابداع، تدبیر اور تدلی کی جامع ہے، اور بے انتہا انس اور برکت ظاہر ہوتی ہے، خواہ اس کمال کا ارادہ اور اس کی طرف توجہ کی گئی ہو یا نہ، گویا یہ منظم سلسلہ اس کے ارادہ کے بغیر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی لیے حضرت غوثِ اعظم نے فخر اور بڑائی کے کلمات فرمائے ہیں۔ [ہمعات، ص ۸۲]

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، سیدی زروق رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قصیدۂ جیلانیہ (غوثیہ) کی طرز پر ان کا ایک قصیدہ ہے۔ [بستان المحدثین فارسی، ص ۳۲۲]

جناب محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے الجواہر المضیہ فی شرح القصیدہ الغوثیہ کے

مقدمہ میں قصیدہ غوثیہ کی اٹھارہ شروح اور تراجم کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے، جن میں سے پانچ شروح کے شارحین کے نام معلوم نہیں، باقی حضرات کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ علامہ شیخ فضل اللہ روزبہان مصنف "سلک السلوک" (م ۹۲۷ھ) شارح

۲۔ فاضل اجل مولانا مولوی محمد فاضل کلانوری (سال تصنیف ۱۱۰۸ھ)

۳۔ حافظ رانجھا برخوردار، مترجم پنجابی

۴۔ حضرت ابوالفرح فاضل الدین بٹالوی، شارح

۵۔ فخر المحدثین سید شاہ محمد غوث قادری (م ۱۱۵۲)

۶۔ محمد بن ملا پیر محمد شیرازی، شارح (نوشتہ ۱۲۹۹ھ)

۷۔ مولانا غلام رسول، ساکن ٹانڈا ضلع ہوشیار پور، شارح

۸۔ امام احمد رضا بریلوی مترجم وشارح، فارسی نظم

۹۔ سید ظہیر الدین عرف سید احمد نبیرۂ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، ان کے اہتمام سے قصیدہ غوثیہ مترجم اردو، قصیدہ بردہ کے ساتھ طبع ہوا،

۱۰۔ مولانا خواجہ احمد حسین خان امروہوی شارح (م ۱۳۶۱ھ) خلیفۂ امام احمد رضا بریلوی

۱۱۔ مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی، میروال ضلع شیخوپورہ، شارح

۱۲۔ مولانا محمد نظام الدین ملتانی، شارح

۱۳۔ حاجی شمس الدین شایق ایزدی، عرف شمس الہند صوفی معنوی لاہوری (۱۹۳۶ء)

[مقدمہ الجواہر المضیۃ، ص ۳-۶]

ان کے علاوہ حضرت علامہ مولانا عبدالمالک کھوڑوی نے الجواہر المضیہ فی شرح القصیدۃ الغوثیہ، لکھی جس پر محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا گراں قدر مقدمہ ہے۔ اسی طرح مولانا سلامہ وکیل احمد سکندر پوری نے اردو میں شرح لکھی [الزمزمۃ القمریۃ۔ ص ۲-۳] حال ہی میں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے دو طالب علموں قاری محمد یسین اور حافظ امتیاز الحسن قادری نے قصیدہ غوثیہ، منظوم پنجابی ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ مترجم کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

بعض لوگ اس قصیدہ کو سیدنا غوث اعظم کا نتیجہ فکر ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ مولانا عبدالمالک کھوڑوی نے اس پہلو پر تفصیلی گفتگو کی ہے وہ فرماتے ہیں:

کسی امر کے ثابت کرنے کے لیے منجملہ دلائل کے ایک دلیل تواتر کی ہے، قصیدہ

غوثیہ علی التواتر حضرت شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ العزیز سے منسوب ہے، تمام ممالک میں مسلمانانِ عقیدت منداس کا وظیفہ کرتے ہیں اور میں نے عربوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ حلقۂ تلقین میں اس کے ورد سے محظوظ ہوتے ہیں اور ہر زمانہ میں اس قصیدہ شریفہ کے یمن سے صلحا اور زہاد مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ پس اس تواتر کی موجودگی میں اس سے انکار، ہدایت کا انکار ہے۔

ولیس یصح فی الاعیان شیء

اذا احتاج النہار الیٰ دلیل

اگر دن کا اثبات بھی محتاج دلیل ہو تو پھر حقائق میں سے کوئی حقیقت بھی ثابت نہیں ہوسکتی۔ نیز جو تاثیرات اس کے وظیفہ سے عقیدت کے کیشان ومخلصان کے دل پر ظاہر ہوتی ہیں وہ یقینی شہادت اس امر کی ہیں کہ یہ قصیدہ بلاشک وشبہ حضرت قدس اللہ سرہٗ کے افادات سے ہے۔ شک کے رفع کرنے کے لیے اس کا ورد کرنا چاہیے۔ اس کی تاثیر سے یقین حاصل ہوگا کہ یہ لاریب حضرت کا کلام ہے۔ [الجواہر المضیۃ، ص ۶۲-۶۳] منکرین اس موقع پر چند شبہات پیش کرتے ہیں:

۱- اس قصیدہ میں اظہار فخر کیا گیا ہے۔

مولانا علامہ عبدالمالک کھوڑوی فرماتے ہیں:

یہ سوال عدم تدبر کی وجہ سے ہے۔ انما الاعمال بالنیات ۔ اگر اظہار واقعہ بارادۂ شکر نعمت ہے تو باتباع آیۃ کریمہ لئن شکرتم لازیدنکم اور نیز اولیاء اللہ بعض مطالب کا اس لیے اظہار کرتے ہیں کہ لوگ ایمان لائیں، اظہار معجزات وکرامات کی یہی غرض ہوتی ہے۔ ان حضرات کا اپنے مدارج کو ظاہر کرنا اس غرض سے ہے کہ لوگ مطلع ہوں اور ان کے علوم سے فائدہ اٹھائیں۔ [ایضاً، ص-۶۵]

۲- بعض ایسے امور اپنی طرف منسوب کیے ہیں جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔ علامہ کھوڑوی لکھتے ہیں:

یہ سوال کچھ حقیقت نہیں رکھتا، ان تمام امور کے بعد حضرت نے بقدرۃ المولیٰ تعالیٰ کی قید لگائی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے، خدا کے اذن سے ہوتا ہے۔ پس خوارق کی نسبت خدا کی طرف ہے نہ حضرت کی طرف۔

۳۔ صرف ونحو اور عروض کے اعتبار سے اس قصیدہ پر اعتراضات ہیں۔ علامہ کھوڑوی فرماتے ہیں:

اعتراضات عروض وصرف ونحو جس قدر ہمارے سامنے پیش کیے گئے ہیں، ہم نے ہر ایک کا جواب اپنے اپنے محل پر فصحائے عرب کے کلام سے دیا ہے، دراصل یہ اعتراض وہی لوگ کرتے ہیں جن کا دائرہ وسعت علم تنگ ہے اور کلام عرب پر پورا پورا عبور نہیں رکھتے۔ [الجواہر المضیۃ، ص ۶۳]

۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں حضرت مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری حیدر آبادی نے امام احمد رضا بریلوی کو ایک عریضہ ارسال کیا کہ مولانا علامہ وکیل احمد سکندر پوری قصیدہ غوثیہ کی شرح لکھ رہے ہیں اور جو لوگ اس کی عربیت پر معترض ہیں ان کا رد کر رہے ہیں، اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے اس کے جواب میں ایک رسالہ تحریر فرما دیا:

الزمزمة القمرية في الذب عن الخمرية

قصیدۂ خمریہ (غوثیہ) کے دفاع میں قمر کا ترانہ

اس رسالہ مبارکہ میں انہوں نے دس نکات تحریر فرمائے کہ اکابر علمائے کرام سے بعض اوقات لفظی تسامحات صادر ہو جاتے ہیں جو ان کی عظمتِ شان کے خلاف نہیں ہوتے، آخر میں فرماتے ہیں کہ یہ سب اس تسلیم پر مبنی ہے کہ قصیدۂ مبارکہ میں قوانین عربیہ سے مخالفتیں واقع ہیں۔

مگر ابھی تو ہمیں حضرت معترض کی مزاج پُرسی کرنی ہے، ذرا مہربانی فرما کر اپنے اعتراضاتِ تفصیلی سے اطلاع دیں اور اس وقت جواب تفصیلی کے مرتبے میں ہم پر ہمارے آقا کا فیضان دیکھیں۔ ہاں ہاں اصلاً نہ شرمائیں، جہاں تک اعتراض خاطر میں آئیں سب ایک ایک کر کے بیان فرمائیں، کچھ اٹھا رکھنے کی تکلیف ہرگز نہ اٹھائیں۔

[الزمزۃ القمریۃ، ص-۳۱]

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حالتِ سکر کا کلام ہے، ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رب عزوجل نے حضور (غوث اعظم) کو شطحیات سکر سے محفوظ رکھا اور حضور کے اقوال وافعال واحوال سب کو احیائے ملت واقتضائے سنت کا مرتبہ بخشا۔ نہیں کہتے جب تک کہلوائے نہ جائیں اور نہیں کرتے جب تک اذن نہ پائیں [ایضاً ص-۲۵]

سُکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جائیں
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا

اولادِ امجاد:

حضرت غوثِ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے دیگر انعامات کی طرح کثرتِ اولاد سے بھی نوازا تھا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کے ستائیس لڑکے اور بائیس لڑکیاں تھیں۔

امام سہروردی فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے پوچھا کہ آپ نے نکاح کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا حکم نہیں دیا۔ یہ بھی فرمایا کہ میں ایک مدت تک نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وقت کے مکدر ہونے کے خوف سے جراُت نہیں کرتا تھا، میں نے صبر کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت آ گیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بیویاں عطا کیں جنہوں نے اپنی خوشی اور رضا مندی سے مجھ پر خرچ کیا۔ [عوارف المعارف، عربی۔ص ۱۰۶]

حضرت شیخ کے تمام صاحبزادے علم و عمل، تقویٰ و معرفت میں اپنی مثال آپ تھے۔ چند صاحبزادوں کا ذکر بہ طور تبرک کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ کی اولاد اور ان کی تفصیل قلائد الجواہر میں ملاحظہ کی جائے۔

☆ **شیخ عبدالوہاب:** ولادت: ۵۲۲ھ/ ۱۱۲۸ء ۔ وصال ۵۹۳ھ/ ۱۱۹۷ء

والد ماجد اور دیگر علماء سے علم حاصل کیا اور ۵۴۳ھ/ ۱۱۴۹ء میں والد گرامی کے مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے۔

☆ **شیخ عیسیٰ:** سن ولادت معلوم نہ ہو سکا۔ وفات ۵۷۳ھ/ ۱۱۷۸ء

والد ماجد اور ابوالحسن بن ضرما سے استفادہ کیا، پہلے بغداد میں اور والد گرامی کے وصال کے بعد مصر میں درس حدیث، وعظ اور افتا کے فرائض انجام دیے، ان کے مواعظ کو قبولیتِ عامہ حاصل تھی، علم تصوف میں جواہر الاسرار و لطائف الانوار وغیرہ کتب کے مصنف تھے۔

☆ **شیخ ابو بکر عبد العزیز:** ولادت ۵۳۲ھ/۱۱۳۸ء۔ وفات ۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء

والد ماجد کے علاوہ ابن منصور عبد الرحمٰن سے علم حاصل کیا، درس حدیث اور وعظ کے ذریعے دین متین کی خدمت کی متعدد حضرات آپ سے پڑھ کر فارغ ہوئے۔ خوب صورت اور متواضع تھے۔ ۵۸۰ھ/۱۱۸۵ء میں عسقلان کی جنگ میں شرکت کے بعد جیال چلے گئے اور وہیں وصال ہوا۔

☆ **شیخ عبد الجبار:** ۵۷۵ھ/۱۱۸۰ء میں جوانی کے عالم میں وصال ہوا۔

والد ماجد، ابو مسعود اور قزاز وغیرھم سے استفادہ کیا، طریق صوفیا پر گامزن تھے۔ اہل دل کی ہمنشینی میں رہتے، آپ کا خط بہت عمدہ تھا۔

☆ **شیخ عبد الرزاق:** ولادت: ۵۲۸ھ/۱۱۳۴ء۔ وصال ۶۰۳ھ/۱۲۰۷ء

والد مکرم اور ابو الحسن ابن ضرما وغیرہما سے علم حاصل کیا۔ مدرس، محدث، مناظر، مفتی اور خطیب تھے، علما کی بہت بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا۔

☆ **شیخ محمد:** وصال ۶۰۰ھ/۱۲۰۴ء

اپنے دور کے محدث تھے، مقبرۂ حلبہ میں مزار بنایا گیا۔

ان کے علاوہ شیخ عبد اللہ ولادت ۵۰۸ھ/ ۵-۱۱۱۴ء وصال ۵۸۹ھ/۱۱۹۳ء، حضرت شیخ یحییٰ ولادت ۵۵۰ھ/۱۱۵۵ء وصال ۶۰۰ھ/۱۲۰۴ء، حضرت غوث اعظم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے۔ اور شیخ موسیٰ ولادت ۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء وصال ۶۱۸/ ۱۲۲۱ء بھی اپنے دور کے اجلہ علماء محدثین اور رہبرانِ طریقت میں سے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

وصال:

چالیس سال تک شریعت وطریقت کے دریاؤں سے خلق خدا کو فیض یاب فرمانے، دین متین اور مسلک اہل سنت کا علم لہرانے کے بعد آخروہ ساعت آپہنچی کہ زمانے کا غوث اعظم، قطب الاقطاب، فرد الافراد، البازی الاشہب، حسب وعدۂ الٰہیہ موت کے دروازے سے ہوتا ہوا محبوب جل مجدہٗ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا۔ علامہ تاذفی نے تاریخ

وصال کے بارے میں دو روایتیں بیان کی ہیں:

لیلة السبت ثامن شهر ربیع الاخر سنة احدی و ستین و خمسمائة [قلائد الجواہر، ص-۴۲] ۸ / ربیع الاخر، ہفتہ کی شب ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء کو وصال ہوا

دوسری روایت بقول ابن نجار اور محمد ذہبی یہ ہے:

لیلة صبیحتها السبت عاشر ربیع الاخر سنة احدی و ستین و خمسمائة [ایضاً، ص-۱۳۴] ہفتہ کی شب دس ربیع الآخر ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے بہجۃ الاسرار سے وصال کی تاریخ ۹/ ربیع الآخر نقل کی ہے اور فرمایا، اس روایت کے اعتبار سے عرس کی تاریخ ۹/ ربیع الآخر ہوگی، ہمارے شیخ عبدالوہاب قادری متقی اسی تاریخ کو عرس کیا کرتے تھے، مزید فرماتے ہیں:

ہمارے علاقہ (ہندوستان) میں گیارہ تاریخ کو عرسِ قادری منایا جاتا ہے۔ یہی ہمارے مشائخ ہند کے نزدیک معروف ہے جو سیدنا غوثِ اعظم کی اولاد میں سے ہیں، اسی طرح ہمارے شیخ سید موسیٰ حسنی جیلانی نے اورادِ قادریہ سے نقل کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ [ما ثبت بالسنۃ، ص ۲۲۲]

راتوں رات حضرت کی تجہیز و تکفین کا اہتمام کیا گیا۔ آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت شیخ عبدالوہاب نے حضرت کی اولاد، خلفا اور تلامذہ کی موجودگی میں نماز جنازہ پڑھائی اور مدرسہ قادریہ میں آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی، ہجومِ خلق اس قدر زیادہ تھا کہ مدرسہ کا دروازہ بند کرنا پڑا، صبح جب دروازہ کھولا گیا تو عقیدت مند جوق در جوق حاضر ہونے لگے اور آج تک آپ کا مزارِ پُر انوار مرجع خلائق ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے دم قدم سے بغداد مقدس کو چار چاند لگ گئے تو کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔

نائب رحماں خلیفہ کردگار — شہر بغداد است از وے نو بہار

مَن غریبم از بیاباں آمدہ — بر امید لطفِ سلطاں آمدہ

سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ملفوظات میں ہے:

گیارہ تاریخ کو بادشاہ اور اکابرین شہر حضرت غوثِ اعظم کے مزار پر جمع ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں، قصائد مدحیہ اور وہ کلام مغرب تک مزامیر کے بغیر پڑھتے ہیں جو حضرت غوث نے غلبۂ حالات میں فرمایا ہے اور شوق انگیز ہے، مغرب کے بعد

صاحب سجادہ درمیان میں اور مریدین ان کے ارد گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ صاحب حلقہ کھڑے ہو کر ذکرِ جہر کرتے ہیں اور بعض لوگوں کو وجد ہو جاتا ہے، یا کچھ مناقب پڑھے جاتے ہیں، پھر جو طعام یا شیرینی بہ طور نیاز حاضر ہو وہ تقسیم کی جاتی ہے اور لوگ نماز عشا پڑھ کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ [ملفوظات شاہ عبدالعزیز محدث، دہلوی - فارسی، ص ۶۲]

گیارہویں شریف ایصالِ ثواب کا نام ہے اور ایصالِ ثواب کے جائز اور مستحسن ہونے میں اہل سنت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ رہا تاریخ کا تعین تو وہ تعین شرعی نہیں ہے کہ اس سے آگے پیچھے جائز نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ اہل سنت و جماعت کسی بھی تاریخ کو ایصالِ ثواب کا اہتمام کریں اسے گیارہویں شریف ہی کہتے ہیں، یہ تعین عرفی ہے تا کہ احباب کو جمع ہونے میں سہولت رہے۔

صلوٰۃ غوثیہ:

محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ولی اور سرتاجِ اولیا ہیں، ان کے وسیلے سے دُعا مانگنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم نہیں رہتا۔ سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں:

جو شخص کسی تکلیف میں میرے وسیلے سے امداد کی درخواست کرے، اس کی وہ تکلیف دور کی جائے گی اور جو کسی مصیبت میں میرا نام پکارے وہ مصیبت دور کر دی جائے گی اور جو کسی حاجت میں میرا وسیلہ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرے اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔ اور جو شخص دو رکعتیں ادا کرے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، سلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے، پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے، میرا نام لے اور اپنی حاجت بیان کرے، اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔ [بہجۃ الاسرار، ص ۱۰۲]

اس کے بعد یہ شعر پڑھے۔

ایدرکنی ضیم وانت ذخیرتی اظلم فی الدنیا وانت نصیری

وعار علی حامی الحمی وهو منجدی اذا ضل فی البید اعقال بعیری

کیا مجھ پر ظلم کیا جائے گا جب کہ آپ میرا ذخیرہ ہیں اور کیا دنیا میں مجھ پر ظلم

کیا جائے گا جب کہ آپ میرے مددگار ہیں۔

حضور غوث پاک کے پشت پناہ ہوتے ہوئے اگر جنگل میں میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو یہ بات محافظ کے لیے باعثِ عار ہے۔

غور کیا جائے تو صلوٰۃ غوثیہ میں شرک کا کوئی پہلو نہیں ہے، کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو حکم فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر میرے وسیلے سے بارگاہِ الٰہی میں دُعا مانگو، انہوں نے دعا مانگی تو ان کی بینائی بحال ہوگئی۔ حضرت عثمان بن حنیف کے فرمانے پر ایک صاحب نے دورِ عثمانی میں یہی عمل کیا تو ان کا مقصد پورا ہوگیا۔ وہی طریقہ اس جگہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کر حضور غوثِ اعظم سے توسل کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حاجت برآتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ صلوٰۃ غوثیہ کا طریقہ خود سیدنا غوثِ اعظم نے بیان فرمایا ہے، جسے علامہ علی بن یوسف اللخمی الشطنوفی پھر علامہ محمد بن یحییٰ التاذفی الحلبی (م ۹۶۳ھ) پھر حضرت ملا علی قاری اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے روایت کیا۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ معاذ اللہ! حضور نے شرک کی تعلیم دی ہے تو اس کی مرضی لیکن جہاں تک روایت کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے اور اسے جھوٹ قرار دینا بھی محض سینہ زوری ہے۔

امام احمد رضا بریلوی، حضرت علامہ شطنوفی کے بارے میں فرماتے ہیں:

یہ امام ابوالحسن نورالدین علی مصنف بہجۃ الاسرار شریف اعاظم علماء وائمۂ قرأت واکابر اولیاء وساداتِ طریقت سے ہیں، حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک صرف دو واسطے رکھتے ہیں، امام اجل حضرت ابوصالح نصر قدس سرہٗ سے فیض حاصل کیا، انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق نوراللہ مرقدہٗ سے، انہوں نے اپنے والد ماجد حضور پرنور سید السادات غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں: یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم وشریف ومشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرأت سے عالم معروف ومشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور ومسطور۔

امام شمس الدین ذہبی کہ علم حدیث واسماء الرجال میں جن کی جلالت شان عالم آشکار، اس جناب کی مجلسِ درس میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں ان

کے مدائح لکھے۔ امام محدث محمد بن محمد بن جزری مصنف حصن حصین اس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں سے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اوراس کی سند واجازت حاصل کی۔ [زبدۃ الاسرار، ص-۱۰۱]

علامہ انور شاہ کشمیری، دیوبندی کہتے ہیں:

ھکذا نقل الشطنوفی ووثقه المحدثون۔ [انوارالانتباہ، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، ص-۱۵]

اسی طرح شطنوفی نے نقل کیا ہےاور محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔

لمحہ فکریہ:

محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی حیات وتعلیمات کا مختصر تذکرہ گزشتہ صفحات مین کیا جاچکا ہے، آپ کی جلیل القدر اسلامی خدمات کی بنا پر بجا طور پرآپ کو غوثِ اعظم کہا جاتا ہےاور دنیا بھر میں عامۃ المسلمین آپ سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے ہیں اور بلاشبہ آپ کی شخصیت، دلوں کی دنیا کو حیاتِ نواور گلشنِ اسلام کو رونق تازہ دینے کے سبب اس عقیدت کے لائق ہے۔

آپ کی حیات مبارکہ پر ایک اجمالی نظر ڈالیے۔ عالم شیر خواری میں رمضان شریف میں دودھ نہیں پیتے، ڈاکوؤں کے سامنے سچ بول کر اپنی والدہ سے کیا ہوا وعدہ نبھاتے ہیں، فرائض شریعت کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں کہ جو فرض ادا نہیں کرتا اس کے نوافل مقبول نہیں ہیں، حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اہم ترین فرائض ایمانیہ سے ہے، سیدنا غوثِ اعظم فرماتے ہیں کہ محبت رسول کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلا جائے اور فرائض وواجبات کے علاوہ سنتوں کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے یعنی محبت صرف زبانی جمع خرچ اور نعرے لگانے کا نام نہیں ہے بلکہ محبت، اسوۂ رسول کے سانچے میں ڈھل جانے کا نام ہے، اسی طرح پیرانِ پیر محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی محبت اور نسبت کا تقاضا ہے کہ ہم ان کے ارشادات پر عمل پیرا ہوں۔

حضرت سیدنا غوثِ اعظم فرماتے ہیں کہ تیرے دل میں کسی کی محبت یا دشمنی ہو تو اس کے اعمال کو دیکھ، اگر کتاب وسنت کے مخالف ہوں تو تیرے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موافقت میں بشارت ہے اور اگر اس کے اعمال کتاب وسنت کے موافق ہیں اور تو اس سے بغض رکھتا ہے تو تجھے جان لینا چاہیے کہ تو اپنی نفسانی خواہش کے تحت اسے دشمن جانتا ہے اور تو ظالم ہے، خدا اور رسول کا نافرمان ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر اور دُعا کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس شخص اور دیگر اولیائے محبوبین کی محبت عطا فرمائے، اسی طرح اس شخص کے اعمال کتاب وسنت پر پیش کر جس سے تو محبت رکھتا ہے اگر موافق ہیں تو بہتر ورنہ اس کی محبت کو ترک کر دے۔ [فتوح الغیب، ص ۶۰]

غور فرمائیں کہ سیدنا غوثِ اعظم نے محبت وعداوت کا کیا معیار بیان فرمایا ہے جس شخص کے اعمال کتاب وسنت کے موافق ہوں وہ لائق محبت وتعظیم ہے ورنہ قابلِ نفرت، اب اگر ہم نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، حج وزکوٰۃ ادا نہیں کرتے، واجبات وسنن ادا نہیں کرتے، کیا ہم محبت کے لائق ہوں گے؟ ہر گز نہیں، ہم سے نہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگا، نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی ہوں گے اور نہ ہی سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی ہوں گے۔

حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر یہ اشعار پڑھ کرتی تھیں:

تَعْصِی الْاِلٰـہَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّہٗ
هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ
لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَّاَطَعْتَہٗ
اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يُّحِبُّ مُطِیْعٌ

[عوارف المعارف، ص ۲۴۱]

تو اللہ تعالیٰ کی محبت ظاہر کرتا ہے اس کے باوجود اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ مجھے اپنی زندگی کے پیدا کرنے والے کی قسم! یہ کردار بہت ہی عجیب ہے۔ اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اس کا حکم مانتا۔ محب تو اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوتا ہے۔

حیات غوث اعظم رضی اللہ عنہ

علامہ شمس بریلوی، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی سید نا و شفیعنا و نبینا محمد و علی الہ و اصحابہ اجمعین

نبی آخر الزماں سید دوراں فخر آدم و آدمیاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، کفر و ضلالت کو جمال جہاں آرا کی روشنی سے منور و مستیز فرما کر فضائے عالم کو نور ایمان سے روشن فرمایا۔ حضور کی ذات گرامی کو نبوت کے ساتھ ساتھ بارگاہ ربوبیت سے ختم المرسلین و خاتم النبین کے طغرائے بے مثالی عطا ہوئے اور کلام حق نے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا فرما کر دین اسلام کے تکملہ پر مہر تصدیق ثبت فرمادی اور ظاہر فرمادیا کہ اب کسی شارع کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

چونکہ سعادت و شقاوت، نور و ظلمت، طاعت و عصیاں انسانی فطرت میں بطور جبلت ودیعت کی گئی ہیں پس جب دنیاوی راحتیں اور فانی آسائشیں، نفوس انسانی کی عناں گیر ہو کر ان کو راستے سے موڑ کر غلط راستوں پر ڈالنے لگیں اور یہ جبلتیں نفس بشری میں ہیجان برپا کر کے ایمان کی نورانی اور پاکیزہ فضاؤں میں سرکشی اور فتنوں کی تیرگی سے ان کے تکدر اور ظلمت کا باعث بن کر جب ہر طرف محیط ہو گئیں تو احیاء دین متین کے لیے صلحا و عرفا و اقطاب و ابدال کو پیدا کیا گیا تا کہ وہ اپنے پاکیزہ انفاس و اعمال مجاہدات اور رمزی اشغال سے ان خرابیوں اور فتنہ سامانیوں کا ازالہ کریں اور جب شخصی جبروت اور

افرادی سطوت عوام کیا بلکہ خواص سے بھی اعلاء کلمۃ الحق کی قوتوں کو سلب کرے تو یہ نفوس قدسیہ، تماشہ می کند خلقے و من بردار می رقصم، کا مصداق بن کر اس شخصی جبروت و انانیت کا طلسم توڑ دیں اور انانیت و استبداد کے مناروں کو "ذکر" کے گرز سے پارہ پارہ کر دیں۔

مسلمانوں کی تاریخ جس کو عام طور پر تاریخ اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے ایک ایسا صداقت نامہ ہے جس کو کوئی دوسری قوم پیش نہیں کر سکی۔ مسلمانوں کی یہ تاریخ حقائق نگاری کا ایک ایسا مرقع ہے کہ اقوام عالم میں کوئی دوسری قوم ایسی درایت اور حقیقت کا اظہار نہیں کر سکی۔ یہ تاریخ ایک ایسا مرقع ہے جس میں نگاہوں کو خیرہ کر دینے والے نقوش بھی ہیں اور مسخ شدہ خطوط بھی! مسلمانوں کے عدل و انصاف کے، احسان و رافت اور بذل و کرم کے حیرت انگیز واقعات بھی ہیں۔ ایک طرف تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی عدل گستری، رعیت پروری کے بے مثال کارنامے ہیں، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی سخاوت و شجاعت کی عدیم النظیر شہادتیں ہیں تو دوسری طرف خارجیوں کی فتنہ سامانیوں، مسلمانوں کی بے راہروی اور دنیا پرستی، ان کی چیرہ دستی اور ظلم و غارتگری کے المناک واقعات بھی ہیں۔ وہ کعبہ جس کے سامنے مسلمانوں کی جبیں ہائے نیاز جھکتی ہیں اور جس کا طواف ہر دل مسلم کی آرزو! اسی کعبہ کی دیواروں کو مسلمانوں نے اپنی منجنیق کے پتھروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا! حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے لیے حرم کعبہ پر اس طرح یورش کی گئی کہ غلاف کعبہ بھی جل اٹھا۔ مدینۃ الرسول جس کی سربلندی اور عظمت کا یہ عالم کہ عاشقان رسول اس زمین مقدس کو سر کے بل طے کرتے ہیں اس کو تین شبانہ روز لوٹنے والے شقی القلب شامی مسلمان تھے۔ اسلامی تاریخ نے اپنی ان ہولناکیوں اور تباہ کاریوں کو چھپایا نہیں بلکہ ان جاں فرسا واقعات کے ایک ایک گوشے سے نقاب اٹھایا ہے اور بتایا ہے کہ مسلمان پستی اور کجروی میں کن حدوں کو چھو لیتا ہے۔

بنو امیہ اور بنو عباس نے اپنی سلطنت کے استحقاق و استحکام کے لیے عرب و عجم میں جس طرح خون کی ندیاں بہائیں وہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ جنگ قادسیہ اور جنگ یرموک نے غیر مسلموں کے حوصلوں کو بالکلیہ شکست دے دی تھی اور پھر وہ کبھی ایران و روم میں اجتماعی طور پر نہ اُبھر سکے البتہ معمولی جھڑپیں مسلمانوں، مجوسیوں اور رومیوں

کے مابین عرصہ دراز تک جاری رہیں۔ یہ تمام جنگیں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوئیں لیکن بنوامیہ اور خصوصاً بنوعباس کا دور سلطنت جو چار سو سال سے زیادہ کی مدت پر پھیلا ہوا ہے مسلمانوں کے مابین مخاصمت جنگ و جدل، سیاسی کشمکش اور حصول اقتدار کے لیے خونریزی اور دشمن کشی کا ایسا دور ہے کہ عراق و عجم میں دعوت عباسیہ کے سلسلہ میں لاکھوں مسلمانوں کی گردنیں مسلمانوں نے کاٹ کر پھینک دیں۔ عباسی سلطنت کے قیام کے بعد اس خونریزی کے سیلاب میں کچھ ٹھہراؤ پیدا ہوا لیکن مہدی کے بعد یہ سیل پھر تندرو ہوگیا۔ امین و مامون کی جنگ نے پچھلی تمام کسر پوری کردی۔ اس عرصہ میں کئی لاکھ مسلمانوں، مسلمانوں کے ہاتھوں بیدریغ تہ تیغ کیے گئے۔ مامون فتح و کامرانی کے بعد بڑے کروفر سے تخت سلطنت پر متمکن ہوا لیکن افسوس کہ اس کا علمی و ادبی دور بھی خون آشامی سے محفوظ نہ رہ سکا۔ آل برمک پر جو کچھ تباہی نازل ہوئی وہ مامون کے ہاتھوں نازل ہوئی، عراق کی شورش، فتنہ مکہ، فتنہ یمن، بغاوت زط، بابک خرمی، اور فتنہ خلق قرآن مامون کے دور کی یادگاریں ہیں۔ علم و ادب کے اس عظیم سرپرست ہی کی پشت گرمی اور پشت پناہی نے مشاہیر اسلام کی گردنیں دبوچ لیں، حضرت امام احمد، اور امام محمد جیسے سرخیل علما اور فقیہان عظام کو طوق و سلاسل پہنائے گئے اور ان پر جبر و تشدد روا رکھا گیا۔

اعتزال کی بڑھتی ہوئی سیل ایک طوفان بن کر آگے بڑھی اور بڑے بڑے ثابت قدموں سے یا تو اپنی بات منوالی یا ان کے دوش بار سر سے سبکدوش کر دیئے گئے۔ فتنہ اعتزال نے عباسی خلیفہ واثق باللہ کے دور میں کچھ دم لیا تھا کہ فتنہ باطنیہ نے سر اٹھایا اور یہ بہت جلد ایک ایسی تحریک بن گیا کہ شیخ الجبال قلعہ التموت میں ایک ایسے اقتدار کا مالک بن گیا جس کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں نے سر جھکا دیئے۔ اس کی جنت ارضی جس نے ایک بار دیکھا ہے دوسری بار دیکھنے کی ہوس ہے، کے پردے میں وہ قیامت ڈھائی کہ اسلامی شمع ایران و عراق میں ٹمٹمانے لگی وہ تو یہ کہیئے کہ ہلاکو خاں کے ہاتھوں اس کا استیصال ہوگیا ورنہ باطنی اور فدائی کسی غیر باطنی کو روئے زمین پر زندہ نہ چھوڑتے۔ ان باطنیوں اور فدائیوں کے ہاتھوں اسلام کے رجال عظیم، مشاہیر علماء اور فقہاء مارے گئے۔ نظام الملک طوسی جیسا رجل عظیم اور وزیر باتدبیر بھی ان کی تحریک کا نشانہ بن گیا۔

اگر میں اس چار صد سالہ دور کی فتنہ سامانیوں کو تفصیل سے بیان کروں تو اس کے لیے سیکڑوں صفحات کی ضرورت ہوگی، مختصر یہ ہے کہ اس کشمکش جاہ و سطوت کے دور میں لاکھوں مسلمان مارے گئے۔ ہزاروں گھر اور قریے ویران ہوئے، ہر طرف تباہی و بربادی ہی بربادی تھی، علماء درباریوں کی ریشہ دوانیوں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ ان سے فوز و فلاح کی توقعات ٹوٹ چکی تھیں۔ چنانچہ یہی دیکھئے کہ فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں دور مامون میں جب آزمائش کا وقت آیا تو حکومت کے خوف سے ایمان و انصاف کا سررشتہ ان کے ہاتھوں سے نکل گیا اور خلیفہ وقت کی ہاں میں ہاں ملا کر اپنی جان بچالی۔ اس سیاسی ابتری اور انتشار نے لوگوں کے دلوں سے سکون و قرار چھین لیا تھا۔ ایک طوائف الملوکی کا سا عالم تھا۔ ایک خوف و ہراس ہر طرف طاری تھا۔ علمائے وقت مہر بہ لب تھے۔ اس کے رجال عظیم خانہ نشینی ہی میں اپنی عافیت سمجھتے تھے۔ اس وقت اسلامی علم اٹھانے والا سوائے صوفیائے کرام کے اور کوئی نہیں تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ دوسری صدی ہجری سے چھٹی صدی ہجری تک اس مسلک تصوف نے عرب و عجم میں جس قدر ترقی کی اور اس کا دائرہ نفوذ جس قدر وسیع ہوا اور جس تعداد میں نفوس قدسیہ اس چار صد سالہ دور میں عامتہ المسلمین کی رہبری اور تزکیہ نفوس و قلوب کے لیے منصۂ شہود پر آئے وہ کسی اور دور کو میسر نہیں ہو سکے۔ شہروں کے ہنگاموں اور سیاسی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہنے کے لیے یہ حضرات آبادیوں سے منہ موڑ کر ویرانوں کو آباد کرتے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی آبیاری میں ہمہ تن مصروف رہتے، ان حضرات کے قول و فعل کی صداقت، اور ان کا اخلاص بہت جلد ان ویرانوں کو انسانوں سے معمور کر دیتا۔ ویرانے آبادیوں میں بدل جاتے؛ یہاں دین کی اشاعت کے لیے دینی مدارس اور ذکر حق کے لیے خانقاہیں خود بخود قائم ہو جاتیں۔

انہی ویرانوں سے ان پاک نفوس کے صدقے میں خانقاہی نظام کا آغاز ہوا اور تصوف کے مشہور عالم خانوادے، سلاسل قادریہ سہروردیہ، نقشبندیہ اور چشتیہ پیدا ہوئے، ان سلاسل کے سرخیل اور اعاظم صوفیائے کبار اسی دور پانصد سالہ میں ظہور میں آئے اور تمام عالم پر اپنے زہد و اتقا، صدق و صفا، صبر و قناعت اور احیائے شریعت و طریقت کے ایسے نقوش ثبت کر گئے جو رہتی دنیا تک مٹ نہیں سکتے۔ اس خانقاہی نظام

کے جو دوررس نتائج برآمد ہوئے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان خانقاہوں سے تربیت پانے والے اپنے مرشد اعلیٰ کے حکم سے ہر اس جگہ پہنچ جاتے جہاں مسلمان اجتماعی طور پر ابتری کی زندگی گذار رہے ہوتے تھے۔ جہاں عیش و تن آسانی نے ان سے اسلامی خصائل چھین لیے ہوتے، گویا یہ خانقاہی نظام مسلمانوں کی اصلاح کا ایک اجتماعی مشن تھا۔ مرشد جہاں ضرورت محسوس فرماتا وہاں اپنے لائق و فائق اور معتمد مرید کو بھیج دیتا کہ جاؤ اور اس خطہ کے مسلمانوں کی اصلاح کا کام کرو۔ یہ حضرات سیکڑوں ہزاروں میل کا سفر کرتے، صعوبات سفر اٹھاتے، اور احیائے ملت و دین کی خاطر بے زاد و آذوقہ متوکلا علی اللہ اس مقصد اور مرشد کے حکم کی تعمیل کے لیے نکل کھڑے ہوتے۔ یہ وہاں پہنچتے، امراء و شیوخ سلطنت ان کا مذاق اڑاتے اور ان کی راہ میں حائل ہوتے، سیاسی ریشہ دوانیوں سے ان کے گرد دام کسا جاتا۔ لیکن یہ حضرات ان تمام خطرات سے بے پروا ہو کر اپنے مشن کی تکمیل میں سراپا محو ہو جاتے۔ ایران کا دور طوائف الملوکی ہو یا عراق و عرب کی خوں آشام جنگیں، صلیبی جنگیں ہوں یا رومیوں سے جدال و قتال، اس سارے پر آشوب دور اور بے چینی اور بے اطمینانی کے ماحول میں اس وقت کی دینی درسگاہیں جو حقیقت میں صلحائے زمانہ کی خانقاہیں تھیں، صرف امن و امان کا گہوارہ بنیں۔ یہاں صدق و ایقان کا درس بھی ملتا تھا اور تزکیہ نفس کا سامان بھی تھا۔ احیائے دین متین کے لیے احکام یہیں سے صادر ہوتے تھے۔

تصوف یا خانقاہی نظام کو حجاز سے زیادہ پھیلنے پھولنے کا موقع عجم میں نصیب ہوا۔ عجم کے مقابلہ میں عرب ان فتنہ سامانیوں سے نسبتاً محفوظ رہا جو شخصی اقتدار کے حصول کے لیے پانچ سو سالہ دور میں دنیائے اسلام میں پیدا ہوئیں۔ اگرچہ اموی دور کی لائی ہوئی تباہی کا ماتم مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے در و دیوار مدت تک کرتے رہے لیکن حجاز میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ مدنی زندگی اور عمرانی تہذیب کے آثار دوسرے مقامات پر بہت کم موجود تھے۔ عرب کی زندگی پر بدویت چھائی ہوئی تھی۔ حضریت کے نشان خال خال تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شہری زندگی کی وہ گہما گہمی یہاں مفقود تھی جو عراق و عجم کا طرۂ امتیاز مدتوں تک بنی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ملک گیری کی تحریکوں کو ان بلاد مقدسہ اور جزیرہ نمائے عرب میں (یمن کے سوا) پروان چڑھنے کے مواقع بہت کم

ملے اور ان کا رُخ ہمیشہ عراق وعجم کی جانب رہا۔ ملک گیری کے لیے جو خوں آشام جنگیں ہوئیں اور جن شورشوں نے سر اٹھایا ان کا مرکز ہمیشہ اصفہان و بغداد رہے۔ یہی سبب ہے کہ خانقاہی نظام آپ عرب کے مقابل میں عراق و عجم میں زیادہ پائیں گے۔ اگرچہ حضرت سلمان فارسی نے بہت سی شورشوں اور اختلافات سے بچنے کے لیے الگ تھلگ ایک ویرانے میں قیام کر کے اس خانقاہی نظام کا سنگِ بنیاد رکھ دیا تھا لیکن وہ کسی ایسی تحریک کو شروع نہیں کر سکے تھے جس سے خانقاہی نظام کے ارتقا کی کڑیاں ملائی جاسکیں۔ اسی طرح حضرت حسن بصری اور رابعہ عدویہ حضرت سلمان فارسی کے متبعین ضرور کہے جاسکتے ہیں لیکن وہ کسی ایسی تحریک کے محرک نہیں کہے جاسکتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ کی طرح یہ شخصیتیں بھی درباری تعلقات اور سیاسی سرگرمیوں سے الگ تھلگ رہیں۔

خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے عدل و انصاف اور سیاست و تدبر سے صرف عرب ہی میں حدود ملکی کو وسعت نہیں بخشی بلکہ انہوں نے جزیرہ نمائے عرب سے باہر بھی ایک اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی جس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بڑھا کر اس وقت کی سب سے عظیم الشان اور قوی ترین سلطنت الٰہیہ بنا دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین و جنگ جمل اور فتنہ خوارج کے سبب داخلی شورشوں ہی سے فرصت نہیں ملی جو وہ ان حدود کو اور وسعت بخشتے۔ البتہ جب یہ دولت اسلامیہ بنی امیہ کے پاس آئی اور اس کا عنوان اموی سلطنت قرار پایا تو انہوں نے اس کے حدود مشرق و مغرب میں اور وسیع کر دیئے۔ اگرچہ ان کے دور میں بھی خون مسلم کی ارزانی رہی مگر حدود مملکت وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ تقریباً سو برس بعد بنو امیہ کے زوال نے دولت عباسیہ کی طرح ڈالی تو انہوں نے اس کو ایک ایسی عظیم سلطنت بنا دیا جو صرف ایک دو ممالک پر پھیلی ہوئی نہیں تھی بلکہ عباسی دولت پندرہ ملکوں پر محتوی تھی اور ہر ایک قلمرو چند ولایتوں یا صوبوں پر مبنی۔ ذرا ان ممالک اور ان کے تحت ولایتوں یا صوبوں پر نظر ڈالیے تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ اسلام کے سہ صد سالہ دور میں مسلمانوں کے قدم کہاں سے کہاں تک پہنچ گئے تھے۔

نمبر	مملکت یا اقلیم	تعداد و ولایات	ولایات تحت مملکت
۱	جزیرۃ العرب	۴	حجاز، یمن، عمان، ہجر
۲	عراق یا بابل	۵	کوفہ، بصرہ، واسط، مداین، حلوان، سامرا
۳	جزیرہ	۳	دیار ربیعہ، دیار بکر، دیار مصر
۴	شام	۶	قنسرین، حمص، دمشق، اردن، فلسطین، شراۃ
۵	مصر	۶	جفار، حوف، ریف، اسکندریہ، مقدونیہ، صعیدہ
۶	مغرب	۶	افریقہ، تاہرت، سجلماسہ، ناس، سوس اقصیٰ
۷	ماوراء النہر	۶	فرغانہ، اسبیجاب، شاش، اشر دسنہ، صغد، بخارا
۸	خراسان	۹	بلخ، غزنین، لبت، سجستان استیسابان، ہرات، جوزجان، مروشاہجہان، نیشاپور، قہستان (ممالک عباسیہ میں سب سے زیادہ زرخیز و شاداب یہی ملک تھا)
۹	اسلیم دیلم	۵	تومس، جرجان، طبرستان، دیلمان، خمرز
۱۰	ماب	۳	آرمینیہ، آذربائیجان
۱۱	الجبال	۳	رے، ہمدان، اصفہان
۱۲	خوزستان	۷	سوس، تستر (شموستر) جندیساپور، عکر مکرم، اہواز، وردق، رام ہرمز
۱۳	فارس	۶	ارجات، خردار دشیر، دارالجرد، شیراز، سابور، اصطخر
۱۴	کرمان	۵	بردسیر، سیرجان، مرناسیر، بم، جیرفت
۱۵	سندھ	۴ کل ۸۷ صوبے	مکران (صدر مقام پنجور جو آج کل پنجگور کے نام سے مشہور ہے) تو ران، خاص سندھ (منصورہ دارالسلطنت) دیبل

اس مجمل فہرست سے آپ کو یہ اندازہ تو کم از کم ہو جائے گا کہ ان عظیم ۸۷ ولایتوں یا صوبوں پر مشتمل یہ عریض و بسیط پندرہ ممالک پر پھیلی ہوئی سلطنت عباسیہ اپنی

شان وشوکت اور سطوت و جبروت کے اعتبار سے کیا ہوگی۔ اسی شان وشوکت کے ساتھ ساتھ حصول اقتدار اور جاہ وثروت کی کشمکش جب پروان چڑھی اور عہد عباسیہ کے پانچ دوروں میں خون مسلم کی جو ارزانی ہوئی اس کی تفصیل آج بھی جب بیان کی جاتی ہے تو ہمارے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔

حکومت عباسیہ (جس کو اسلامی تاریخ میں خلافت عباسیہ کہا جاتا ہے) کا آغاز ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ سے ہوا۔ اس دن عباسی خلیفہ سفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور اس حکومت کا اختتام ۴ صفر ۶۵۶ھ کو آخری خلیفہ مستعصم باللہ کے قتل پر ہوا۔ اس طرح عباسی سلطنت ۵۲۴ سال قائم رہی اور اس میں ۳۷ خلیفہ ہوئے۔

دولت عباسیہ کے اقتدار اور بے مثال شان وشوکت کا دور، اس کا پہلا دور ہے جو سفاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون، امین، مامون، معتصم باللہ اور واثق باللہ کی پر سطوت و جبروت سلطنتوں پر مشتمل ہے۔ یہ دور ۱۳۲ھ سے ہو کر ۲۳۲ھ پر ختم ہوا۔ ایک طرف تو یہ دور عباسی حکومت کی شان وشکوہ اور ان کی بے مثال عظمت وجلال کا تابناک مرقع ہے تو دوسری طرف جنگ و جدل، قتل و غارت گری، خونریزی اور سفاکی میں بھی آپ اپنا جواب ہے۔ مندرجہ بالا اقالیم اور مملکتوں کا قیام ظاہر ہے کہ امن وامان کے پرسکون ماحول میں تو ہوا نہیں ہوگا۔ بہت سی تحریکیں اس صد سالہ دور میں اٹھیں، بہت سے داعیان حکومت پیدا ہوئے، بہت سے طالع آزما تلوار لے کر مقابل میں آئے، چند سرداروں اور امیروں نے بغاوت پر کمر باندھی، اپنی حکومتوں کے قیام کے لیے سر توڑ کوششیں کیں، مسلمانوں کی تلواروں نے مسلمانوں کا بیدریغ لہو بہایا۔ عباسیوں نے اپنی دعوت کی تکمیل اور سلطنت کے استحکام کے لیے لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا تب کہیں وہ اس قدر وسیع مملکت کو قائم کر سکے۔

جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ دوسری صدی ہجری سے لے کر چھٹی صدی ہجری تک پانصد سالہ دور جس طرح خون آشامیوں اور خانہ جنگیوں کا دور ہے اسی طرح یہ دور تصوف کی عظمت اور سربلندی کا زمانہ بھی ہے۔ دولت عباسیہ کی وہ ولایات جن کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جا چکا ہے ہزاروں صوفیائے کرام کا مولد و منشا بنی رہیں اور ارباب تصوف کے مشہور خانوادے اور سلاسل اس پانصد سالہ دور میں پروان چڑھے۔

وہ دل جن میں خوف خدا، خلق خدا سے محبت اور احکام الٰہی کی بجا آوری کا جذبہ زندہ ہوتا اور جو الشفقة علی خلق الله والطاعة لا مر الله کو اسلام، دین، عدل، انصاف، دیانت، صداقت اور معرفت حق کا ذریعہ سمجھتے تھے وہ شہروں کی اس پر آشوب زندگی سے کنارہ کش ہو کر ویرانوں کو آباد کرتے، ذکر حق کی محفلوں کو آراستہ کرتے اور دلوں کو نور معرفت سے چمکاتے۔

اسی سلطنت عباسیہ کا چوتھا دور ہے اور انحطاط کے بعد حکومت نے کچھ سنبھالا لیا ہے۔ بنی بویہ کے بعد آل سلجوق کی حکومت قائم ہو چکی ہے لیکن انہوں نے بغداد کی مرکزیت کو ختم کر کے رے کو اپنا مرکز اور مستقر خلافت بنالیا ہے۔ آل سلجوق نے آل بویہ کے برخلاف عباسی خلیفہ کا احترام بحال کر دیا ہے۔ خلیفہ مستظہر باللہ، مقتدی باللہ یعنی ابوالقاسم عبداللہ بن ذخیرہ بن ابوالعباس بن قائم بامر اللہ عباسی تخت پر متمکن ہے (خلافت ۵ محرم ۴۸۷ھ سے ۱۶ ربیع الاول ۵۱۲ھ)۔ یہ وہ وقت ہے کہ سلطان سنجر ملکشاہ اس عہد کا سلطان ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی ملک کے انتشار اور اہالیان ملک کی بے راہروی اور بداعمالیوں سے بددل ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ بند کر کے بغداد سے ملک شام کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ حسن بن صباح کی تلوار کو خون کا چسکا پڑ چکا ہے۔ اکابرین اُمت بغداد چھوڑ رہے ہیں۔ صباحی اور باطنی عقائد کے خلاف زبان کھولنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اُندلس میں خانہ جنگیاں ہو رہی ہیں۔ افریقہ میں موحدین اور مرابطین برسرپیکار ہیں۔ مصر پر قرامطہ قابض ہو چکے ہیں۔ صلیبی جنگیں شروع ہو چکی ہیں۔ ایران بہت سی ریاستوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ مشرق میں ماوراء النہر، خراسان اور پنجاب پر غزنوی خاندان کا بادشاہ سلطان ابراہیم حکمرانی کر رہا ہے۔ داتا گنج بخش (حضرت عثمانی علی ہجویری) لاہور میں ارشاد کی مسند سے رہ گزار عالم باقی ہو چکے ہیں۔ ہر طرف ایک افراتفری کا عالم ہے۔ گہوارہ علم و مذہب یعنی بغداد مصیبت میں مبتلا ہے کہ ایک ۱۸ سالہ نوجوان صالح ۴۸۸ھ میں گیلان کے قصبہ نیف سے علم کی تشنگی بجھانے کے لیے عازم بغداد ہوتے ہیں۔

گیلان کے محل وقوع کے سلسلہ میں اگرچہ مورخین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض حضرات نے عجیب عجیب موشگافیاں اس سلسلہ میں کی ہیں لیکن سارے مشہور

مورخین مسعودی اور جریر طبری کا بیان اس سلسلہ میں بہت زیادہ وقیع ہے۔ ان کا بیان ہے کہ گیلان جسے عرب جیلان کہتے ہیں ایران قدیم کا ایک صوبہ تھا جو اقلیم دیلم کے توابع میں تھا۔ اس کے شمال میں بحیرۂ کیسپین، جنوب میں سلسلہ کوہ البرز اور مشرق میں ماژندارات ایران کا ایک مشہور شہر ہے لیکن گیلان کو صوبہ کہنا صحیح نہیں۔ گیلان ولایت طبرستان کا ایک مشہور شہر تھا اور طبرستان اقلیم دیلم کا ایک صوبہ تھا۔

شہر گیلان کے مشہور تابع، توالیمش، گرگان رود، لاہیجان، رودسر اور راحت آباد ہیں۔ گیلان کی یہ آزادی اور خودمختاری دور صفویہ میں ختم ہوگئی اور عباس اول (صفوی) نے اس کو ایران میں شامل کرلیا۔ ۱۸۱۳ء کے ایران روس معاہدے کے مطابق اس کا بہت سا علاقہ روسی حدود میں شامل کرلیا گیا اور آج ایران جدید میں اس نام کا کوئی صوبہ یا کوئی ولایت نہیں البتہ لاہیجان اور رشت موجود ہیں۔

اسی گیلان کے قصبہ نیف میں ایک خداپرست ولی کامل حضرت ابوصالح موسیٰ (جنگی دوست) آباد تھے۔ حضرت ابوصالح موسیٰ کی دیانت اور تقویٰ، ان کا زہد اور اتقا اس منزل پر تھا کہ عالم شباب ہی میں یہ خشیت الٰہی اور عصمت وعفت کی ان منزلوں پر پہنچ گئے تھے جہاں انسان اگر توفیق الٰہی شامل حال ہو تو مدتوں کی ریاضتوں کے بعد پہنچا کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست کا عالم شباب تھا۔ ایک روز سخت گرسنگی کے عالم میں ایک سیب جو ایک ندی میں بہتا ہوا آرہا تھا نکال کر کھالیا۔ لیکن کھانے کے بعد معاً خیال آیا کہ باغ کے مالک سے اجازت لیے بغیر مجھے سیب کھانے کا حق نہیں تھا اور نہ وہ میرے لیے حلال تھا۔ سخت پشیمان ہوئے اور آخرکار باغ کے مالک کی تلاش میں ندی کے کنارے کنارے اس جانب چل کھڑے ہوئے جدھر سے سیب بہتا ہوا آیا تھا۔ دور دراز کی مسافت قطع کرنے کے بعد آخرکار ایک ایسے باغ کے قریب پہنچے جس کے سیب کے درختوں کی شاخیں پانی میں لٹک رہی تھیں۔ آپ کو یقین ہوگیا کہ یہی وہ باغ ہے جس کا بہتا ہوا سیب میں نے کھایا ہے۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ اس باغ کا مالک کون ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت عبداللہ صومعی اس باغ کے مالک ہیں ان کا صومعہ اس باغ کے اندر ہے۔ آپ باغ کے اندر پہنچ کر حضرت عبداللہ صومعی کی خدمت میں پہنچے اور اپنے آنے کی غرض وغایت بیان کی۔ حضرت عبداللہ صومعی اس نوجوان کے زہد وارتقا کو

دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اللہ اللہ ایک سیب اور اس کی اجازت کے لیے اس قدر دور دراز کٹھن منزلوں کا سفر، حضرت موسیٰ جنگی دوست جب طالب معافی ہوئے تو حضرت عبداللہ صومعی نے آپ کا حسب نسب دریافت کیا اور کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ غور و تامل کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے نوجوان میں تم کو اس وقت تک معاف نہیں کروں گا جب تک تم میری خواہش پوری نہ کردو۔ موسیٰ جنگی دوست نے عرض کیا کہ میں حصول معافی کے لیے آپ کی ہر خواہش بسر و چشم بجالانے کے لیے تیار ہوں۔ حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا کہ تم میری بیٹی اُم الخیر فاطمہ کو اپنی زوجیت میں قبول کرلو، لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ گونگی، بہری، لولی، لنگڑی اور اندھی ہے، بولو کیا تمھیں منظور ہے۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست کچھ دیر تو خاموش رہے لیکن پھر خیال آیا کہ معافی اس شرط کو قبول کیے بغیر مل نہیں سکتی اور جو کچھ صعوبات اب تک اٹھائیں ہیں وہ اس معافی کے لیے۔ دل کا تقویٰ فوراً کہہ اٹھا کہ حضرت عبداللہ صومعی کی شرط قبول کرلو۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست نے عرض کیا کہ حضرت والا اگر خطا کی معافی اس شرط کی تحصیل پر مبنی و منحصر ہے تو مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔ حضرت شیخ نے فوراً خانقاہ عالیہ میں اعلان کرادیا اور جب شادی کا سامان ٹھیک ہوگیا تو حضرت شیخ نے خود خطبہ نکاح پڑھایا اور اُم الخیر فاطمہ کو اس نوجوان کی زوجیت میں دے دیا۔ جب موسیٰ جنگی دوست حجلۂ عروسی میں پہنچے تو وہاں ایک پیکر حسن و جمال کو دیکھ کر توبہ استغفار کرتے ہوئے فوراً پلٹ پڑے اور حضرت عبداللہ صومعی کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ حضرت آپ نے میرا عقد ایک اندھی، لولی لنگڑی، اپاہج دوشیزہ سے کیا تھا لیکن حجلہ عروسی میں تو کوئی نامحرم موجود ہے جو ان تمام عیوب سے مبرا ہے جن کو آپ نے ام الخیر سے متصف فرمایا تھا۔ حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا کہ عزیزم حجلۂ عروسی میں جو دوشیزہ موجود ہے وہی ام الخیر فاطمہ تمہاری زوجہ ہے۔ میں نے اس کو اندھی اس اعتبار سے کہا تھا کہ آج تک اس کی نظر کسی نامحرم پر نہیں پڑی، بہری اس لحاظ سے کہ آج تک کوئی بری بات اس نے نہیں سنی، گونگی اس اعتبار سے کہا کہ کبھی اس نے جھوٹ نہیں بولا نہ کسی کی غیبت کی، لنجی اس وجہ سے کہا کہ کبھی اس نے اپنے ہاتھوں سے ایسا کام نہیں کیا جو شریعت کے خلاف ہو، لنگڑی یوں کہا کہ اس نے اللہ کی راہ کے سوا کسی اور راستہ پر آج تک قدم نہیں رکھا۔ اللہ اللہ حضرت موسیٰ جنگی دوست کی خوش بختی کہ ایسی صالحہ اور ولیہ

خاتون ان کے عقد میں آئیں۔ حضرت موسیٰ جنگی دوست شادی کے بعد کچھ عرصہ تو حضرت عبداللہ صومعی کی خانقاہ میں مقیم رہے پھر اپنی صالحہ اور عابدہ بیوی کو لے کر نیف واپس چلے آئے۔ انہی فرشتہ خصال صاحب تقویٰ وطہارت زوجین کے یہاں ۴۷۰ھ میں ایک فرزند تولد ہوئے، جن کا نام نامی عبدالقادر رکھا گیا اور احیائے ملت و دین کے باعث محی الدین کے لقب سے سربلند ہوئے۔ جب ایسی پاکیزہ خصال، تقویٰ و پرہیز گاری کی دلدادہ ماں ہو اور ایسا زہد و اتقار رکھنے والا باپ تو ظاہر ہے کہ فرزند کن صفات بلند کو لے کر دنیا میں آیا ہوگا۔

حضرت ام الخیر فاطمہ کے یہاں یہ ولادت عمر ایاس یعنی ساٹھ برس کی عمر میں ہوئی تھی، رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور ۴۷۰ھ۔ پاک گودوں میں ایک پاک باطن اور پاک طینت بچہ نے پروان چڑھنا شروع کیا اور ان روحانی کمالات سے غیر شعوری طور پر بہرہ ور ہوتا چلا گیا جو والدین میں قدرت نے وَدیعت فرمائے تھے، لیکن اس عظیم فرزند نے ابھی زندگی کی چند منزلیں ہی طے کی تھیں کہ زہد و اتقا کے رجل عظیم یعنی حضرت موسیٰ جنگی دوست کا انتقال ہو گیا اور اس صالح یتیم فرزند کی تعلیم و تربیت کا تمام بوجھ عابدہ صالحہ ضعیفہ خاتون اُم الخیر فاطمہ کے کندھوں پر آپڑا۔ بغداد اس دور میں دینی تعلیم کا مرکز تھا۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کا چاردانگ عالم میں شہرہ تھا۔ مدرسہ احناف بھی اسی طرح سے مشہور تھا۔

۴۸۸ھ میں جب کہ اس فرزند سعید نے عمر کی اٹھارویں منزل میں قدم رکھا تو ایک روز یہ والدہ محترمہ سے سفر کی اجازت کے طالب ہوئے۔ صالحہ اور عابدہ ماں نے ہونہار بیٹے کے اشتیاق کو دیکھتے ہوئے بغداد جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ ہر چند کہ اس زمانہ میں جب کہ ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی ملکی نظم ونسق درہم و برہم تھا۔ طبرستان سے بغداد تک سینکڑوں کوس کی مسافت تھی۔ راستے پرخطر تھے، کسی کارواں کا سلامتی کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچ جانا ایک بڑی بات سمجھی جاتی تھی۔ حضرت اُم الخیر نے تحصیل علوم کے لیے بادیدۂ اشکبار بیٹے کو گلے لگا کر رخصت کیا۔ بغداد میں مستنصر باللہ سریر آرائے سلطنت ہے، ایران میں سلجوقی سلطنت کی وہ آن بان باقی نہیں جو ملک شاہ اور نظام الملک کے دم سے تھی۔ ۴۸۵ھ میں نظام الملک ایک باطنی (فدائی) کے ہاتھ شہید ہو گئے اور ان کی شہادت کے بیس بائیس دن کے بعد ہی سلطنت سلجوقیہ کا نمائندہ

سورج (ملک شاہ) بھی غروب ہوگیا۔ تخت سلجوق کے لیے ملک شاہ کے فرزند آپس میں الجھ رہے تھے۔ ولی عہد سلطنت چونکہ نامزد نہیں ہوا تھا لہٰذا ترکان خاتون کی خواہش ہے کہ اس کا بیٹا محمود باپ کا جانشین ہو جو سلطان کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے، اور حق ہے برکیاروق کا۔ شاہزادہ محمد اور شاہزادہ سنجر بھی تخت کے دعویدار ہیں لیکن نظام الملک نے برکیاروق کی ولی عہدی سلطان سے منظور کرائی تھی لہٰذا نظام الملک کے امرا کی مدد سے سلطان برکیاروق تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا لیکن ملک میں امن و امان قائم نہ ہو سکا۔

اس وقت ان ممالک میں کیفیت یہ تھی کہ رے، جبل، طبرستان، خوزستان، فارس، دیار بکر اور حرمین شریفین میں برکیاروق کے نام کا خطبہ پڑھا جا رہا تھا اور آذر بائیجان، آران، آرمینیہ، اصفہان اور عراق میں سلطان محمد بن ملک شاہ سلجوقی کا، سنجر بن ملک شاہ نے ممالک شرقیہ میں جرجان سے ماوراء النہر تک اپنے نام کا خطبہ شروع کر دیا تھا۔ فرنگی ملک شام پر اور بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لیے حملہ آور ہو چکے تھے۔

اس مختصر سے ملکی حالات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ممالک اسلامیہ میں کیسی خانہ جنگی چھڑی ہوئی تھی۔ دلوں سے سکون رخصت تھا۔ نہ شہروں میں امن و امان تھا نہ قریوں میں۔ کارواں کی گذر گاہیں پر خطر تھیں۔ اہل قافلہ محفوظ و مامون نہ تھے۔ منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی لٹ جاتے تھے۔ چنانچہ یہ قافلہ بھی جس میں علم و کمال کے جویا فرزند سعید، ولی مادر زاد حضرت عبدالقادر المقلب بہ محی الدین شریک تھے۔ نیف سے بغداد کو روانہ ہوا لیکن چند منزل ہی طے کر پایا تھا کہ ڈاکوؤں نے گھیر لیا لیکن حضرت عبدالقادر کے صدق و صفا نے اہل قافلہ کو تباہی سے محفوظ رکھا، اور حملہ آوروں نے دزدی اور رہزنی سے اس نوعمر صالح جوان کے ہاتھ پر توبہ کی۔

آخر کار قطع منازل کرتے ہوئے کئی ماہ کی مدت کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر بغداد پہنچے، جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا ہے۔ اس وقت خلیفہ مستنصر باللہ بن ابوالقاسم باللہ بن زغیرہ ابوالعباس ابن قائم بامر اللہ تخت خلافت پر رونق افروز تھا۔ لیکن آل بویہ کے اقتدار نے بغداد کی علمی عظمت کو گہن لگا دیا تھا۔ فسق و فجور اور معصیت کا دور دورہ تھا۔ چند پاکیزہ نفوس اس شہر میں ضرور موجود تھے لیکن ان کا حلقہ اثر محدود تھا۔ کچھ اللہ والے بھی تھے اور وہ وعظ و نصیحت سے گو دلوں کو گرمانا چاہتے تھے لیکن ان کی مجلسیں سونی

پڑی تھیں۔ کوئی ان کے وعظ و نصیحت کی طرف کان دھرنے والا نہ تھا۔ ہر چند کو خلیفہ المستظہر باللہ خود ایک مرد صالح کریم اور خلیق، نیک نخی اور پابند شریعت خلیفہ تھا اور علماء و فضلا اور فقرا و صلحا سے محبت کرنے والا۔ لیکن رعیت کا مزاج تنعم و عیش پرستی نے اتنا بگاڑ دیا تھا کہ معصیت و سیاہ کاری بغداد کا مقدر بن چکی تھی، باطنی شورش عروج پر تھی اور صلیبی جنگ کی بنا پڑ چکی تھی۔

تحصیل علم و فن:

حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی کمال علمی کے حصول کے لیے جب مرکز علوم و فنون اور گہوارۂ تہذیب اسلامیہ بغداد میں وارد ہوئے تو آپ سب سے پہلے حضرت شیخ حماد بن مسلم دباس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت تمام بغداد ہی میں نہیں بلکہ اطراف و اکناف میں ہر جگہ حضرت حماد دباس کی عرفان شناسی کا شہرہ تھا۔ حضرت حماد دباس کی مجلس جو زیادہ تر ان کی دوکان پر قائم ہوتی تھی طالبان کا مرجع تھی۔ اس وقت کے صوفیائے کرام اور اسرار و حقیقت کے جویا اس دوکان پر جمع ہوتے تھے۔ یہاں بظاہر تو ''زاب'' فروخت ہوتی تھی لیکن بباطن دلوں کو معرفت کی شیرینی اور حلاوت سے آسودہ کیا جاتا تھا۔ شیخ دباس نے اس شہ باز طریقت کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور پذیرائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے شیخ طریقت کی تحریک اور خود تکمیل علوم شرعیہ کے جذبہ کی سرشاری سے منازل سلوک طے کرنے سے پہلے یہ مناسب خیال فرمایا کہ علوم دینیہ اور علوم متداولہ کی تکمیل کی جائے۔ چنانچہ آپ قاضی ابوسعید مبارک مخزومی کی خدمت میں پہنچے۔ قاضی ابوسعید کا شمار اکابر فقہائے عصر میں ہوتا تھا۔ انہوں نے مدرسہ باب الازج کے نام سے ایک درسگاہ قائم کر رکھی تھی جہاں علمائے متبحرین درس کی مسندوں پر متمکن تھے۔ چنانچہ آپ نے اس مدرسہ میں حضرت ابوزکریا تبریزی سے ''ادب'' کی تکمیل فرمائی۔ حضرت ابوزکریا ادبیات میں منفرد مقام رکھتے تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف اور اس وقت کے شہرہ آفاق ادیب تھے۔ ادبیات کی تحصیل کے ساتھ ساتھ آپ نے علم حدیث کی طرف توجہ فرمائی اور اس وقت کے مشاہیر محدثین جیسے ابوالغنائم محمد بن

علی میمون الخراسی، ابوالبرکات طلحہ العاقولی، ابوعثمان اسمٰعیل بن محمد الاصبہانی، ابوطاہر محمد عبدالرحمٰن ابن احمد، ابوالمنصو رعبدالرحمٰن، ابوالنصر محمد بن المختار ہاشمی۔ فقہ اور اصول فقہ میں آپ نے شیخ ابوالخطاب محفوظ الکلوذانی، ابوالوفا علی بن عقیل حنبلی، ابوالحسن محمد بن قاضی ابویعلی، محمد بن الحسین بن محمد السراج، قاضی ابوسعید المبارک المخزومی بانی مدرسہ باب الازج سے استفادہ فرمایا۔ آپ اپنی تصنیف ''الغنیۃ لطالب الطریق الحق'' میں اکثر و بیشتر سند روایت میں قال شیخنا مبارک اور قال ہبۃ اللہ بن مبارک کا ذکر فرماتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ حدیث وفقہ میں ان دونوں حضرات سے کافی متاثر تھے اور ان کو سند تسلیم کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے اساتذہ کرام میں اکثریت ایسے علما کی تھی جن کا فقہی مسلک حنبلی تھا۔ شاید یہی سبب ہے کہ آپ بھی اس مذہب سے متاثر ہوئے اور آپ نے بھی اس کو اختیار کیا۔ حدیث شریف پر آپ کی ژرف نگاہی اور دقت نظر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اساتذہ کرام سند دیتے وقت فرمایا کرتے تھے:

''اے عبدالقادر ہم تو تم کو الفاظ حدیث کی سند دے رہے ہیں ورنہ حدیث کے معانی میں تو ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں کیونکہ بعض احادیث کے مطالب جو تم نے بیان کیے ہیں ان تک ہماری فہم کی رسائی نہیں تھی۔''

درس وتدریس سے فراغت کے بعد آپ اپنے دلی جوش کے باعث مدتوں تک عراق کے ویرانوں اور خرابات کی طرف نکل جاتے اور کئی کئی روز تک بستی کا منہ نہ دیکھتے لیکن قدرت کو آپ سے ایک عظیم الشان دینی خدمت لینی تھی، اس لیے آپ نے اپنے استادگرامی قاضی ابوسعید مبارک مخزومی کے ارشاد کے بموجب مدرسہ باب الازج میں خدمت تدریس اپنے ذمہ لے لی، آپ نے جب مدرسہ میں درس شروع فرمایا تو طلبا کی تعداد کچھ زیادہ نہ تھی لیکن آپ کے تبحر علمی کا شہرہ اس قدر جلد بغداد اور مضافات بغداد میں پہنچا کہ دور دراز مقامات کے طلبا جوق در جوق آپ کے درس میں شریک ہونے لگے اور مدرسہ باب الازج کی وسعتیں ان طالبان شوق کی گنجائش کے لیے کم ہوگئیں اور یہ حالت ہوگئی کہ جن طلبا کو مدرسہ میں جگہ نہ ملتی تھی، وہ مدرسہ کے متصل بازار اور چوک میں بیٹھ کر آپ کی ان تقاریر سے استفادہ کرتے جو دوران درس آپ فرمایا

کرتے۔ اس حالت سے متاثر ہوکر بغداد کے ارباب خیر نے مدرسہ کی وسعت میں زر کثیر صرف کیا یہاں تک کہ بعض نیک بندے بلا اُجرت رات دن تعمیر میں لگے رہتے اور تھوڑی سی مدت میں مدرسہ کو وسعت دے دی گئی۔ ۵۲۸ھ میں مدرسہ کی وسعت کا کام انجام کو پہنچ گیا اور ایک مہتم بالشان عمارت تیار ہوگئی۔ اس وقت یہ مدرسہ باب الازج کے بجائے مدرسہ قادریہ کے نام سے موسوم ہوکر اکناف عالم میں مشہور ہوا۔

درس وتدریس:

مدرسہ میں آپ ایک سبق تفسیر کا، ایک حدیث شریف کا، ایک فقہ کا اور ایک اختلاف ائمہ اربعہ اور ان کے دلائل کا آپ خود دیتے تھے۔ یوں صبح وشام تفسیر وحدیث، فقہ، اصول فقہ، اور نحو کے اسباق ہوتے تھے۔ نحو کے بعد ظہر اور عصر کے درمیان علم تجوید کی تعلیم ہوتی تھی۔ فتویٰ نویسی کا شعبہ اس کے علاوہ تھا اور مواعظ حسنہ کی مجالس ان سے سوا۔

موعظت وتلقین:

۵۲۱ھ میں حضرت نے پہلی تقریر فرمائی۔ ابتدا میں سامعین کی تعداد بہت کم تھی لیکن آپ کی پہلی تقریر نے بغداد میں تہلکہ مچادیا۔ پھر تو انسانوں کا ایک دریا اُمڈ آیا۔ ہر وعظ میں اس قدر ہجوم ہونے لگا کہ باب الشامیہ کی جامع مسجد حاضرین کے لیے تنگ ہوگئی۔ یہ دیکھ کر آپ نے عید گاہ بغداد کے وسیع وعریض میدان کو اپنے مواعظ کے لیے پسند فرمایا، اور پھر آپ عرصہ تک اسی مقام پر وعظ فرماتے رہے۔ بغدادیوں نے آپ کی خطابت اور موعظت سے متاثر ہوکر بغداد کے باہر ایک طویل وعریض رباط تعمیر کرائی اور یہ سلسلہ اس قدر وسیع ہوتا چلا گیا کہ مدرسہ باب الازج کی تعمیرات اس رباط کی تعمیرات سے متصل وملحق ہوکر ایک عالی شان وسیع وعریض زاویہ یا خانقاہ کی شکل میں نظر آنے لگیں۔ حضرت یہاں دستور کے مطابق جمعہ، یکشنبہ اور دوشنبہ کو دعوت رشد وہدایت فرمایا کرتے تھے۔

عربی زبان پر عبور پانا:

حضرت کی مادری زبان فارسی تھی اور بغداد عربی ادب کا گہوارہ اور فصحائے عرب کا ملجاو ماویٰ۔ پس ضرورت تھی کہ آپ عربی زبان میں وعظ فرمائیں۔ اس لیے

باوجودیکہ آپ علوم دینیہ وادبیہ پر عبور کامل حاصل کر چکے تھے اور حدیث شریف کے معانی میں ایسے ایسے نکات بیان فرماتے تھے کہ آپ کے اساتذہ بھی اُن کے معترف تھے لیکن ان سب کے باوجود کمال تقریر کی ہمت آپ اپنے آپ میں نہیں پاتے تھے۔ چنانچہ حضرت خود فرماتے ہیں:

''۵۲۱ھ میں ۱۶ رشوال شنبہ کے روز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے عالم خواب میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور مجھے وعظ کہنے کی ہدایت فرمارہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں عجمی ہوں۔ بغداد کے فصحا کے سامنے زبان کھولتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ میں ان حضرات کے سامنے کیونکر کلام کروں۔ ایسا نہ ہو کہ بغداد کے فصیح وبلیغ حضرات مجھ پر یوں طعنہ زن ہوں کہ ''اولادنبی ہونے کے باوجود عربی سے نابلد ہے، اور پھر بھی وعظ و پند میں سرگرم ہے''۔ میری اس گذرش پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم فرمایا اور وعظ کا حکم دیا۔ دوسرے روز میں بعد نماز ظہر وعظ کہنے کے ارادے سے منبر پر بیٹھا اور سوچتا رہا کہ کیا کہوں۔ میرے اردگرد خلقت کا ہجوم تھا اور ہر ایک میرا وعظ سننے کا مشتاق تھا۔ ہر چند کہ میرے سینہ میں دریائے علم موجزن تھا مگر زبان نہیں کھلتی تھی کہ اسی وقت میرے جدامجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور چھ مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم کیا۔ میری زبان فوراً کھل گئی اور میں نے وعظ شروع کر دیا۔ اب میری طلاقت لسانی کی سارے بغداد میں دھوم مچ گئی۔ خود میرے دل میں جوش سخن کا یہ عالم تھا کہ اگر کچھ عرصہ خاموش رہتا اور وعظ نہ کہتا تو میرا دم گھٹنے لگتا تھا۔ اول اول میری محفل تذکیر میں تھوڑے لوگ ہوا کرتے تھے مگر آخر میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہجوم کی مسجد میں گنجائش ناممکن ہوگئی۔ بالآخر عیدگاہ میں منبر رکھا گیا اور میں نے وہاں وعظ کہنا شروع کر دیا۔ آپ مزید فرماتے ہیں:

''۷۰ ہزار افراد میری مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ سوار اتنے آتے تھے کہ ان کی گرد سے عیدگاہ کے گرد ایک حلقہ بن جاتا تھا اور دور سے تو دہ نظر آتا تھا۔''

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اخبارالاخیار میں بتذکرہ حضرت غوث الاعظم تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت کے کلام معجز بیان میں وہ تاثیر تھی کہ جب آپ آیات

وعید کے معانی ارشاد فرماتے تھے تو تمام لوگ لرز جاتے تھے۔ چہروں کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ گریہ وزاری کا یہ عالم ہوتا تھا کہ اہل محفل پر بے ہوشی طاری ہو جاتی تھی۔ جب آپ رحمت الٰہی کی تشریح وتوضیح اور اس کے مطالب بیان فرمانے لگتے تو لوگوں کے دل غنچوں کی طرح کھل جاتے تھے۔ اکثر حاضرین تو بادۂ ذوق وشوق سے اس طرح مست و بے خود ہو جاتے تھے کہ بعد ختم محفل ان کو ہوش آتا تھا اور بعض تو محفل میں ہی جاں بحق تسلیم ہو جاتے۔ حضرت کی محفل وعظ میں چار سو افراد قلم دوات لے کر بیٹھتے تھے جو کچھ آپ سے سنتے اس کو لکھتے جاتے۔''

حضرت کے مواعظ دلوں پر بجلی کا اثر کرتے تھے۔ شیخ عمر کیسانی کہتے ہیں کہ کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں یہود ونصاریٰ اسلام قبول نہ کرتے ہوں اور عامتہ الناس رہزنی، خونریزی، بدکاری اور جرائم سے توبہ نہ کرتے ہوں۔ فاسد الاعتقاد اپنے غلط عقائد سے آپ کی محفل میں توبہ کرتے تھے۔ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بغداد کی آبادی کے ایک بڑے حصہ نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔

محقق وقت شیخ موفق الدین ابن قدامہ صاحب کتاب مغنی کے اس قول سے حضرت محقق محدث دہلوی کے ارشاد کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت موفق الدین فرماتے ہیں:

''میں نے کسی شخص کو آپ سے بڑھ کر دین کے باعث تعظیم پاتے نہیں دیکھا، بادشاہ، وزراء اور امراء آپ کی مجالس میں نیاز مندانہ طریقے پر حاضر ہوتے تھے اور ادب سے بیٹھ جاتے تھے، علما وفقہا کا تو کچھ شمار ہی نہیں تھا۔ ایک ایک دفعہ میں چار چار سو دواتیں شمار کی گئی ہیں جو آپ کے ارشادات قلم بند کرنے کے لیے موجود ہوتی تھیں۔''

آپ پر بغداد کی معاشرتی سماجی اور دینی زندگی کی بگڑتی ہوئی حالت پوشیدہ نہیں تھی۔ ظلم وستم، جبر واستبداد، فواحش وتن آسانی عیش وطرب میں ڈوبی ہوئی زندگی کو ہلاکت کے بھنور سے باہر نکال کر لانا ہی آپ کا مقصود اصلی تھا اور اسی لیے آپ نے بغداد کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا تھا۔ آپ کے مواعظ کا اصلی موجب یہی تھا کہ بندگان خدا کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ آپ ہر وقت ان برگشتہ حال نفوس کی اصلاح میں مشغول و مصروف رہتے۔ بڑے بڑے لوگوں کو ان کی برائیوں پر بے دھڑک ٹوکتے اور اصلاح کی طرف متوجہ فرماتے۔ آپ سلاطین وقت (خلفائے بغداد) وزراء، امرائے سلطنت،

اکابرین ملت، عامل وقاضی، واعظ وصوفی ہرایک کو بے دھڑک ٹوکتے اوراس کی برائیوں سے آگاہ فرماتے اور کبھی کسی کی انفرادیت، وجاہت اور سطوت وشوکت سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ میں اس سلسلہ میں آپ کے خطبات ومواعظ سے چند اقتباسات پیش کررہا ہوں تاکہ آپ کو حضرت کی خطابت اوراصلاح کی شان کا اندازہ ہوسکے۔

ظالموں، عالموں، صوفیوں اور فقیہوں سے خطاب:

''تم رمضان میں اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہواور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خون سے افطار کرتے ہواوران پرظلم کرکے جو مال حاصل کیا ہے اسے نگلتے ہو۔ اے لوگو! افسوس کہ تم سیر ہوکر کھاتے ہواور تمہارے پڑوسی بھوکے رہتے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں، تمہارا ایمان صحیح نہیں۔

دیکھو! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے سائل کو دیا کرتے تھے، اپنی اونٹنی کو چارہ ڈالتے، اس کا دودھ دوہتے اوراپنا کرتہ سیا کرتے۔ تم ان کی متابعت کا دعویٰ کیسے کرتے ہو، جب کہ اقوال وافعال میں ان کی مخالفت کررہے ہو۔''

''اے مولویو، اے فقیہو! اے زاہدو! اے عابدو! اے صوفیو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو، ہمارے پاس تمہاری موت اور حیات کی ساری خبریں ہیں۔ سچی محبت جس میں تغیر نہیں آسکتا وہ محبت الٰہی ہے، وہی ہے جس کو تم اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہواور وہی محبت روحانی صدیقوں کی محبت ہے۔

اے نفس، خواہش، طبیعت اور شیطان کے بندو! میں تمہیں کیا بتاؤں میرے پاس تو حق درحق، مغز درمغز اور صفا درصفا توڑنے اور جوڑنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یعنی توڑنا ماسوا اللہ سے اور جوڑنا اللہ سے۔

اے منافقو! اے دعویٰ کرنے والو! اے جھوٹو! میں تمہاری ہوس کا قائل نہیں اہل دل کی صحبت اختیار کرو، تاکہ تم کو بھی دل نصیب ہو، لیکن تمہارے پاس تو دل ہے ہی نہیں، تم تو سراپا نفس وطبیعت اور ہوا وہوس ہو!!

باشندگان بغداد سے خطاب:

اے بغداد کے رہنے والو! تمہارے اندر نفاق زیادہ اور اخلاص کم ہو گیا ہے اور اقوال بلا اعمال بڑھ گئے ہیں اور عمل کے بغیر قول کسی کام کا نہیں۔ تمہارے اعمال کا بڑا حصہ جسم بے روح ہے کیونکہ روح اخلاص و توحید اور سنت رسول اللہ پر قائم ہے، غفلت مت کرو، اپنی حالت کو پلٹو تاکہ تم کو راہ ملے۔ جاگ اٹھو اے سونے والو! اے غفلت شعار و بیدار ہو جاؤ! اے سونے والو جاگ اٹھو۔ جس پر بھی تم نے اعتماد کیا وہ تمہارا معبود ہے اور جس پر نفع یا نقصان میں تمہاری نظر پڑے اور تم ایسا سمجھو کہ اس کے ہاتھ حق تعالیٰ (نفع نقصان) کو جاری کرنے والا ہے، وہ تمہارا معبود ہے۔ عنقریب تمہیں اپنا انجام نظر آ جائے گا۔

درباری علما، زہاد اور سلاطین سے خطاب:

"اے علم و عمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت، اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے اللہ کے بندوں پر ڈاکہ ڈالنے والو! تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں مبتلا ہو، یہ نفاق کب تک۔

اے عالمو اور زاہدو! بادشاہوں اور سلطانوں کے لیے تم کب تک منافق بنے رہو گے کہ تم ان سے اپنا زر و مال، شہوات و لذات حاصل کرتے ہو۔ تم اور اکثر بادشاہان وقت اللہ کے مال اور اس کے بندوں کے بارے میں ظالم، اور خیانت کرنے والے ہو۔

اے الٰہی، منافقوں کی شوکت توڑ دے اور ان کو ذلیل فرما، یا ان کو توبہ کی توفیق عطا فرما اور ظالموں کا قلع قمع فرما دے، زمین کو ان سے پاک فرما دے یا ان کی اصلاح فرما (آمین) (اقتباسات از الفتح الربانی)

اس عمومی خطاب میں اکثر تخصیص بھی فرمایا کرتے تھے، اکثر امراء و سلاطین وقت آپ کی خدمت میں دعائے خیر کے حصول کے لیے حاضر ہوتے۔ اس موقع پر آپ ان کو نصیحت فرماتے اور وعید الٰہی سے ڈراتے، ایک بار المستنجد باللہ آپ کی خدمت بابرکت میں باریاب ہوا اور حضرت کی خدمت میں دس توڑے اشرفیوں کے پیش کیے اور قبول فرمانے پر اصرار کیا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں میں چند اشرفیوں کو لے کر رگڑا تو

ان سے خون ٹپکنے لگا۔ اس وقت حضرت نے المستنجد سے فرمایا:

''تمہیں اللہ سے شرم نہیں آتی کہ انسانوں کا خون کھاتے ہو اور اسے جمع کر کے میرے پاس لاتے ہو۔'' المستنجد یہ ماجرا دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔

آپ اعلاء کلمۃ الحق میں کبھی باک نہیں فرماتے تھے۔ غلط کاریوں پر آپ بادشاہ کو بھی اسی طرح ڈانٹ دیا کرتے تھے جیسے کسی عامی کو۔ ایک بار بادشاہ وقت خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے قاضی ابوالوفا یحییٰ بن سعید بن یحییٰ بن مظفر کو قاضی بغداد مقرر کر دیا، یہ شخص اپنی دراز دستی، ظلم و ستم رانی کی بدولت ''ابن المزحم الظالم'' کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ لوگوں نے حضرت سے خلیفہ کی اس عوام دشمنی کی شکایت کی تو آپ نے بر سر منبر خلیفہ المقتفی لامر اللہ جو آپ کی مجلس شریف میں موجود تھا اس طرح پھٹکارا:

''تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو اظلم الظالمین ہے۔ کل قیامت کے دن اس رب العالمین کو جو ارحم الرحمین ہے کیا جواب دو گے۔''

یہ سن کر خلیفہ لرزہ براندام ہو گیا اور اس پر خشیت الٰہی سے لرزہ طاری ہو گیا۔ اس نے اسی وقت قاضی مذکور کو قضاۃ کے عہدے سے معزول کر دیا۔ لیکن غربا اور فقراء کے ساتھ آپ کا سلوک بالکل مساویانہ تھا۔ آپ ان کے ساتھ بیٹھ جاتے اور بڑی بے تکلفی سے ان سے گفتگو فرماتے اور ان کو آزادانہ گفتگو کا موقع دیتے۔ آپ کے انہی اخلاق اور فضائل نے عوام کو آپ کا گرویدہ اور خواص کو آپ کا والہ و شیدا بنا دیا تھا۔

آپ کے مواعظ کا اثر:

آپ کے ان مواعظ حسنہ اور خطابت حکیمانہ کا یہ اثر ہوا کہ بغداد جو عیش و طرب کا گہوارہ، رندی و سرمستی کا ٹھکانہ تھا، جہاں کے نوجوان رئیس زادے اور شرفاء آداب شرافت و سیاوت بھلا چکے تھے بہت جلد راہ راست پر آ گئے ان کی سرمستیاں ماند پڑ گئیں، ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی۔ صرف مسلمان ہی تائب نہیں ہوئے بلکہ صدہا یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بغداد کی آبادی کے بڑے حصے نے حضرت والا کے ہاتھ پر توبہ کی اور بکثرت یہود و نصاریٰ اور اہل ذمہ مسلمان ہوئے۔

حضرت غوث اعظم اور تعلیمات باطنی:

حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف مبارکہ آپ کے مواعظ وارشادات گرامی ہی اس بلند مرتبہ اور حکمت کے اس اعلیٰ درجہ پر ہیں کہ ان کی کما حقہ، تعریف، ان کا اثر اور ان کے فیضان کا احاطہ کرنا اور ان سے جو نتائج مرتب ہوئے ان کا بیان کرنا بہت ہی دشوار ہے۔ یہ مواعظ و درس اثر آفرینی کی اس منزل پر ہیں کہ آپ کی فضیلت اور آپ کے کمالات علمی پر دلیل قاطع ہیں لیکن کیا عرب اور کیا عجم، کیا ہند اور کیا شام و عراق تمام دنیا میں آپ کے نام والا کی عظمت اور فیضان معرفت کی جو دھوم اور شان ہے وہ آپ کے کمالات باطنی اور آپ کے رشد و ہدایت کے سلسلہ یعنی سلسلۂ قادریہ کا فروغ اور اس کی عالمگیر اشاعت ہے۔ ذیل کی سطور میں اس پاک سلسلہ کے بارے میں مختصراً تحریر کررہا ہوں۔

حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی دعوت حق کے سلسلہ میں الفتح الربانی میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

"اے لوگو! دعوت حق قبول کرو، بیشک میں داعی الی اللہ ہوں کہ تم کو اللہ کے دروازے اور اس کی طاعت کی طرف بلاتا ہوں۔ اپنے نفس کی طرف نہیں بلاتا کہ منافق ہی اللہ کی طرف مخلوق کو نہیں بلاتا بلکہ اپنے نفس کی طرف بلاتا ہے۔"

اس عظیم دعوت کے لیے آپ نے ان چند ہستیوں کو انتخاب فرمایا جن میں یہ جوہر قابل موجود تھا۔ چنانچہ ان میں گل سرسبد حضرت شیخ شہاب الدین عمر بن محمد السہروردی صاحب عوارف المعارف ہیں۔ آپ عنفوان شباب میں علوم عقلیہ کے بڑے دلدادہ تھے اور آپ کی طبیعت کا رجحان منقولات کی طرف بہت کم تھا۔ یہ حال دیکھ کر آپ کے عم نامدار حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی جن کے ارشاد کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور ایک عظیم صاحب طریقت بزرگ شمار ہوتے تھے، اپنے نوجوان برادر زادہ کو حضرت کی خدمت باسعادت میں لے کر حاضر ہوئے اور بارگاہ غوثیت میں عرض کیا کہ میرا یہ برادر زادہ ہر وقت معقولات میں مشغول رہتا ہے۔ ہر چند کہ میں روکتا ہوں لیکن میں کامیاب نہیں ہوتا۔ حضور نے شیخ سہروردی سے پوچھا، تم نے علم الکلام میں

کون کونسی کتابیں پڑھی ہیں۔ شیخ سہروردی نے کتب آموختہ کی نام بنام نشان دہی کی۔ حضور غوث اعظم نے کتابوں کے نام سن کر اپنا دست مبارک سہروردی کے سینہ پر پھیرا۔ ہاتھ کا پھیرنا تھا کہ سینہ معقولات سے بالکل صاف ہو گیا۔ جو کچھ پڑھا تھا سب کا سب محو ہو گیا اور وہ دل، اللہ تعالیٰ نے جس کو نور ہدایت، ایقان اور علم لدنی کی صلاحیت سے نوازا تھا معارف الٰہیہ سے معمور ہو گیا اور قال حال سے بدل گیا۔ دل ودماغ کی دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا ہو گیا اور آپ نے فوراً دامن غوثیت کو تھام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ سہروردی کے ذریعہ قادریت کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔

حضرت شیخ سہروردی قدس سرہ العزیز کا سلسلہ طریقت مشرق سے مغرب تک بہت جلد پھیل گیا، شام، مصر، عرب، عجم، ترکستان اور ماوراء النہر تک اور اس برصغیر پاک وہند میں سندھ، دلی اور مشرق میں مدنا پور، بنگال اور آسام سب اس سلسلہ کے روشن ستاروں کی تابناکیوں سے جگمگا اٹھے۔ حضرت شیخ شہاب الدین قدس سرہ العزیز کے مرید خاص شیخ مصلح الدین المعروف بہ سعدی شیرازی نے شیراز میں اس سلسلہ کو پھیلایا اور اپنی زندۂ جاوید کتب گلستاں و بوستاں کے ذریعہ ان تمام ملکوں میں حکمت ومعرفت کے چراغ روشن کئے جہاں فارسی زبان پڑھی اور سمجھی جا سکتی تھی۔

جب فتنہ تاتار نے بغداد کو تباہ کرنے کے بعد شام کی طرف اپنا رُخ کیا تو سلسلہ قادریہ سہروردیہ کے شیخ اعظم حضرت عز الدین بن عبدالسلام کی ہدایت پر مجاہد اعظم ترک عظیم رکن الدین سرس نے اس فتنہ کا مقابلہ ایک آہنی دیوار بن کر کیا اور سیل ہلاکو روکا اور شام وعرب کی سرزمین سے اس کا منہ پھیر دیا۔ اس بطل حریت اور مجاہد اعظم نے شام میں تاتاریوں کو جو پے در پے شکستیں دیں وہ تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ مصر میں سلطنت عباسیہ کا قیام انہی کی بدولت ظہور میں آیا۔

سلسلہ قادریہ اور سہروردیہ کے ایک اور درخشندہ آفتاب حضرت شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی ہیں جن کے ذریعہ سندھ و ہند کے ظلمت کدے میں ایمان وعرفان کے چراغ روشن ہوئے اور اسلام کی روشنی سے یہ سیاہ خانے جگمگا اٹھے، آج بھی اوچ اور ملتان اس آفتاب کی روشنی سے منور ہیں۔ بنگال کی وہ سرزمین جو کفر وشرک سے سیاہ خانہ بنی ہوئی تھی وہاں اسلام کے پہلے مبلغ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی سہروردی

ہیں۔ حضرت شیخ جلال الدین شیخ الشیوخ حضرت سہروردی کے خلیفہ اعظم تھے۔ اوچ میں اسی سلسلہ کا وہ آفتاب غروب ہوا جس کا نام نامی حضرت سید جلال سرخ سہروردی ہے جن کے صاحبزادے حضرت شیخ سید احمد کبیر بخاری تھے۔ انہوں نے اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ شاہ جلال مجرد جنھوں نے سلہٹ میں اسلام کی شمع فروزاں کی آپ ہی کے نواسے ہیں۔

حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری بھی اسی خانوادہ سہروردیہ کی ایک شمع فروزاں ہیں جنھوں نے ہند کے مغربی حصہ میں اشاعتِ اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ الغرض ہندوستان اور دوسرے ممالک میں سہروردی سلسلہ کو جو قبول عام اور عظیم تبلیغی کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ تمام تر حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی دعا کی برکات ہیں۔ اس خاندان میں آپ کے لطف و کرم سے صدہا فقرائے کامل اور درویشان مخلص اور مبلغین اسلام پیدا ہوئے کہ آج بھی یہ آفتاب اس برصغیر پاک و ہند میں اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ فروزاں ہے۔

اس سلسلہ سہروردیہ کے علاوہ بھی قادریت کے آفتاب نے کفر کی تاریک راتوں میں اُجالا فرمایا اور آپ سے اس قدر سلاسل طریقت جاری و ساری ہوئے کہ آج بھی دنیا میں جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں وہاں یہ سلسلہ ضرور موجود ہے۔ ہر چند کہ آپ حنبلی فقہ کے پیرو اور اس کے شارح تھے۔ آپ کی عظیم تصنیف ''غنیۃ لطالب طریق الحق'' فقہ حنبلی پر ایک مستند کتاب ہے لیکن چونکہ آپ محض اسلام کے داعی تھے اور کتاب الٰہی اور سنت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دین و مذہب، فکر و نظر اور وعظ و ارشاد کا مرکز و محور تھا۔ اس لیے آپ کی عظمت کا سکہ حنفیوں کے دلوں پر بھی اسی طرح بیٹھا ہوا ہے جس طرح حنبلیوں کے دلوں پر، بلکہ میں تو یہ کہنے میں باک نہیں کروں گا کہ اس برصغیر پاک و ہند میں حنفی جس کثیر تعداد میں آپ کے غلاموں میں شامل ہیں اور آپ کے سلاسل حنفی بزرگوں میں جس قدر پائے جاتے ہیں وہ حنبلیوں سے کہیں زیادہ ہیں۔

حضرت کا طریقہ احسان و تعلیم و تلقین بھی تمام تر کتاب و سنت پر مبنی و منحصر ہے۔ اس میں نہ فلسفہ و کلام کے غوامض و رموز ہیں اور نہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مباحث ہیں۔ حضرت کا قلب نورانی سوز یقین، حضور و شہود اور عرفان الٰہی ہے اور سنت نبوی

اس کا محور و مرکز ہے۔ یہی باعث ہے کہ چار دانگ عالم میں آپ کا ڈنکا اب بھی بج رہا ہے۔
قادریت کے بہت سے سلاسل آپ کی اولاد امجاد سے جاری ساری ہوئے جو فقہا ئے قادریت کہلاتے ہیں عرف عام میں ان میں سے ہر ایک نقیب الاشراف کہلاتا ہے۔

حضرت غوث اعظم کی ازدواجی زندگی:

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں چار شادیاں کیں اور ان چاروں ازواج سے آپ کے اولاد پیدا ہوئی۔ اولاد ذکور کے سلسلہ میں آپ کے سوانح نگار مختلف الخیال ہیں چنانچہ مولانا عبدالعلیم رقمطراز ہیں کہ آپ کے بیس اولاد نرینہ (فرزند) اور انیس لڑکیاں پیدا ہوئیں لیکن انہوں نے جب تفصیل بیان کی تو لڑکوں کی تعداد صرف ۱۶ لکھی ہے اور کسی لڑکی کا نام تحریر نہیں کیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مستند بیان حضرت پیر طاہر علاؤ الدین القادری الجیلانی ابن نقیب الاشراف محمود حسام الدین قادری جو خاندان غوثیہ کے ایک خدا پرست، دیندار فرزند ہیں اور پاکستان میں جن کے مریدان باصفا کی ایک خاصی تعداد موجود ہے۔ حضرت شیخ طاہر علاء الدین، حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی چودھویں پشت میں ہیں اور حضرت شیخ سید عبدالعزیز قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں جو حضرت غوث پاک کے دوسرے فرزند ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مستند قول آپ کا ہو سکتا ہے۔

حضرت شیخ سید طاہر علاؤ الدین صاحب اپنی تصنیف تذکرۂ قادریہ (مطبوعہ استقلال پریس لاہور شائع کردہ حال دربار غوثیہ ۱۹۶۲ء) میں بعنوان "آپ کی اولاد اہل بیت مطہرہ کے اسمائے گرامی" کے تحت فرزندان گرامی کے اسماء اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ السید الشیخ حضرت عبدالرزاق قادری الجیلانی رضی اللہ عنہ، ولادت ۵۲۵ھ، وفات ۶۵۳ھ

۲۔ السید الشیخ حضرت عبدالعزیز قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ، وفات ۶۰۲

۳۔ السید الشیخ حضرت عبدالجبار قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ، ولادت ۵۴۴، وفات ۵۷۵

۴۔ السید الشیخ حضرت عبدالوہاب قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ، وفات ۵۵۳۔

۵۔ السید الشیخ حضرت عبدالغفار قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

٦- السید الشیخ حضرت عبدالغنی قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

٧- السید الشیخ حضرت صالح قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

٨- السید الشیخ حضرت محمد قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ وفات ٦٠٠

٩- السید الشیخ حضرت شمس الدین قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ

١٠- السید الشیخ حضرت ابراہیم قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ، وفات ٥٩٣

١١- السید الشیخ حضرت یحیٰی قادری الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ، ولادت ٥٥٠ھ، وفات ٦٠٠

کل گیارہ فرزند اور ایک دختر نیک اختر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ کل اولاد چودہ نفوس قدسیہ۔ اس سلسلہ میں مزید وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

''ان میں سے صرف تین حضرات سیدنا عبدالرزاق، سیدنا عبدالعزیز، سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی اولاد ہوئی جو بغداد شریف کے علاوہ دیگر اطراف واکناف میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ اس اولاد پاک میں سے آپ قدس سرہٗ العزیز حضرت غوث پاک، کے صاحبزادے حضرت شیخ المشائخ حسیب النسب امام المقتدائے صاحب المولا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضا عنا عبدالعزیز صاحب زیادہ علم وفضل، رضا وتوکل، ادب و آداب، زہد وتقویٰ میں مشہور ہوئے۔'' (تذکرہ قادریہ، ص ٣٠، ٣١)

شاہزادہ داراشکوہ سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں:

١- ''حضرت غوث الثقلین کے دس صاحبزادوں میں پہلے شیخ سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہٗ ہیں۔ ماہ شعبان ٥١٢ ہجری میں ولادت ہوئی اور ٢٥ رشوال ٦٠٣ ہجری میں وفات پائی آپ کا مزار بغداد میں ہے۔

٢- شیخ شرف الدین عیسیٰ قدس سرہٗ ہیں۔ آپ علم تصوف پر مشہور کتاب جواہر الاسرار کے مصنف ہیں۔ آپ کی وفات ٥٧٣ھ میں مصر میں ہوئی۔

٣- شیخ شمس الدین عبدالعزیز قدس سرہٗ، آپ سنجار (سنجر) کی طرف ہجرت فرما گئے تھے اور وہیں سکونت اختیار فرمائی۔

٤- شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہٗ رسالہ جلاء الخاطر جو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ملفوظات ہیں آپ کی تصنیف ہے۔ آپ کا مزار بغداد شریف میں ہے۔

۵- حضرت شیخ ابواسحٰق ابراہیم قدس سرہٗ، آپ کی ولادت ۵۲۸ھ اور وفات ۶/شعبان ۶۳۳ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار حضور غوث پاک کے مزار کے قریب ہے۔

۶- حضرت شیخ ابوالفضل محمد قدس سرہٗ، آپ کی وفات ۲۷/صفر ۵۸۷ھ میں ہوئی آپ کا مزار بھی بغداد میں ہے۔

۷- حضرت شیخ ابوزکریا یحییٰ۔ آپ کی ولادت ۶/ربیع الاول ۵۵۰ھ میں اور وفات ۱۵/شعبان ۶۰۰ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار بھی بغداد شریف میں حضرت شیخ عبدالوہاب کے مزار کے قریب واقع ہے۔

۸- حضرت شیخ ابونصر موسیٰ قدس سرہٗ، آپ کی ولادت ۵۲۹ھ میں اور وفات جمادی الاخر ۶۰۰ھ میں دمشق میں ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

شاہزادہ داراشکوہ نے صرف انہی آٹھ فرزندوں کا ذکر کیا ہے۔ باقی دو صاحبزادوں کا ذکر نہیں کیا۔

آفتاب الدین احمد فتوح الغیب کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں تحریر کرتے ہیں کہ "حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ۵۲ سال کی عمر تک متاہل زندگی اختیار فرمائی۔ اس کے بعد سنت نبوی کے خیال سے آپ نے مختلف زمانوں میں چار شادیاں کیں اور ان چاروں ازواج سے آپ کے یہاں ۲۷ صاحبزادے اور ۲۲ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ ان صاحبزادوں میں سے صرف چار صاحبزادے مشہور ہوئے۔ (۱) حضرت شیخ عبدالوہاب (۲) حضرت شیخ عیسیٰ (۳) حضرت شیخ عبدالرزاق اور (۴) حضرت شیخ موسیٰ؛ (دیباچہ فتوح الغیب انگریزی ترجمہ، ص-۱۱) لیکن جیسا کہ میں پہلے تحریر کر چکا ہوں کہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مستند بیان جناب شیخ طاہر علاؤ الدین صاحب کا ہے، جو حضور غوث اعظم کی چودھویں پشت میں ہیں۔

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے معمولات:

آپ ہفتہ میں تین مرتبہ عوامی مجلس سے خطاب فرمایا کرتے تھے اور ہر روز صبح اور سہ پہر کے وقت آپ تفسیر، حدیث اور سنت نبوی کا درس دیا کرتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد آپ فتوے کا اہم کام انجام دیا کرتے یا دور دراز کے شہروں اور ملکوں سے جو کچھ

سوالات آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے ان کے جوابات تحریر فرماتے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت والد ماجد نے تیس سال تک یعنی ۵۲۸ھ سے ۵۵۸ھ تک درس و تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کا شغل جاری رکھا۔ مسائل فقہی پر عبور کا یہ عالم تھا کہ استخراج مسائل کے لیے آپ نے کبھی کتب سے مدد نہیں لی۔ آپ جو جواب لکھتے وہ قلم برداشتہ لکھتے۔ آپ امام شافعی اور امام حنبل کے مذہب پر فتوی دیا کرتے تھے۔ ہر روز مغرب کی نماز سے قبل آپ غربا میں کھانا تقسیم فرماتے اور نماز مغرب کے بعد آپ کھانا کھانے کے لیے بیٹھ جاتے اور اپنے قرب و جوار کے ایسے تمام لوگوں کو کھانے میں شریک فرماتے جو نادار ہوتے۔ عشا کی نماز کے بعد آپ مجلس سے اٹھ جاتے اور اپنا زیادہ وقت قرآن خوانی اور یادالٰہی میں صرف فرماتے۔

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی تحریک اصلاح و دعوتِ جہاد:

اس سوانح مقدس کے آغاز میں مختصر طور پر میں نے پانچوں اور چھٹی صدی ہجری کی ان تباہ کاریوں اور بربادیوں کا ذکر کیا ہے۔ جنھوں نے عرب، عراق، شام اور مصر کو تہ و بالا کر رکھا تھا۔ عالم اسلام میں قیامت صغریٰ برپا تھی۔ امن و امان رخصت ہو چکا تھا ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ خاص طور پر چھٹی صدی ہجری ایک بہت ہی پُر آشوب اور پرفتن صدی گذری ہے۔ تمام عالم اسلام سیاسی انتشار کی زد میں تھا۔ بڑے بڑے فکری اور علمی بحران آئے اور اچھے اچھوں کے پیر اُکھڑ گئے۔ بغداد جس کو کبھی عالم اسلام میں مرکزیت کا شرف حاصل تھا اس کی مرکزیت روبہ زوال تھی۔ سیاسی انتشار اور اقتدار کی کشمکش نے طوائف الملوکی کی صورت اختیار کر لی اور اس طوائف الملوکی نے اسلام کی عظیم سلطنت کے حصے بخرے کر دیئے تھے۔

ہمارے علماء فضلا ان علمی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے، امراؤ عمائد اور سلاطین ملک گیری کی ہوس کا شکار تھے اور جب وہ اس شکار کے لیے اٹھتے تو ہر ظلم روا اور ہر ستم مباح بلکہ عین انصاف بن جاتا تھا۔ اب صرف ایک ہی چارہ کار باقی رہ گیا تھا کہ اس تباہ حال اُمت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو جو سونے والوں کو جگائے، گم کردہ راہوں کو راستہ پر لگائے اور کتاب و سنت کا احیاء کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایسی جماعت انجام دے سکتی

تھی اور وہی افراد اس ناؤ کو پار لگا سکتے تھے جن کو نہ دنیا خرید سکتی تھی اور نہ سطوت و دبدبہ شاہی ان کی گردنوں کو اپنے آگے جھکا سکتا تھا۔

اصلاح نفس، تزکیہ باطن اور احیائے شریعت محمدی کی یہ تحریک ہر چند کہ کئی صدی پہلے شروع ہو چکی تھی۔ اگر ہم تفحص سے کام لیں تو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے عہد مسعود تک جا پہنچتے ہیں۔ گویا اس تحریک کا چشمہ ہم کو پہلی صدی ہجری میں رواں ملتا ہے لیکن کئی صدی تک یہ تحریک مقامیت کے حدود میں محدود رہی اور ایک عالمگیر تحریک نہ بن سکی۔ ہر چند کہ ان قرون ماضیہ میں ایران، عراق اور شام و عرب میں زاویے اور خانقاہیں ملتی ہیں جہاں یہ پاکیزہ نفوس اپنے مقدس فریضہ کو سرانجام دیا کرتے تھے اور حلقہ بگوشان خانقاہ اطراف و اکناف میں عوام کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے رہتے تھے لیکن پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں گمراہی اور ضلالت کے سائے اتنے طویل و عریض ہو گئے کہ انہوں نے تمام دنیائے اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت اس امر کی بڑی شدت سے ضرورت تھی کہ اصلاح نفس و تزکیہ باطن اور احیائے دین متین کی یہ تحریک بھی اتنی ہی وسعت پذیر ہو جائے جتنے ضلالت و گمراہی کے سائے۔

اللہ تعالٰی نے یہ اہم اور دشوار کام اپنے محبوب اور مقدس بندے کے سپرد فرمایا جو اس کے محبوب والا مقام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت خاص رکھتا تھا اور انہوں نے بڑی بے جگری اور مردانگی سے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہی وہ مسند نشین فقر اویسی اور صاحب وسادۂ حسن بصری ہے جس نے دور پر فتن اور ظلمت کدہ شرک و کفران میں اُسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن کیا اور اس کی ضیائے ایمان افروز کو ایک گوشے سے دوسرے گوشہ تک پہنچایا اور آج تک حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا روشن کیا ہوا وہ چراغ دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں ضیا بار ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک ارشاد و اصلاح اپنے معاصرین و اسلاف سے بہت زیادہ مختلف تھا۔ آپ امیروں وزیروں اور بادشاہوں کے دربار سے کبھی وابستہ نہیں ہوئے۔ آپ نے گوشہ نشینی اور خلوت گزینی، رہبانیت کو کبھی پسند نہیں فرمایا۔ اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کا مشن کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ نے بڑی جسارت اور شہامت سے عوام و خواص کے لیے اپنی مجلس کے دروازے کھول دیئے۔ جو کچھ کہا، برملا کہا جو تنقید

کی وہ براہ راست کی، اشاروں کنایوں سے کبھی کام نہیں لیا، جو کچھ ہدایت فرمائی صاف صاف فرمائی۔ امیروں، وزیروں اور بادشاہوں کے کردار و گفتار پر برملا تنقید کی، کھلم کھلا ان کے افعال ذمیمہ اور کردار ناپسندیدہ کو ہدف ملامت بنایا۔ ظلم و تعدی پر بے دھڑک ان کو ٹوکا اور واضح طور پر ان کو سیئات سے روکا۔ آپ جو کچھ فرماتے اس کا استدلال قرآن و حدیث سے فرماتے۔ تصوف کے رموز و نکات عمومی مجالس میں کبھی آپ کا موضوع نہیں رہے۔ آپ نے اپنی تمام تر توجہ اس امر پر مبذول فرمائی کہ لوگوں کے دلوں میں قرآن و حدیث کا جذبۂ احترام بیدار کیا جائے۔ ان میں ہر قسم کی قربانی اور جہاد فی سبیل اللہ کا ذوق و شوق پیدا ہو، امراء و سلاطین ملک گیری کی ہوس سے ہٹ کر عدل و انصاف اور احیائے شریعت کے لیے کریں جو کچھ کریں۔ ان کو مجبور کیا کہ ان کی زندگی ایک سچے اور باعمل مسلمان کی زندگی بنے تاکہ رعیت بھی الناس علیٰ دین ملوکھم کے مصداق سچے اور باعمل مسلمان بن جائے۔ علماء و زہاد کو ہدایت فرمائی کہ وہ حرص و آز سے اپنا دامن بچائیں اور زہد فروشی کا بازار گرم نہ کریں۔ عالموں کو نصیحت فرمائی کہ کبر و ریا، نخوت و غرور سے اپنے دلوں کو پاک کریں چنانچہ علی العموم آپ اپنے وعظ میں یہ ضرور فرمایا کرتے تھے۔ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو اور بدعت نہ نکالو اور اطاعت کرو نافرمانی نہ کرو صبر کرو، بے صبری مت کرو، سختی کے بعد آسانی اور مراد حاصل ہونے کا انتظار کرو، نا اُمید مت بنو، خدا کے ذکر پر بھروسہ رکھو۔ آپس میں پھوٹ مت ڈالو۔ گناہوں سے توبہ کر کے پاک بنو اور اپنے مولیٰ کے دروازے کو مت چھوڑو۔

آپ نے اپنے ان مواعظ و خطبات میں کبھی رہبانیت اور ترک دنیا کا مشورہ عوام کو نہیں دیا بلکہ اس بات پر زور دیا کہ وہ اپنی دنیا کی اصلاح کریں تاکہ اچھی آخرت کا حصول ممکن ہو سکے۔ آپ کی نظر میں مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی کا راز صرف اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام شریعت کی پابندی میں مضمر تھا اسی لیے آپ نے دین کے احیا کے لیے اس راہ کو اختیار فرمایا جس نے بہت جلد صرف بغداد والوں ہی کی نہیں بلکہ عراق و عجم اور شام و حجاز کے مسلمانوں کی بھی کایا پلیٹ دی اور یہ آپ ہی کے مواعظ حسنہ اور زور بیان کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی بے علمی ختم ہوئی اور ان میں جذبہ جہاد فی سبیل اللہ ایک ایسا سیل تندرو بن گیا کہ دنیا نے بہت جلد مجاہد اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی

اور شہاب الدین غوری کو کفر و ضلالت کی ناقابل شکست قوتوں کو پاش پاش کرتے دیکھ لیا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلکِ رشد و ہدایت میں ہر نکتہ پر ہم کو یہ جذبۂ عمل اور احیاءِ شریعت کارفرما نظر آتا ہے۔ اس لیے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو اس وقت محی الدین کے لقب سے نوازا گیا اور آج تک حضور والا کا یہ لقبِ جانفزا دلوں پر نقش ہے اور قیامت تک ثبوت رہے گا۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی دعوت ارشاد و جہاد کے سلسلہ میں مختصراً میں نے ابھی ذکر کیا، اور اس سے قبل آپ کی دعوت طریقت و معرفت کو مختصراً پیش کر چکا ہوں۔ وہاں میں نے ایک چیز کا ذکر نہیں کیا تھا یعنی حضرت غوث پاک کی کرامتیں۔ ہمارے زمانے ہی میں نہیں بلکہ قرون ماضیہ میں بھی پیر طریقت، قطب، ابدال و ولی اللہ کی سوانح حیات اور اس کی ذات ستودہ صفات کو جب تک کرامتوں سے وابستہ نہ کیا جائے اس کے منصب والا کو مکمل نہیں سمجھا جاتا۔ ہر چند کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوا۔ آپ کے سوانح نگاروں نے شرح و بسط کے ساتھ ان پر روشنی ڈالی ہے۔ ان سب کا مآخذ آپ کے پہلے سوانح نگار عبدالقادر الشطوی کی بہجت الاسرار ہے جو آپ کے وصال کے سو سال بعد لکھی گئی تھی ان کرامتوں میں تمام تر کرامتیں حیرت انگریز اور محیر العقول ہیں اور ان کا صدور حضرت غوث اعظم جیسے ولی کامل اور غوث سے ناممکن نہیں۔ لیکن اس میں کسی ولی کامل کا ارادہ شامل نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ منشائے الٰہی کے تحت ہوتا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اللہ تعالیٰ ان کو تمام کائنات پر متصرف فرما دیتا ہے۔

اولیا را ہست قدرت از الہٰ　　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

لیکن میری نظر میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تمام کرامتوں کو اگر ایک پلہ میں رکھا جائے اور آپ کی ان اقدامات و مساعی مشکورہ کو دوسرے پلے میں جو احیائے دین کے لیے آپ سے ظہور میں آئیں اور شریعت کے تن بے جان میں آپ نے دوبارہ جان ڈالی۔ آپ کے مواعظ اور آپ کی تقاریر نے ہزاروں بھٹکے ہوؤں کو منزل پر پہنچایا۔ ہزاروں منکرین خدا آپ کے دست حق پرست پر ایمان کی دولت سے

مشرف ہوئے تو کیا اس سے بڑی بھی کوئی کرامت ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ غوث صمدانی کی یہ سب سے بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے ظالموں کو ان کے ظلم پر ٹوکا۔ امارت و بادشاہت کے دبدبہ اور سطوت سے مرعوب نہ ہوئے اور سلاطین وقت کو بھی اسی طرح جھڑکا جس طرح ایک عامی کو، کیا اس سے بڑی بھی کوئی کرامت ہو سکتی ہے کہ جابروں اور سرکشوں نے اپنے سروں کو آپ کے سامنے ختم کر دیا۔ اس لیے میں نے آپ کی ان کرامات کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھا جو عام سوانح عمریوں میں موجود ہے۔ عقیدت کیش ان سوانح عمریوں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

حضرت غوث اعظم کا حلیہ شریف:

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مرید باصفا شیخ موفق الدین ترانہ القدسی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نحیف البدن تھے۔ ان کا قد مبارک ستواں تھا۔ ابرو باریک اور باہم پیوستہ تھے۔ آپ کا سینہ جو گنجینۂ معرفت تھا۔ کشادہ تھا ریش مقدس گھنی، طویل و عریض اور خوش نما تھی۔ آپ کی آواز بلند اور دلنشین تھی۔" (تذکرہ قادریہ از پیر طاہر علاؤ الدین صاحب)

الکوکب لظاہر کے مصنف سید محمد ابوالہدیٰ غندی، رفائی، اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"شیخ الاسلام محی الدین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، بدن کے لاغر اور متوسط قامت تھے۔ آپ کا سینہ کشادہ تھا اور ریش مبارک طویل اور عریض تھی۔ آپ کا رنگ گندمی تھا اور ابروئیں ملی ہوئی تھیں اور آواز بہت بلند تھی۔ آپ خوش رفتار تھے۔"

حضور غوث اعظم کے اخلاق و عادات:

آپ بہت خلوت پسند تھے۔ اپنے مدرسہ سے سوائے جمعہ کے دن کے کبھی باہر تشریف نہیں لاتے تھے اور اس دن بھی آپ صرف جامع مسجد اور رباط کے کہیں اور تشریف نہیں لے جاتے۔ راست گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ عمر بھر میں آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور آپ کی اس صدق مقالی پر آپ کے عنفوان شباب کا وہ واقعہ شاہد ہے کہ جب ڈاکوؤں نے آپ کو گھیر لیا اور دریافت کیا کہ تمہارے پاس کتنا مال ہے تو آپ نے صاف صاف کہہ دیا چالیس دینار، قرآن پاک کی طرح آپ اپنے جدامجد احمد مجتبیٰ سرور انبیا صلی

اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے بھی حافظ تھے۔ حنبلی المذہب تھے اور حنابلہ کے شیخ وقت۔

آپ نہایت صالح اور رقیق القلب ہمیشہ ذکر وفکر میں محو رہتے تھے۔ شریعت کی سختی سے پابندی فرماتے، خلوت گزینی، مجاہدہ، محنت و مشقت، مخالفت نفس، کم خوری اور کم خوابی آپ کا شیوہ تھا۔ مدرسہ کے تدریسی منصب کی تفویض اور عوامی جلسوں کے خطاب سے پہلے جنگلوں اور بیابانوں میں رہ کر عبادت کرنا آپ کا معمول تھا۔ زہد وریاضت کے سلسلہ میں سخت سے سخت امور کو اپنے نفس کے لیے اختیار فرماتے تھے۔ آپ بہت ہی سخی اور صاحب اخلاق کریمانہ تھے۔ آپ کا کلام بآواز بلند اور بسرعت ہوا کرتا تھا، نیک بات بتانے اور بری باتوں سے روکنے کے سوائے آپ اور کوئی بات نہیں بولتے تھے۔

آپ کا دستر خوان بہت وسیع تھا لیکن آپ ہمیشہ بہت کم غذا استعمال فرماتے تھے۔ اسی طرح لباس بھی معمولی ہوتا تھا۔ آپ ہمیشہ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے تھے اور اس وقت کھانا پسند فرماتے جب قرب وجوار کے ناداروں اور ضرورت مندوں کی احتیاج پوری ہو جاتی۔ آپ غربا اور مساکین کے ساتھ بیٹھنا پسند فرماتے تھے۔ طلبا کا آپ کے گرد ہجوم رہتا تھا اور آپ ہر ایک سے ایسا التفات فرماتے کہ ہر ایک یہی سمجھتا کہ حضور کی نظر خاص اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ نہ کبھی امراو سلاطین کی تعظیم کے لیے اُٹھے، اور نہ کبھی ان کے دروازے پر تشریف لے گئے، نہ کبھی ان کے غالیچوں اور قالینوں پر قدم رکھا اور نہ کبھی کسی امیر و وزیر یا سلطان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ اگر کسی شخص کی کار برآری کے لیے خلیفہ وقت کو نامہ تحریر فرماتے تو صرف اس قدر تحریر فرماتے کہ ''عبدالقادر تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے۔ تم پر اس کا حکم نافذ اور اس حکم کی اطاعت واجب ہے'' رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خاندانی وجاہت

ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی، D-59، میڈیکل کالونی۔ اے ایم یو، علی گڑھ

"آں شاہ سرافراز کہ غوث الثقلین است
در اصل سیادت چہ صحیح النسبین است
از سوئے پدر تا بہ حسن سلسلہ اوست
از جانب مادر، دُرِ دریائے حسین است"

[علامہ جامی]

(وہ شاہ سربلند غوث الثقلین ہے۔ درحقیقت اُن کی سیادت دونوں طرف سے ہے اور خوب ہے۔ والد کی طرف اس کا سلسلہ حسن تک ہے اور والدہ کی جانب سے وہ دریائے حسین کا گوہر آبدار ہے)

سیدنا ومولانا، شیخ الشیوخ، قطب ربانی، محبوب سبحانی حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی بنی آدم کا وہ درخشنداں ستارہ ہے جو فلک کی صدہا گردشوں کے بعد ظہور میں آتا ہے۔ وہ اولاد آدم کے بحرِ ناپیدا کنار کا ایسا گوہر آبدار اور دُر نایاب ہے جو صدہا غواصوں کی غواصی کے نتیجے میں شاذ و نادر ہی حاصل ہوتا ہے۔ جس کا خاندان ہر دور میں اولاد آدم کا بہترین اور افضل ترین خاندان رہا ہو، اس کی خاندانی وجاہت کے سلسلے میں کیا کہا جاسکتا ہے، سوائے اس کے کہ "ایں خانہ تمام آفتاب است"۔

اس سلسلہ میں سب سے بڑی دلیل خود فرمانِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کا نور ہر دور کے بہترین فرد کے صلب میں رہا اور اسی طرح ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ فخر بنی آدم و عالم، سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ظہور ہوا۔

اولادِ آدم کی کئی نسلیں اور پیڑھیاں گزرنے کے بعد ابوالانبیا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں تشریف لائے۔ ان کے دونوں بیٹے حضرت اسمٰعیل وحضرت اسحٰق علیہما السلام منصب نبوت پر فائز ہوئے۔ ان کے بعد نبوت کا سلسلہ بنو اسحٰق میں کئی نسلوں تک چلتا رہا لیکن اولادِ اسمٰعیل اس شرف سے محروم رہی مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اولادِ اسمٰعیل کو خاندانی وجاہت حاصل نہیں رہی یا اس خاندان میں مشہور ومعروف ہستیوں کا ظہور ہی نہیں ہوا۔ نسل اسمٰعیل میں قصی، کلاب، مرہ، ہاشم اور عبدالمطلب وغیرہم جیسے صدہا افراد اپنے اپنے دور میں خاندانی اور شخصی وجاہت کے اعلیٰ معیار کو حاصل کرتے رہے۔

فخرِ عرب وعجم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ کا سلسلہ نسل ونسب اولادِ ذکور سے نہ ہو کر ابنائے فاطمہ۔ حسن وحسین سے منا گیا ہے۔ حضرات حسنین کو ہی آپ کے بیٹوں کا درجہ دیا گیا ہے، اسی لئے سادات بنو فاطمہ کو ہی اولادِ رسول قرار دیا جاتا ہے۔

تاریخ کا یہ ایک حیرت انگیز المیہ ہے کہ اپنے رسول سے محبت کی سب سے بڑی دعوے دار امت کی سیاسی قوت نے صرف پچاس سال بعد ہی خاندان رسالت کے بیشتر افراد کو میدان کربلا میں تہ تیغ کر دیا۔ اس قتل عام سے جو چند افراد بچ گئے، اللہ نے ان کی اولاد اور نسلوں میں بڑی برکت عطا فرمائی اور ان کی تعداد میں بہت اضافہ فرمایا لیکن حکومت واقتدار نے، چاہے وہ اموی ہو یا عباسی، ہمیشہ انھیں اپنے لئے خطرہ سمجھا، ان کی سخت نگرانی کی جاتی رہی۔ قید وبند، طوق وسلاسل، زہر اور خاموشی سے قتل کے دوسرے تمام طریقے بڑی فراخ دلی سے ان کیخلاف استعمال کئے جاتے رہے۔ وجہ یہ تھی کہ اموی اور عباسی حکمرانوں نے ہمیشہ یہ خطرہ محسوس کیا کہ اس خاندان عالی کے بااثر افراد اپنی خاندانی وجاہت اور عوامی مقبولیت کے سہارے ہماری حکومت واقتدار کو اکھاڑ پھینکیں گے، کیونکہ حکومتِ وقت کے خلاف جب بھی یہ بغاوت کریں گے، عوام جوق در جوق ان کے زیرِ علم جمع ہو جائیں گے اور ان کی حکمرانی کو تہِ دل سے پسند کریں گے۔ اس لئے اموی اور عباسی ادوار کے تقریباً ہر حکمران کی یہ بنیادی پالیسی رہی کہ خاندان سادات کے استیصال میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے۔ انھیں ابھرنے اور ترقی کرنے کا کوئی موقع نہ دیا جائے کیونکہ یہ ہمارے اپنے اقتدار کے لئے خطرہ ہوگا اور کوئی بھی ذی ہوش اپنی حکومت واقتدار کو ختم ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔

حکومتِ وقت کی اسی پالیسی کی بدولت بنو فاطمہ کے بیشتر خاندانوں نے اسی میں عافیت سمجھی کہ وہ حکومت واقتدار کے مراکز سے دور مملکت اسلامیہ کے دور دراز علاقوں میں جابسیں اور خاموشی و گمنامی کی زندگی بسر کریں تا کہ حکومت وقت ان سے کوئی خطرہ محسوس نہ کرے اور ان کے درپۓ آزار نہ ہو۔

اسی مصلحت کے پیشِ نظر حسنی سادات کا ایک خاندان دار الخلافہ بغداد سے سیکڑوں میل دور گیلان یا جیلان میں جابسا تھا۔ یہ ایران میں اقلیم دیلم کا ایک صوبہ یا علاقہ تھا۔ اس کے شمال میں بحر کیسپین، جنوب میں کوہ البرز کے پہاڑی سلسلے اور مشرق میں ماژندران تھا۔ رشت اس صوبہ کا صدر مقام تھا۔ آج بھی رشت شمالی ایران کا ایک مشہور شہر ہے۔ اسی گیلان یا جیلان میں یکم رمضان ۴۷۱ھ بروز جمعہ (۱۱۶۵ء) میں حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست نام کے ایک حسنی سید کے یہاں ام الخیر فاطمہ بنت حضرت عبداللہ صومعی کے بطن سے اس بچے کی ولادت ہوئی جسے والدین کریمین نے عبدالقادر کے نام سے موسوم کیا لیکن جو آگے چل کر اپنے علم وفضل، تقویٰ و پرہیزگاری اور خدمت دین مبین کی بدولت شیخ الشیوخ، محی الدین، غوث اعظم، قطب ربانی، محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی کے القاب واوصاف سے ملقب ومتصف ہونے والا تھا۔

ان کے والدین کریمین کے مفصل حالات تو نہیں ملتے لیکن وہ کس پایہ کے دیانت دار، اور متقی وپرہیزگار تھے۔ اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

روایت ہے کہ عالم جوانی میں ابو صالح موسیٰ کسی ندی یا نہر کے کنارے کھڑے تھے۔ انھیں پانی میں بہتا ہوا ایک سیب نظر آیا، انھوں نے اسے نکال کر کھالیا لیکن کھانے کے بعد خیال آیا کہ مجھے ان کے مالک کی اجازت کے بغیر نہیں کھانا چاہئے تھا، یہ میرے لئے حلال نہیں تھا۔ اب اس کے مالک سے اجازت لینی اور عفو تقصیر کرانی چاہئے۔ یہ خیال اس شدت سے جاگزیں ہوا کہ آپ سیب کے مالک کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ندی کے کنارے کنارے طویل سفر کے بعد انھیں ایک باغ نظر آیا جس کے سیب کے ایک پیڑ کی شاخیں ندی کی طرف جھکی ہوئی تھیں، یقین ہوا کہ وہ سیب اسی پیڑ کا تھا پس باغ کے اندر جاکر اس کے مالک سے ملے اور آمد کی غرض وغایت بیان کی۔ یہ باغ حضرت عبداللہ صومعی نام کے ایک بزرگ کا تھا جو سادات حسینی کے چشم وچراغ تھے۔ ان کا قیام اور صومعہ (خانقاہ)

اسی باغ میں تھا۔ انھوں نے اس نوجوان صالح کو دیکھا، اس کے حسب ونسب کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس کے کمال احتیاط، دیانت وامانت اور تقویٰ وپرہیز گاری کو ملاحظہ کیا پھر فرمایا کہ میں ایک شرط کے ساتھ معاف کر سکتا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ میری ایک بیٹی ہے جو اندھی، بہری، گونگی اور لنگڑی ہے، تمہیں اس سے شادی کرنی پڑے گی۔ اس سخت شرط اور آزمائش سے پریشان ابوصالح موسیٰ نے محسوس کیا کہ قلب کی بے چینی اور روحانی کرب جو اس خطا ونسیان کی وجہ سے ہے، اس پریشانی سے بڑھ کر ہے، اس لئے کمتر مصیبت کو اختیار کر لینا چاہئے۔ پس وہ عقد پر تیار ہو گئے۔ عقد نکاح ہوا اور جب حجلۂ عروسی میں پہنچے تو وہاں ایک خوبصورت اور صحیح وسالم دوشیزہ کو دیکھ کر حیران ہو گئے اور الٹے پاؤں واپس ہو کر حضرت عبداللہ صومعی سے کہا کہ آپ نے جو فرمایا تھا وہاں اس کے برعکس معاملہ ہے۔ حضرت موصوف مسکرائے اور کہا کہ وہی میری بیٹی ام الخیر فاطمہ ہے۔ میں نے اسے اندھی اس اعتبار سے کہا تھا کہ اس کی نظر کبھی کسی نامحرم یا غلط چیز پر نہیں پڑی ہے۔ بہری اس اعتبار سے ہے کہ اس نے کبھی کوئی بری بات نہیں سنی، گونگی اس طرح ہے کہ اس نے کبھی جھوٹ، غیبت اور بدگوئی کے لئے زبان نہیں کھولی، لنگڑی اس معنی میں ہے کہ اس نے کبھی غلط کام اور غلط جگہ کے لئے قدم نہیں اٹھائے۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ کس پایہ کی صالحہ، عابدہ وزاہدہ خاتون رہی ہوں گی۔ ایسے صالح، متقی، عابد وزاہد، دیانت دار وپرہیز گار والدین کا بیٹا بھی یقیناً انھیں صفات عالیہ کا حامل ہوگا۔

اگر آپ کے پدری ومادری شجرہ ہائے نسب پر نگاہ ڈالی جائے تو وہ بھی علم وفضل، زہد واتقا اور دیانت وامانت کے حامل رجال الصالح سے معمور ہے۔ آپ کا سلسلہ پدری اس طرح ہے:

عبدالقادر بن سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست ابن سید ابوعبداللہ بن سید یحییٰ زاھد بن سید محمد بن داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مادری سلسلۂ نسب اس طرح منتہی ہوتا ہے:

عبدالقادر ابن ام الخیر فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی بن ابو جمال الدین بن سید محمد بن سید ابوالعطاء بن سید کمال الدین عیسیٰ بن سید علاء الدین الجواد بن امام علی رضا بن امام

موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا بن علی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

مادری سلسلہ کے چودہ میں سے سات بزرگ۔ امام علی رضا، امام موسیٰ کاظم، امام جعفر صادق، امام محمد باقر، امام زین العابدین، امام حسین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، وہ ہیں جو اثنا عشری شیعوں کے نزدیک ائمہ معصومین اور منصوص من اللہ ہیں۔ اہل سنت انھیں معصومین اور منصوص من اللہ تو نہیں مانتے لیکن ان کی خاندانی و شخصی عظمت و رفعت، عز و شان اور تقویٰ و پرہیز گاری کے بہ دل سے قائل ہیں۔ نسلی و نسبی سلسلوں کے علاوہ سلسلہ بیعت و طریقت بھی ایک خاندان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس خاندان کی وجاہت بھی قابل دید اور لائق فخر ہے۔ خاندان رسالت کے مذکورہ بالا ہمہ آفتاب افراد کے علاوہ اس سلسلہ میں حضرت حسن بصری، حضرت حبیب عجمی، حضرت داؤد طائی، حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی، حضرت جنید بغدادی، حضرت ابوبکر شبلی وغیرہم (علیہم الرحمۃ والرضوان) جیسی درخشندہ ہستیاں شامل ہیں۔ یہ سب وہ عظیم الشان بزرگ ہیں جن کے تذکرے کو ہی اہل تصوف آنکھوں کا نور اور دل کا سرور سمجھتے ہیں جن کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی شان ہمیشہ لازوال رہی ہے۔ ان کے عز و شرف کا آفتاب صبح قیامت تک جگمگاتا رہے گا کیونکہ یہ سب خالق کے بھی محبوب و مقبول ہیں اور خلائق کے بھی۔

مذکورہ بالا اجمالی تذکرہ اس خاندان کی وجاہت کا ہے جو حضور غوث اعظم سے قبل کے افراد پر مشتمل ہے۔ آیئے اب اس خاندان کے ان افراد پر نظر ڈالتے ہیں جو آپ کے بعد اور آپ کے ذریعہ عالم وجود میں آیا۔ آپ نے مختلف اوقات میں چار نکاح کیے جن سے ایک بھرا پُرا خاندان قائم ہوا۔ آپ کی پہلی زوجہ محترمہ بی بی مدینہ بنت میر محمد تھیں، ان سے چار صاحبزادے سید سیف الدین، سید شرف الدین، سید عیسیٰ اور سید عبد الرزاق تولد ہوئے۔ دوسری زوجہ محترمہ بی بی صادقہ بنت محمد شفیع سے چھ صاحبزادے۔ سید عبد العزیز، سید عبد الوہاب، سید سراج الدین، سید عبد الجبار، سید شمس الدین اور سید تاج الدین ہوئے۔ تیسری زوجہ معظمہ بی بی مومنہ تھیں، ان سے سات فرزند۔ سید عبد اللہ، سید ابراہیم، سید ابو الفضل، سید محمد زاہد، سید ابوبکر زکریا، سید عبد الرحمٰن اور سید محمد تولد ہوئے۔ چوتھی اور آخری زوجہ بی بی محبوبہ صاحبہ سے دس اولاد ذکور وجود میں آئیں۔ سید یحییٰ، سید ضیاء الدین، سید

یوسف، سید عبدالخالق، سید سیف الرحمٰن، سید محمد صالح، سید حبیب اللہ، سید منصور، سید عبدالجبار ثانی اور سید ابوالنصر۔

بعض تذکرہ نگاروں نے اس تعداد میں اختلاف بھی کیا ہے۔ بہر حال آپ کے سبھی صاحبزادگان صاحب علم وفضل اور متقی و پرہیزگار بزرگ ہوئے، ان میں سے اکثر نے گراں قدر کتب بھی تصنیف فرمائیں۔ شیخ عبدالوہاب نے نمایاں ریاضت ومجاہدہ کیا، والد بزرگوار کے مدرسہ میں ہی خدمات انجام دیتے ہوئے ۵۹۳ھ میں وفات پائی۔

سید شرف الدین جن کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی، وحید عصر عالم اور مدرس تھے۔ شعر وسخن کا بھی ذوق رکھتے تھے اور صاحب تصنیف وتالیف بھی تھے۔ والد ماجد کے بعد شام چلے گئے تھے وہیں ۵۷۳ھ میں وفات پائی۔ ابوعبدالعزیز شمس الدین صاحب علم وفضل تھے اور تاحین حیات درس وتدریس میں مشغول رہے۔ ابوالفرج سید عبدالجبار جید عالم اور صاحب کمال بزرگ تھے۔ ابواسحٰق ابراہیم بلند پایہ عالم اور کریم النفس بزرگ تھے۔ واسط میں مقیم رہے اور وہیں انتقال فرمایا۔ شیخ محمد بھی بلند مقام ولی اور محدث تھے۔ ۶۰۰ھ میں وفات پائی، مقبرہ حلبہ میں ہے۔ باقی تمام صاحبزادگان بھی صاحب علم وعمل اور زہد واتقا میں ممتاز تھے۔

برصغیر میں سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ آپ کے صاحبزادے حضرت سید عبدالرزاق سے متصل ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۸ ذی قعدہ ۵۲۸ھ کو ہوئی تھی۔ آپ کی کنیت ابوبکر اور لقب تاج الدین ہے۔ تعلیم وتربیت سرکار غوثیت مآب میں ہوئی۔ والد ماجد سے ہی بیعت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔ زہد وخاموشی اور عزلت نشینی آپ کا شعار تھی۔ حضرت غوث اعظم کے حالات، تقاریر اور پند ونصائح آپ ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوئے ہیں۔ آپ قادر الکلام ادیب وانشا پرداز بھی تھے۔ آپ کا وصال ۶ شوال ۶۲۳ھ کو ہوا۔

حضرت سید عبدالرزاق کے بعد آپ کے جانشین وخلیفہ آپ کے صاحبزادے حضرت سید ابوصالح عبداللہ نصر ہوئے۔ آپ کی ولادت ۲۴ ربیع الثانی ۵۶۲ھ میں بغداد میں ہوئی۔ والد گرامی کی نگرانی میں تعلیم وتربیت ہوئی۔ فضلائے وقت سے علم فقہ وحدیث حاصل کیا۔ آپ قاضی القضاۃ، شیخ الوقت، فقیہ، مناظر، محدث، عابد وزاہد اور خطیب تھے۔ آپ کو دینی ودنیاوی دونوں وجاہتیں حاصل رہیں۔ تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ مزار شریف روضۂ امام احمد بن حنبل میں ہے۔

حضرت سید محی الدین ابونصر محمد تیسرے بزرگ ہیں جو حضور غوث اعظم کی مسند ارشاد پر فائز ہوئے۔ خاندانی وجاہت اور شرف و کرامت کو آپ نے نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اس میں اضافہ بھی کیا۔ آپ اپنے پردادا حضور غوث اعظم سے مشابہ تھے اور انھیں کی پیروی میں منہمک رہتے تھے۔ تازیست درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ حضرت سید محی الدین ابونصر محمد کی جانشینی و خلافت کے فرائض حضرت سید علی نے ادا کیے۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کے اکیسویں امام ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی میں یکتا تھے اور زہد و اتقا میں عالی مقام۔ ۲۳ شوال ۷۳۹ھ میں وصال ہوا۔ مزار مقدس بغداد میں ہے۔

حضرت سید علی کے جانشین و خلیفہ اور اس سلسلہ کے بائیسویں شیخ طریقت حضرت سید موسیٰ ہیں۔ علوم دین میں کامل اور عبادت و ریاضت میں بے مثال تھے۔ ۱۳ رجب ۷۶۳ھ کو وصال ہوا اور بغداد میں ہی مدفون ہیں۔

حضرت سید موسیٰ کے جانشین اور صاحب مسند حضرت سید حسن قادری ہوئے۔ وعظ و ارشاد اور تبلیغ دین کے فرائض ادا کرتے ہوئے ۲۶ صفر ۷۸۱ھ کو بغداد میں وصال ہوا۔

حضرت سید حسن قادری کے فرزند ارجمند حضرت سید احمد جیلانی والد محترم کے بعد ان کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ ریاضت و عبادت میں کامل تھے۔ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ ۸۵۳ھ میں وصال ہوا۔

آج بھی آپ کی خانقاہ اور مسند ارشاد اسی آب و تاب کے ساتھ بغداد میں موجود ہے اور آپ کی اولاد میں سے ہی نسلاً بعد نسلٍ جانشینی اور خلافت کا سلسلہ جاری ہے۔ بغداد کے علاوہ بھی دنیا کے کئی مقامات پر آپ کے خاندان ذیشان کے افراد خانقاہ قادریہ اور مسند ارشاد آراستہ کیے ہوئے ہیں اور خاندان عالی کے علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری اور پند و نصائح کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ خود خدمت دین مبین میں منہمک ہو کر خاندانی وجاہت کی دیرینہ روایت کو آنے والی نسلوں کو سپرد کرنے کے لئے تیار ہیں۔

امید بھی ہے اور صمیم قلب سے دعا بھی کہ اللہ تعالیٰ اس خاندان عالی شان کی عزت و عظمت، اور وجاہت و کرامت کو تا قیام قیامت نہ صرف باقی رکھے بلکہ اپنی رحمت و رافت سے اس میں اضافہ بھی فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین، رحمت للعالمین، امام المتقین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

سرکارغوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا بچپن

مولانا محمد رحمت اللہ صدیقی، ممبئی

اللہ والوں کے وجود کی برکتوں سے دنیا قائم ہے، آسمان سے بارش ہوتی ہے اور زمین سبزہ اگاتی ہے۔ اگر اللہ والوں کے وجود مسعود سے زمین خالی ہو جائے تو اس کا قائم رہنا مشکل ہو جائے گا۔ قرآن حکیم ان کی عظمتوں کی گواہی دیتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات ان کی حق گوئی، خدا دوستی اور غیر معمولی اختیارات و تصرفات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے، بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قریب ہوتا ہے اور اتنا قریب ہوتا ہے کہ میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ یعنی اللہ والوں کے پورے وجود میں خدائی طاقت وقوت کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ یہ سارا انعام واکرام شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان قدسی صفات شخصیات کی زندگی کے ہر لمحہ کو محفوظ کرنے کی کوششیں ہر دور میں ہوتی رہی ہیں اور جب بھی انسانی معاشرے میں بے یقینی، بد اعتقادی اور خدائی قانون سے بے توجہی کا آتش فشاں پھوٹتا ہے تو ان شہیدانِ عشق وعرفان کی آنکھوں سے ٹپکے ہوئے اشکوں سے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسی ہی پاکیزہ شخصیات میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار ہوتا ہے۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ستودہ صفات پورے عالم اسلام میں بڑے عقیدت واحترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ سارے مسالک و مشارب کے ماننے والے آپ کی یادوں کے چراغ سے اپنی حیات کے تاریک گوشوں کو

روشن کیا کرتے ہیں، دنیا کے ہر خطے میں آپ کی عظمت شان کے ترانے گائے جاتے ہیں اور آپ کے بے کراں فضل وکمال کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ دوسرے اولیائے کرام کی عظمتوں کی جہاں حدیں ختم ہوتی ہیں وہاں سے آپ کی بے پناہ عظمتوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس بات کی تائید خود حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان عالیشان ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں۔

الانس لهم مشائخ، والجن لهم مشائخ والملئکة لهم مشائخ وانا شیخ الکل لاتقیسونی باحدٍ ولا تقیسوا علیٰ احدٍ۔

یعنی انسانوں کے لیے مشائخ ہیں، جنوں کے لیے مشائخ ہیں اور فرشتوں کے لئے مشائخ ہیں اور میں شیخ کل ہوں نہ کسی کے ساتھ مجھے قیاس کرو، نہ کسی پر مجھے قیاس کرو۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے کے دو جلیل القدر ولی حضرت سیدی ابوالسعود احمد بن ابوبکر حریمی اور حضرت سید ابوعمرو عثمانی صریفینی قدس سرھما فرماتے ہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی ولی ظاہر کیا، نہ ظاہر کرے مثل شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے [بہجۃ الاسرار شریف]

سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اللہ رب العزت نے جس ولی کو کسی مقام تک پہنچایا شیخ عبدالقادر اس سے اعلیٰ رہے اور جس مقرب کو کوئی حال عطا کیا شیخ عبدالقادر اس سے بالا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے اولیا ہوئے اور جتنے ہوں گے قیامت تک سب عبدالقادر کا ادب کرتے ہیں۔

[فتاویٰ رضویہ ج دوازدھم ص ۲۲۳/۲۲۲]

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں میرے آقا تیرا
بقسم کہتے ہیں شاہان صریفین وحریم
کہ ہوا ہے نہ ولی ہو کوئی ہمتا تیرا

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت کے حوالے سے کتب تواریخ میں کئی روایتیں ملتی ہیں، لیکن دو روایت پر اکثر علماء ومورخین متفق ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ آپ یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ کو اس عالم رنگ وبو میں تشریف لائے

اور دوسری روایت کے مطابق آپ نے یکم رمضان المبارک ۴۷۱ھ کو اپنے قدم پاک سے اس دارِ فانی کو زینت بخشی، لیکن زیادہ تر مورخین پہلی روایت کی طرف گئے ہیں۔ کسی صاحب دل نے آپ کے سن ولادت اور سن وصال پر مادۂ تاریخ نکالا ہے "جاء فی عشقٍ وتوفیٰ فی کمالٍ" ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور اکانوے سال عمر پائی۔ اس طرح آپ کا وصال حسرت آیات ۵۶۱ھ میں ہوا۔ [مظہر جمال مصطفائی ص ۳ رناز پبلشینگ ہاؤس، دہلی)

جائے ولادت کے تعلق سے بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت جیلان کے قریب "نیفا" اور بعض نے لکھا ہے کہ قصبہ یلق میں ہوئی۔ یہ قصبہ جیل کے قصبات میں سے ایک ہے۔[1]

جیل کو جیلان اور گیلان بھی کہتے ہیں۔ یہ ایران کے شمالی مغربی حصہ کا ایک صوبہ ہے، جو ساحل کیپین پر واقع ہے۔ اس کے مغرب میں آذر بائیجان، مشرق میں مازندان، جنوب میں قزوین اور شمال میں ایک دریا ہے جو اس علاقہ اور اس صوبے کے درمیان حد فاصل ہے۔ [اخبار الصالحین ص ۱۴۱]

بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کا وطن موضع جیل لکھا ہے جو دریائے دجلہ کے کنارے واسط کی سمت بغداد سے ایک روز کے فاصلہ پر واقع ہے اور بعض کہتے ہیں وہ اس جیل کے رہنے والے تھے جو بدائن کے قریب واقع تھا۔ [مرأۃ الجنان ج ۳، ص ۳۵۰]

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی عبدالقادر ہے۔ کنیت ابو محمد، لقب محی الدین اور عرف عام میں آپ کو غوثِ اعظم کہا جاتا ہے اور اسی نام سے آپ مشہور و معروف ہوئے۔ اکثر روایات میں آپ کی جائے ولادت علاقہ گیلان بتایا گیا ہے جو بلاد فارس میں ہے، عربی میں گیلان کے (گ) کو حذف کر کے جیلان لکھا جاتا ہے۔ اس طرح آپ کو گیلانی یا جیلانی جو کچھ کہا جائے درست ہے [تذکرہ سیدنا غوثِ اعظم ص ۲۵]

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی جس وقت اور جس تاریخ میں ولادت ہوئی اس وقت بہت سارے حیرت و استعجاب میں ڈال دینے والے واقعات کا ظہور ہوا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب آپ اس دنیا میں رونق افروز ہوئے اس وقت آپ کی

والدہ ماجدہ کی عمر شریف ساٹھ سال کی تھی۔ عام طور پر عورتیں اس عمر میں اولاد سے ناامید ہو جاتی ہیں لیکن رب کائنات کا خاص فضل وکرم تھا کہ اس عمر میں حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے بطن اقدس سے پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت کے وقت غیب سے آپ کی متعدد کرامتوں کا ظہور ہوا کچھ ذیل میں ملاحظہ کریں۔

۱۔ ولادت کی شب حضور ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ آپ کے والد ماجد کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔

''اے میرے (روحانی) فرزند ابوصالح اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا فرزند عطا کیا ہے جو میرا بھی محبوب ہے اور اللہ جل شانہ کا بھی محبوب ہے۔ اس کی شان وشوکت ولیوں کے بیچ ایسی ہی ہوگی جس طرح میری عظمت انبیاء ومرسلین کے درمیان ہے۔

[تاریخ مشائخ قادریہ، ص ۱۱۸، ۱۱۹]

۲۔ جس وقت آپ پیدا ہوئے آپ کے شانۂ اقدس پر حضور سید عالم ﷺ کے قدم پاک کا نقش موجود تھا جو آپ کی افضلیت وکاملیت کی روشن دلیل ہے۔

۳۔ آپ کے والدین کریمین کو خدائے پاک نے خواب میں بشارت دی کہ جو بچہ تمہارے گھر میں پیدا ہوا ہے وہ بڑی شان وشوکت کا مالک ہے۔ وہ اولیاء کا سردار ہوگا اور اس سے بغض وعناد رکھنے والا گمراہ وبددین ہوگا۔ امام احمد رضا قادری برکاتی رقمطراز ہیں۔

سم قاتل ہے خدا کی قسم ان کا انکار
منکر فضل حضور آہ یہ لکھا تیرا
باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

۴۔ جس رات میں آپ کی ولادت ہوئی اس رات شہر گیلان میں گیارہ سو لڑکے پیدا ہوئے ایک بھی لڑکی پیدا نہ ہوئی اور آپ کی برکت سے سب کو ولایت کی اعلیٰ منزلوں پر فائز کر دیا گیا۔

۵۔ آپ یکم رمضان المبارک کو پیدا ہوئے، دن میں دودھ نہیں پیتے جب افطار کا وقت ہوتا دودھ پینا شروع کر دیتے۔ [تذکرہ سیدنا غوثِ اعظم، ص ۴۲]

ولادت کے دوسرے سال ابر کے سبب رویت ہلال میں لوگ مشکوک ہو گئے،

اس روز شعبان المعظم کی انتیسویں تاریخ تھی۔ دوسرے دن جب آپ نے دودھ کو منہ نہیں لگایا تو آپ کی والدہ سمجھ گئیں کہ آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہے چنانچہ اہل شہر کو یہ خبر دیدی گئی اور بعد کی شہادتوں نے اس کی تصدیق بھی کردی۔

۶۔ ولادت کے وقت ذکر الٰہی سے آپ کے لبہائے مبارک جنبش میں تھے۔

۷۔ ولادت کے وقت آپ کا چہرۂ مبارک اس قدر روشن وتابندہ تھا کہ جو بھی عورت آپ کو دیکھتی، تو دیکھتی ہی رہ جاتی۔ [تاریخ مشائخ قادریہ، ص۱۹۹]

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے صحیح طور پر ابھی شعور کی دہلیز پر قدم بھی نہ رکھا تھا کہ والد ماجد حضرت سیدنا ابوصالح موسیٰ جنگی دوست قدس اللہ سرہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس طرح آپ اپنے جد کریم حضور سید عالم ﷺ کی طرح کم عمری میں ہی یتیم ہوگئے۔ اس وقت آپ کے نانا حضرت سید عبداللہ صومعی قدس اللہ سرہ نے اپنے یتیم نواسے کو اپنی کفالت میں لیا۔ حضور سیدنا عبداللہ صومعی قدس اللہ سرہ کے پاس کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اسلئے شفقت ومحبت کا سارا سرمایہ اپنے پیارے نواسے کے لیے وقف کردیا۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ پیدائشی ولی تھی۔ اس لیے عالم شیر خوارگی ہی سے آپ کی پیشانی پر عشق وعرفان الٰہی کا سورج چمک رہا تھا، پھر نانا جان کی صحبت و تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ آپ نے سب سے پہلے اپنے نانا ہی کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا اور نانا جان کے فیضان علم سے خوب خوب سیراب ہوئے۔ آپ کے والد ماجد بھی آپ کے نانا کی پاکیزہ صحبتوں سے مستفیض تھے۔ ان کے استفادے کا زمانہ پورے بارہ سال پر محیط ہے۔ سیب کھانے کی سزا تو ایک بہانا تھا۔ حضرت سید عبداللہ صومعی قدس اللہ سرہ نے اپنے کشف سے پوری تاریخ ملاحظہ کرلی تھی۔ کسی بھی جوہر کی قیمت کا صحیح اندازہ کوئی جوہری ہی کرسکتا ہے۔ نانا نے اپنے نواسے پر عرفان الٰہی کی راہیں کشادہ کردی تھیں۔ افکار کے دریچوں کو رضائے محبوب کے چراغوں سے روشن کردیا تھا۔ دنیوی تربیت کی ساری کوششیں تو تقاضائے بشری کے تحت ہورہی تھیں۔ آپ رحمتِ الٰہی سے شرابور ہوکر پیدا ہوئے تھے۔ اس حوالے سے واقعات ملتے ہیں جب آپ کی ولادت کی ساعت قریب آئی تو والد ماجد دایہ کو بلانے کے لئے باہر تشریف لے گئے اور جاتے جاتے گھر کا دروازہ بند کردیا لیکن جب دایہ کے ہمراہ لوٹے تو گھر کا

دروازہ کھلا ہوا پایا۔ جب انہوں نے آپ کی والدہ ماجدہ سے دروازہ کھلنے کی تفصیل معلوم کی تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے جاتے ہی پہر رات ڈھلے لڑکا پیدا ہوا اور مکان کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور یہ ابر کے آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا، یہ خوشبو، یہ خنکی اور یہ روشنی اسی لڑکے (عبدالقادر) کی بدولت ہے۔ [تاریخ مشائخ قادریہ، ص ۱۱۷، ۱۱۸]

تعلیم کی ابتدا:

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی عمر شریف جب پانچ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ مکرمہ نے شہر جیلان کے ایک مکتب میں آپ کو داخل کیا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اسی مکتب میں حاصل کی۔ پانچ سال تک آپ اس مکتب میں زیر تعلیم رہے۔ اسی تھوڑے سے عرصہ میں آپ نے بہت سارے علوم و فنون پر اچھا خاصا کمال حاصل کر لیا تھا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ جب آپ مکتب تشریف لے جاتے تو عجیب و غریب نورانی صورتوں کو اپنے پیچھے چلتے ہوئے دیکھتے اور جب مکتب کی حد میں داخل ہو جاتے تو وہی صورتیں جو آپ کے پیچھے پیچھے چلتیں یہ آواز دیتیں کہ اللہ کے ولی کو جگہ دو۔

آپ کے صاحبزادے حضور سیدنا عبدالرزاق قدس اللہ سرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز والد ماجد سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا پتہ کب چلا تو آپ نے بیان فرمایا کہ جب میری عمر دس سال کی ہوئی تو اپنے شہر کے مکتب میں جایا کرتا تھا۔ اس وقت فرشتوں کی جماعت یہ آواز لگاتی کہ اللہ کے ولی کو جگہ دو۔ اس سے مجھے احساس ہونے لگا کہ میں مرتبۂ ولایت کی اعلیٰ منزلوں پر فائز ہو چکا ہوں۔

انعامات الٰہی میں سے علم اعلیٰ ترین نعمت ہے۔ علم انسان کی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے۔ بغیر علم کے اللہ کی معرفت محال ہے۔ بغیر علم کے کوئی شخص منزل ولایت پر بھی فائز نہیں ہو سکتا۔ دین و دنیا کی فلاح اسی کے حصے میں آتی ہے جس کا دامن حیات زیور علم سے آراستہ ہوتا ہے۔ جس کا سینہ نور علم سے خالی ہوتا ہے اسے کبھی مقصد زندگی سے آشنائی نہیں ہو سکتی۔ بہت سارے علم و عمل سے کورے لوگ اپنی ولایت کا بڑے پیمانے پر چرچا کیا کرتے ہیں اور سیدھے سادے لوگ ان کے دامِ فریب میں بھی آجاتے ہیں۔ وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ مکتب یا مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنا کیا ضروری

ہے۔ ہمیں کسی کی توجہ سے وہ ساری منزلیں مل گئیں جو دوسرے لوگ صدیوں کتابوں کی ورق گردانی سے حاصل نہیں کر پائیں گے، ایسے لوگوں کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جاہل کو وھبی علم بھی نہیں دیا جاتا، اگر ایسا ہوتا تو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، آپ ولی بن کر ماں کے شکم سے پیدا ہوئے تھے، جبکہ حصول علم میں آپ نے وہ جانفشانیاں اٹھائیں جس کے تصور سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اس سلسلہ میں خود آپ کا بیان ہے کہ میں نے حصول علم میں وہ سختیاں برداشت کی ہیں کہ اگر وہ پہاڑ پر پڑتیں تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا، جب آپ پر رنج و آلام کی ہر طرف سے یورش ہوتی تو غم سے نڈھال ہو کر آپ زمین پر لیٹ جاتے اور قرآن حکیم کی اس آیت کا ورد جاری کر دیتے "فانّ مع العسر یسراً انّ مع العسر یسراً" اس آیت پاک کی تلاوت سے آپ کی ساری پریشانیاں دور ہو جاتیں۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے شہر کے مکتب سے فارغ ہوئے تو مزید علم کے حصول کا جذبہ آپ کے دل میں پیدا ہوا، اس زمانہ میں بغداد کو علم وفن اور تہذیب وتمدن کے معاملے میں مرکزیت حاصل تھی، لیکن اس تعلق سے آپ کی کوئی معقول رہنمائی کرنے والا نہ تھا۔ ایک روز آپ تلاش رزق میں جنگل کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے آپ کے دل میں انقلاب برپا کر دیا آپ خود فرماتے ہیں کہ۔

عرفہ کا دن تھا میں جنگل کی طرف نکل گیا اور کشادہ روزی کے لیئے دم پکڑ کر کھیت جوتنے والے ایک بیل کے پیچھے ہو گیا، اس نے میری طرف مڑ کر دیکھا اور کہنے لگا "یا عبدالقادر ما لھذا خلقت ولا بھذا امرت" یعنی اے عبدالقادر! تم اس لئے پیدا نہیں کیئے گئے ہو اور نہ ہی تمہیں اس کا حکم ہوا ہے، میں یہ آواز سن کر ڈر گیا اور اس کو چھوڑ کر واپس آ گیا، پھر میں اپنے بالا خانے پر چڑھ گیا تو میں نے حاجیوں کو دیکھا کہ عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے کام کے لئے چھوڑ دیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں حصول علم کے لئے بغداد جاؤں اور تحصیل علم کروں، والدہ محترمہ نے مجھ سے دریافت کیا کہ میں ایسا کیوں کر رہا ہوں، میں نے اپنا مقصد بتا دیا، سن کر رونے لگیں، پھر اٹھ کر گئیں اور اسی دینار نکال کر

لائیں اور مجھ سے کہا کہ یہ تمہارے والد کی میراث ہے، چالیس دینار تو تمہارے بڑے بھائی کے ہیں وہ انہوں نے نکال لیئے اور باقی چالیس دینار میرے جامہ میں بغل کے نیچے سی دیئے اور مجھ کو سفر کی اجازت دی اور مجھ سے عہد لیا کہ ہر حال میں سچ بولوں گا، وہ مجھے رخصت کرنے کے لئے دروازہ تک تشریف لائیں اور فرمایا اے فرزند جاؤ! خدا کے لئے میں تم سے تعلق منقطع کرتی ہوں اب قیامت تک میری، تمہاری ملاقات نہ ہو سکے گی۔
[تاریخ مشائخ قادریہ، جلد ۱، ص ۱۲۱]

حضور سیدنا غوث اعظم کو جب والدہ ماجدہ کی اجازت مل گئی تو انہیں دنوں ایک قافلہ بغداد شریف کی طرف جانے والا تھا، آپ اسی قافلہ کے ساتھ ہو گئے، راستہ میں قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا، لیکن آپ کی راست گوئی کے نتیجہ میں سارے ڈاکوؤں نے اپنے برے فعل سے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور آپ کے غلاموں میں شامل ہو گئے، یہ واقعہ بہت طویل ہے تفصیل کے لئے دوسری کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

جب آپ نے بغداد شریف کو اپنے قدم مبارک سے نوازا تو وجد و کیف میں بغداد شریف کی زمین جھومنے لگی کہ اب جھلستی ہوئی نگاہوں کو اور رستے ہوئے زخموں کو مرہم تسکین دینے والا آ گیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک عرب دانشور کے خیالات ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کی آمد سے عراق کی سرزمین پر ایسی بارش ہوئی ہے کہ جس سے وہ سرسبز و شاداب ہو گئی۔ گمرہی زائل ہو گئی، ہدایت کا راستہ صاف ہو گیا، لکڑیاں خوشبودار ہو گئیں، صحرا محفوظ ہو گئے، کنکریاں موتی بن گئیں، پانی شہد بن گیا، عراق کا سینہ محبت سے لبریز ہو گیا اور آپ کے محاسن سے نجد کے دل میں وجد پیدا ہو گیا، مشرق میں آپ کے نور ہدایت کی روشنی سے بجلی چمکنے لگی اور مغرب میں آپ کی عظمت کے ذکر سے گرج پیدا ہو گئی۔ [تاریخ مشائخ قادریہ، جلد ۱، ص ۱۲۲-۱۲۳]

بغداد شریف میں جو ادارے ترویج علوم نبی ﷺ میں مصروف عمل تھے ان میں مدرسہ نظامیہ کو خاصی اہمیت حاصل تھی بلکہ پورے عالم اسلام میں اس کا بہت شہرہ تھا۔ وہاں دنیا کی بڑی بڑی علمی شخصیات مسند تدریس سے وابستہ تھیں۔ جس طرح شمع کے گرد پروانے سمٹ آتے ہیں اسی طرح تشنگانِ علوم نبوی ﷺ دور دراز کا سفر کر کے مدرسہ نظامیہ

میں داخل ہوتے تھے اور اپنی علمی تشنگی بجھاتے تھے۔آپ بھی اسی مدرسہ نظامیہ میں داخل ہوئے اور چند سالوں میں تمام مروجہ علوم وفنون میں کمال حاصل کرلیا۔اس لیے کہ اساتذہ کی شفقت ومحبت کے ساتھ ساتھ تائید خداوندی بھی فیاضی کے ساتھ آپ کے شامل حال تھی۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو حصول علم کے زمانے میں سخت ترین حالات سے دوچار ہونا پڑا لیکن پریشانیاں آپ کے فولادی عزم کو متزلزل نہ کرسکیں۔آپ کے ذوق جنوں کے سامنے کلفتیں پانی پانی ہوجاتیں۔گھر سے نکلتے وقت آپ کی والدہ ماجدہ نے جو چالیس دینار، دیئے تھے چند دنوں میں وہ ختم ہوگئے، یہاں تک کہ فاقوں پر گزر ہونے لگا۔قریب قریب بیس روز اسی طرح فاقوں میں گزر گئے۔جب بھوک کی شدت برداشت سے باہر ہوئی تو ایک روز مباح چیز کی جستجو میں کسریٰ کے کھنڈرات کی طرف تشریف لے گئے، جب آپ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ستر اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم پہلے سے وہاں موجود ہیں۔آپ نے ان اولیاء کی راہوں میں حائل ہونے کو مناسب نہ سمجھا اور خاموشی کے ساتھ واپس آگئے۔ [تذکرۂ سیدنا غوثِ اعظم]

روایتوں میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کسی سنسان جگہ پر بیٹھ کر سبق یاد کررہے تھے تو غیب سے صدا آئی اے عبدالقادر کئی روز سے تمہارا گزر فاقوں سے ہورہا ہے اس لیے حصول علم میں تمہیں دشواری ہورہی ہے، جا سنتِ انبیاء پر عمل کر اور کسی سے قرض لے لے۔آپ نے جواب دیا کہ میں ایک مفلس ونادار آدمی ہوں اگر قرض لیتا ہوں تو اس کی ادائیگی کہاں سے ہوگی؟ پھر غیب سے آواز آئی کہ تو اس کی فکر نہ کر قرض کی ادائیگی کے ہم ذمہ دار ہیں۔اشارۂ غیبی پاکر آپ ایک نانبائی کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ تم ہر روز مجھے ڈیڑھ روٹی، بطور قرض دیدیا کرو جب مجھے صلاحیت ہوگی تمہارا قرض ادا کردوں گا اور اگر مجھے موت آگئی تو معاف کردینا، نانبائی بھی خدا رسیدہ شخص تھا۔آپ کی باتیں سن کر اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔اس نے اپنی پلکیں پوچھتے ہوئے عرض کیا کہ حضور جب، جس وقت، جتنا جی چاہے آپ میری دکان سے روٹی لے جایا کریں۔ہمیں خوشی ہوگی۔پھر آپ کا معمول ہوگیا کہ ڈیڑھ روٹی اس کی دکان سے لے لیا کرتے۔جب کچھ زمانہ گزر گیا تو آپ کو

اس نانبائی کے قرض کی فکر ہوئی تو پھر غیب سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر فلاں مقام پر جاؤ اور وہاں جو کچھ مل جائے اسے نانبائی کو لاکر دیدو۔ جب اس مقام پر آپ حاضر ہوئے تو ایک سونے کا ٹکڑا پڑا ہوا ملا۔ آپ نے وہاں سے سونے کا ٹکڑا اٹھایا اور لاکر نانبائی کے حوالے کر دیا۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حصول علم میں خصوصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور اس راہ میں آنے والی مشکلات کا انتہائی صبر و ضبط کے ساتھ سامنا کرتے رہے۔ بغداد کی سرزمین پر بظاہر آپ کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ والد ماجد اور شفیق نانا کے سایہ سے پہلے ہی محروم ہو چکے تھے۔ ایک والدہ ماجدہ کی دعائیں اور رحمت الٰہی آپ کی دستگیر تھی۔ جب بھی الجھنوں کے سائے گہرے ہو جاتے تو آپ اپنے خالق و مالک کی بارگاہ سے استقامت کی بھیک مانگتے۔ کثرت مسائل سے اکثر پلکیں بھیگ جاتیں۔ آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو تھک کر بیٹھ جاتا۔ اپنی راہیں بدل دیتا لیکن آپکے پیش نگاہ پوری ملت کا سوال تھا۔ آپ اسلام کی ڈوبتی ہوئی نبض دیکھ رہے تھے۔ اسلامی اصولوں سے الجھتے ہوئے چہروں کو دیکھ رہے تھے۔ آپ کے جذبۂ بیکراں سے آپکے اساتذہ بھی کافی متاثر تھے۔ بغداد میں جن ماہرین علم و فن سے آپ نے اکتساب فیض کیا ہے ان کی فہرست کافی طویل ہے۔ ذیل میں چند قابل ذکر اساتذہ کے اسماء ملاحظہ کریں۔

ابوالوفا علی بن عقیل، ابوالخطاب محفوظ احمد الکلوذنی، ابوالحسن محمد بن القاضی ابن یعلٰی بن الحسین بن محمد الفرآء، ابو غالب بن محمد بن الحسن بن احمد الباقلانی، ابو سعد محمد بن عبدالکریم، ابوالغنائم محمد بن علی بن میمون الرازی، ابوبکر احمد بن المظفر بن سوس التمار، ابو محمد جعفر بن احمد بن القاری السراج، ابوالقاسم علی بن احمد بن بیان الکرخی، ابوعثمان اسماعیل بن محمد احمد بن جعفر الاصبہانی، ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن یوسف، ابوالبرکات ہبۃ اللہ بن المبارک بن موسیٰ السقطی، ابوالعز محمد بن المختار الہاشمی، ابوالحسن المبارک عبدالجبار بن احمد بن القاسم الصیرفی المعروف بابن الطیوری، ابوزکریا یحییٰ علی التبریزی، ابوسعید مخزومی۔
[تاریخ مشائخ قادریہ، ج-۱، ص۱۲۳]

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات کا ہر لمحہ اپنے اندر جہانِ حیرت لیے ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی شخص آپ کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے دل

کے کسی نہ کسی گوشے میں یہ احساس پرورش پاتا رہتا ہے اور وہ یہ سوچتا رہتا ہے کہ یہ کسی انسان کی تاریخ نہیں ہے بلکہ کسی فرشتہ کے حالات ہیں جو دل ونگاہ کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ آپ کی ذات میں ایک مقناطیسی قوت ہے جو دلوں کی تسخیر کا کام انجام دیتی رہتی ہے اور لوگوں سے عقیدت ومحبت کا خراج وصول کرتی ہے۔ مسلمان اپنی ذات سے بغاوت کرلیتا ہے لیکن آپ سے بغاوت کا تصور بھی جرم سمجھتا ہے۔ رب کائنات نے آپ کی ذات میں وہ کشش رکھدی ہے جس کے باعث لوگ آپ کے ذکر جمیل کو ذریعۂ خیروبرکت سمجھتے ہیں۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے جہاں اسلام کو حیات تازہ عطا کی ہے وہیں کروڑوں مردہ دلوں کو بھی قرب الٰہی کی لذتوں سے آشنا کیا ہے۔ آپ کی نگاہ کیمیا گر سے کفروشرک کی جڑیں کٹ جاتیں اور ایمان ویقین کا سویرا جلوہ گر ہوتا۔ تاریخ میں ایسی خصوصیات بہت کم شخصیات کے حصے میں آئی ہیں۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بہت کم مدت میں مروجہ علوم وفنون میں امتیازی مقام حاصل کرلیا اور اپنے عہد کے علماء ومشائخ کے مقتدا وامام بن گئے۔ جب کسی مسئلے کی گتھی نہ سلجھتی تو علمائے کبار آپ کی طرف رجوع کرتے۔ علم وفن کی ہر شاخ پر آپ کا طوطی بولتا تھا۔ آپ کی جلالت شان اور تبحر علمی کا ہر صغیر وکبیر قائل تھا۔ آپ کے ارشادات کو سن کر بڑے بڑے اصحاب فضل وکمال اپنے عجز کے اعتراف پر مجبور ہوجاتے۔ حضرت ابوالعباس احمد بن احمد قدس اللہ سرہ کا بیان ہے کہ ایک بار میں اور علامہ ابن جوزی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے ایک آیت کی تفسیر بیان کی پھر دوسری تفسیر، پھر تیسری تفسیر۔ میں ابن جوزی سے پوچھتا کہ آپ کو اس تفسیر کا علم ہے وہ اثبات میں جواب دیتے۔ یہاں تک کہ حضرت نے گیارہ تفسیریں بیان کیں ابن جوزی کہتے رہے یہ میرے علم میں ہے۔ جب سلسلہ اس سے آگے بڑھا تو انہوں نے کہا یہ تفسیر میرے علم میں نہیں ہے۔ حضرت نے چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور ہر ایک کا قائل بھی بیان فرماتے گئے۔ ابن جوزی شیخ کی وسعت علمی پر انگشت بدنداں تھے۔ سامعین کا اضطراب اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ خود ابن جوزی کا یہ حال تھا کہ فرط اضطراب میں اپنا گریبان چاک کرلیا۔ [قلائد الجواہر، مطبوعہ، مصر، ص ۳۸، مقدمہ غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور، ص ۴۰]

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو قدرت نے بے پناہ صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اخلاص، عاجزی اور اپنے بڑوں کا ادب و احترام ملحوظ رکھا کبھی تکبر و غرور کی آپ کو ہوا تک نہیں لگی۔ اس سلسلے میں آپ کے عہد طالب علمی کا ایک بصیرت افروز واقعہ ملاحظہ کریں۔

طالب علمی کے زمانے میں آپ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ایک بزرگ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ راستے میں ایک ساتھی ابن السقا نے کہا کہ میں ان سے ایسا مسئلہ دریافت کرونگا جس کا وہ جواب نہ دے سکیں گے۔ دوسرے ساتھی عبداللہ سامی نے کہا کہ میں ان سے ایک مسئلہ دریافت کروں گا دیکھئے وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ حضرت (غوثِ اعظم) نے فرمایا خدا کی پناہ، میں ان سے کوئی سوال نہ کروں گا، میں تو ان کی زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ جب ان بزرگ کے پاس پہنچے تو انہوں نے ابن السقا کی طرف ناراضگی سے دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اے ابن السقاء تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے جس کا جواب مجھے معلوم نہیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آتش کفر کے شعلے تیرے بدن کو چاٹ رہے ہیں۔ عبداللہ سامی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم مجھ سے ایک مسئلہ پوچھ کر دیکھنا چاہتے ہو کہ میں کیا جواب دیتا ہوں۔ تمہارا سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ تو نے میری بے ادبی کی۔ میں تمہیں کانوں تک دنیا میں دھنسا ہو دیکھ رہا ہوں پھر حضرت شیخ کی طرف متوجہ ہوئے، انہیں اپنے پاس بٹھایا، عزت افزائی کی، اور فرمایا اے عبدالقادر، تم نے ادب ملحوظ رکھ کر اللہ عزوجل اور رسول اکرم ﷺ کو راضی کرلیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بغداد میں کہہ رہے ہو قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ، اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت کے تمام اولیاء تمہارے احترام میں سرنگم ہیں۔

[نفحات الانس بحوالہ غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور، ص۶۲]

عام طور پر انسانی زندگی کے تین ادوار ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ اور تینوں ادوار کی خصوصیات جداگانہ ہوتی ہیں۔ بچہ جب تک لاشعور ہوتا ہے اس سے شرعی اصولوں پر عمل کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسے جبراً کسی قانون کا پابند نہیں بنایا جا سکتا۔ لیکن حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا بچپن بھی شریعت کی پاسداری کرتا ہوا دکھائی

دیتا ہے۔ آپ کی ولادت رمضان المبارک میں ہوئی۔ رمضان المبارک میں جہاں عام طور پر مسلمان حالت روزہ میں ہوتے ہیں وہیں آپ بھی ماں کی گود میں روزے کا التزام فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے بچپن میں بھی ایک روزے کی بھی قضاء نہیں کی۔ آپ سے بچپن میں بھی کوئی غیر شرعی فعل سرزد نہیں ہوا۔ آپ شریعت کے سانچے میں ڈھلے ڈھلائے پیدا ہوئے تھے۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی نیک نفسی، پاکیزہ خیالی اور عفت مآبی کا خطبہ ایام ولادت سے لے کر آج تک دنیا کے گوشے گوشے میں پڑھا جا رہا ہے اور انشاء اللہ صبح قیامت تک پڑھا جاتا رہے گا۔ آج بھی آپ کے فیضان کرم سے دلوں کی تطہیر ہو رہی ہے، ذہنوں کی تعمیر ہو رہی ہے۔ ویرانے آبادیوں میں تبدیل ہو رہے ہیں اور سینے فانوسِ محبت سے روشن ہو رہے ہیں۔ جس دل میں آپ جلوہ گر ہیں اور آپ کی پاکیزہ چاہت کا چراغ جل رہا ہے وہاں سطوت شاہی بھی خمیدہ سر ہے۔ آپ کے دیوانے اپنی ٹھوکروں میں تاج شاہی رکھا کرتے اور اشاروں میں نظام میکدہ بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور جو آپ سے اور آپ کے عقیدت کیشوں سے کجی رکھتا ہے ہر بزم میں رسوائیاں اس کے حصے میں آتی ہیں۔ رب کائنات ہمیں اور قیامت تک آنے والی ہماری نسلوں کو آپ کے نیاز مندوں میں شامل رکھے اور آپ کے جلائے ہوئے چراغ عشق و عرفان کی روشنی میں زندگی گزارنے کی توفیق دے۔ آمین۔

الاماں قہر ہے اے غوث وہ تیکھا تیرا
مر کے بھی چین سے سوتا نہیں مارا تیرا
بادلوں سے کہیں رکتی ہے کڑکتی بجلی
ڈھالیں چھنٹ جاتی ہیں اٹھتا ہے جو تیغا تیرا

☆☆☆

سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا حصول علم کے لیے سفر بغداد

افضل مصباحی، ایڈیٹر ماہنامہ ماہِ نور، دہلی

اللہ کے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ''علم حاصل کرو اگر چہ اس کے لیے چین تک جانا پڑے''۔ چنانچہ ہمارے اسلاف نے اس کی ایک دو نہیں ہزاروں مثالیں قائم کی ہیں جو ہر عہد کے لوگوں کے لیے بہترین نمونۂ عمل ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر تابعین عظام، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین اور علمائے ربانیین کا ایک طویل سلسلہ ہے جو چلا آ رہا ہے۔ اللہ رب العزت نے روز ازل ہی یہ اعلان فرما دیا تھا کہ ''نہ جاننے والوں کو جاننے والوں کے سامنے جھکنا پڑے گا''۔ دنیا کی رہنمائی کے لیے، دنیا کے اندر اپنی برتری ثابت کرنے اور قائم رکھنے کے لیے علم کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ ہمارے اسلاف نے پوری دنیا میں حکومت اور پوری دنیا کی رہنمائی علم ہی کی بنیاد پر کی تھی۔ جو جتنے بڑے عالم تھے انہیں اسی اعتبار سے قدر و منزلت ملتی رہی ہے۔ جنہوں نے حصول علم میں جتنی محنت کی اور اسے دنیا میں پھیلایا، عام کیا اور اس کی روشنی میں دینی، علمی، تبلیغی، فلاحی اور اصلاحی کارنامہ انجام دیا، وہ اسی اعتبار سے رہتی دنیا تک یاد کیے جاتے رہیں گے اور لوگوں کی عقیدتیں ان سے وابستہ رہیں گی۔ تاریخی حقائق کی روشنی میں ایسی ہی ایک شخصیت حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے پہلے بے پناہ مشقتوں کا سامنا کر کے علم حاصل کیا، ولایت کے عظیم ترین منصب پر فائز ہوئے اور پھر دنیائے انسانیت کی رہنمائی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا۔ جس کی وجہ سے صدیوں برس پہلے اس دار فانی سے کوچ کرنے کے باوجود آج تک انہیں عقیدت و محبت اور عظیم رہبر و رہنما کے طور پر یاد کیا جاتا ہے اور انشاء اللہ تا

قیامت یاد کیا جاتا جاری رہے گا۔ انہوں نے حصول علم کے لیے جن پریشانیوں کا سامنا کیا اور جن دشوار گزار راہوں سے ان کو گزرنا پڑا یہ کامیابی و کامرانی کے عظیم مناصب پر پہنچنے کا جذبہ رکھنے والوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ انہوں نے جن حالات میں بغداد کی سرزمین پر علم حاصل کیا یہ اپنے آپ میں ایک بہترین کارنامہ ہے۔ نئے نئے فتنوں، نئی نئی دشواریوں اور گمراہ کن حالات میں کامیابی کی سبیل نکالنا اگر کوئی سیکھنا چاہے تو اسے قطب الاقطاب، غوث الاغوث، محبوب سبحانی، قطب ربانی، حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔

بچوں کی زندگی پر والدین اور دیگر افراد خانہ کا خاصا اثر ہوتا ہے۔ حضرت غوث اعظم میں جو خوبیاں تھیں ان میں ان کے والد گرامی حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ، والدہ محترمہ حضرت ام الخیر فاطمہ قدس سرہا اور نانا جان حضرت عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک زندگیوں کا اثر نمایاں تھا۔ یہ تینوں شخصیات مقرب بارگاہ الٰہی تھیں۔ ان کے اندر خدا ترسی، خشیت الٰہی، راست گوئی، حسن خلق، حق شناسی، خدمت خلق اور پاکبازی حسن کا جوہر نمایاں تھا۔ عبادت و ریاضت اور ادب و تہذیب کے ایسے سنہرے ماحول میں حضرت غوث اعظم کی پرورش ہوئی جس کا اثر یہ ہوا کہ حصول علم کے لیے بغداد کے سفر پر تھے۔ جس قافلے میں سفر کر رہے تھے اسے خونخوار ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اور جب آپ سے دریافت کیا گیا:

"اے بچہ تیرے پاس بھی کچھ ہے"؟ تو جواب ملتا ہے:

"ہاں! چالیس دینار ہیں"!

صدق مقال اور والدہ کی نصیحت کی پاسداری سے متاثر ہو کر ڈاکوؤں کے سردار کا جسم کانپنے لگتا ہے، روتے روتے گھگھی بندھ جاتی ہے اور آپ کے قدموں پر گر کر توبہ کر لیتا ہے، ساتھ میں اس کے دیگر ساتھی بھی آپ کے دست حق پرست پر توبہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور لوٹا ہوا مال قافلے والوں کو لوٹا دیتے ہیں۔ اتنا ہی نہیں یہ سارے ڈاکو نہ صرف تائب ہوئے بلکہ توبہ کی بدولت درجۂ ولایت تک پہنچ گئے۔ پاک طینت افراد خانہ کا اثر حضرت غوث اعظم کی زندگی میں اس درجہ تھا کہ حصول علم کے لیے ۸۷ سالہ ضعیفہ ماں کی محبتوں کو چھوڑ کر دشوار گزار راہوں میں چل پڑے۔ اور قربان جائیں اللہ کی اس ولیہ پر جو خود عارفۂ کاملہ تھیں، حالات کی نزاکت سے واقف تھیں، چنانچہ جب

۱۸ سالہ بیٹے نے تحصیل علم کے لیے بغداد جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے بلا چوں وچرا اس کی اجازت دے دی۔ یہ نہ دیکھا کہ ضعیفی میں یہی تو ایک سہارا ہے۔ چونکہ انہیں معلوم تھا کہ خالق کائنات نے ان کے بیٹے کو خلق کی خدمت کے لیے چن لیا ہے، تقدیر میں یہی لکھا ہے، اشارۂ غیبی بھی یہی ہے۔ چنانچہ حضرت غوث اعظم نے جیلان سے چار سو میل کا سفر کر کے ۴۸۸ھ میں بغداد کی سرزمین پر قدم رکھا۔ ظاہر سی بات ہے یہ شہر آپ کے لیے بالکل اجنبی تھا۔ والدہ نے چالیس دینار جو دیا تھا وہ دوران سفر ہی ختم ہو چکے تھے۔ کسی رشتہ دار یا شناسا کے نہ ہونے کی وجہ سے اب فاقہ کے علاوہ کوئی صورت نہ تھی۔ بیس دن فاقہ کشی کے بعد اچانک ایک شخص نے آپ کو ایک سونے کا ٹکڑا دیا جو آپ کی والدہ نے بھیجا تھا۔ سونے کے اس ٹکڑے میں سے آپ نے تھوڑا رکھ کر باقی روزی کی تلاش میں سرگرداں مردانِ حق آگاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ ایسے صبر آزما اور پریشان کن حالات میں آپ بغداد کی سرزمین پر مدرسہ نظامیہ میں حصول علم میں مصروف ہو گئے۔ یہ مدرسہ اس وقت عالم اسلام کا عظیم مرکز تھا اور مختلف علوم وفنون کی یہاں تعلیم دی جاتی تھی۔ یہاں کے اساتذہ بھی اپنے اپنے فن کے امام تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ کو بے پناہ ذہانت دی تھی۔ انتہائی محنت ومشقت اور لگن کے ساتھ آپ نے مسلسل آٹھ سال تک اس ادارے میں تعلیم حاصل کی۔ وہاں کے اساتذہ اور فن کے ماہرین سے خوب استفادہ کیا۔ علم قرآن، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم لغت وادب، علم شریعت وطریقت غرض کہ علوم وفنون کے تمام گوشوں کی تحصیل آپ نے اپنے دور کے ماہر اساتذہ سے کی اور تمام علوم ومعارف میں مہارت حاصل کی۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ آیا کہ اللہ رب العزت کے فضل وعنایات، والدہ محترمہ کی دعائے سحر گاہی، اساتذہ کی محنت اور شب وروز کی شدید جدوجہد کی بنیاد پر آپ علوم وفنون کا اتھاہ سمندر ہو گئے اور آپ نے ہر فن میں وہ خصوصیت پیدا کی کہ تمام ہم عصر علما وفضلا پر سبقت لے گیے۔ ۴۹۶ھ میں جب سند تکمیل حاصل کی تو روئے زمین پر آپ کی برابری کا دعویٰ کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

سید محمد اشتیاق عالم شہبازی نے اپنی کتاب 'محی الدین امی' میں آپ کے اساتذہ میں مندرجہ ذیل عظیم شخصیات کے نام کا تذکرہ کیا ہے اور وہ یہ ہیں:

ابوالوفا علی بن عقیل، ابوغالب محمد بن حسن باقلانی، ابوزکریا یحییٰ بن علی تبریزی، ابو

سعید بن عبدالکریم، ابوالغنائم محمد بن علی بن محمد، ابوسعید مبارک ابوالخیر المخزومی اور ابوالخیر حماد بن مسلم الدباس'' (صفحہ ۱۲۹)

آپ نے علم حدیث جن اساتذہ سے حاصل کیا ان کے نام یہ ہیں:

''ابوالبرکات طلحہ العاقولی، ابوالغنائم محمد بن میمون الفرسی، ابوعثمان اسماعیل بن محمد الاصفہانی، ابوطاہر عبدالرحمٰن بن احمد، ابوغالب محمد بن حسن الباقلانی، ابومحمد جعفر بن الحسین القاری السراج، ابوالعز محمد بن مختار الہاشمی، ابومنصور عبدالرحمان القزاز، ابوالقاسم علی بن احمد بن بنان الکرخی، ابوطالب عبدالقادر بن محمد بن یوسف (محی الدین اسمی، ص ۱۳۰)

ایک ایسی شخصیت جو مادر زاد ولی ہو، جنہیں تائید غیبی حاصل ہو، ان کو حصول علم میں جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا وہ عام لوگوں کے بس کی بات نہیں۔ ان مصائب و آلام کا مقابلہ کرنے کے لیے بھی ضروری تھا کہ انہیں تائید غیبی حاصل ہو۔ اس سے سبق ملتا ہے کہ جب اتنی عظیم اور متبرک شخصیت کو حصول علم میں اس طرح کی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا تو ہم جیسے لوگوں کو اور بھی زیادہ اس طرح کی صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ یہ تصور کرنا چاہئے کہ ہمیں ہر حالت میں علم حاصل کرنا ہے چاہے، جن حالات کا مقابلہ کرنا پڑے۔ اگر ہم نے یہ عزم کر لیا تو یقیناً وہ خالق کائنات جس نے سارے جہان کو پیدا فرمایا، جس نے حصول علم کی ترغیب کے لیے سب سے پہلی آیت 'اقرء باسم ربك الذی خلق' الخ' نازل کی اس کی تائید ہمیں ضرور حاصل ہوگی۔ خود حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں:

''میں نے وہ ہولناک سختیاں جھیلی ہیں کہ اگر انہیں پہاڑ پر ڈال دیا جاتا تو پہاڑ بھی پھٹ جاتا۔ جب ہر طرح سے مجھ پر مصیبتیں اپنا شکنجہ کس دیتی تھیں تو میں تنگ آ کر زمین پر لیٹ جاتا اور آیت مبارکہ فان مع العسر یُسرا ان مع العسر یسرا کا ورد شروع کر دیتا تھا'' (محی الدین اسمی، ص ۱۳۱)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے حصول علم کے لیے کیا کیا نہ کیا۔ پریشانیوں کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ جاری تھا۔ آپ کے دور طالب علمی ہی کا واقعہ ہے کہ جنگل میں بیٹھے ہوئے سبق یاد کر رہے تھے۔ فاقہ کشی کی وجہ سے بے پناہ کمزوری تھی مگر آپ صبر و استقلال سے کام لینے کی کوشش کر رہے تھے کہ اچانک غیب سے آواز آئی:

''عبدالقادر تجھے کئی دن سے فاقہ اور حصول تعلیم میں دشواری ہو رہی ہے تو جا سنت

انبیا پر عمل کر اور کسی سے قرض لے لے۔"

آپ نے عرض کیا: "میں تو ایک غریب طالب علم ہوں، قرض کی ادائیگی مجھ سے کیسے ہو سکے گی؟"

تو دوبارہ آواز آئی: "تیرے قرض کی ادائیگی میرے ذمے۔"

چنانچہ آپ نے ایک نانبائی سے کہا، "کیا تم اس بات کے لئے راضی ہو کہ ہر روز مجھے ڈیڑھ روٹی بطور قرض دے دو، مجھے جب قدرت ہوگی تو میں لوٹا دوں گا اور اگر مر گیا تو معاف کر دینا۔" اور اس طرح آپ صرف ڈیڑھ روٹی پر گزر بسر کرنے لگے۔ جب قرض کی فکر نے پریشان کیا تو تائید غیبی سے آپ نے قرض ادا کیا۔

اس طرح کے ایک، دو نہیں درجنوں واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے حصول علم کے لیے کتنی کدو کاوش کی۔ اسی کا ثمرہ تھا کہ آپ کے وقت کے تمام علمائے کرام نے آپ کی عظمت اور علمی صلاحیت کو تسلیم کیا۔ مذکورہ حالات علوم ظاہری کے حصول سے متعلق تھے۔

آپ نے علوم باطنی کے حصول کے لئے بھی بے پناہ مشقتوں کا سامنا کیا۔ اس میدان میں آپ کی رہنمائی اپنے وقت کے ولی کامل، قطب دوراں شیخ حماد بن مسلم الدباس رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ شیخ حماد کی شخصیت بغداد سمیت تمام قرب و جوار کے علاقوں میں مرکز توجہ تھی۔ شیخ حماد ہی کی تربیت کی وجہ سے بہت سے مشائخ اور صوفیائے کرام نے سلوک کی راہیں طے کیں۔ علم طریقت میں آپ کے دوسرے استاذ حضرت شیخ ابوسعید مبارک ابوالخیر المخزومی ہیں۔ انہی سے آپ نے علم طریقت کی تکمیل کی اور خرقۂ ارادت بھی پایا۔ ۴۹۶ھ (ظاہری علوم وفنون کی تکمیل کا سال) سے ۵۲۱ھ یعنی ۲۵ سال تک آپ نے سخت ترین مجاہدے اور مشکل ترین ریاضتیں کیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ عشق الٰہی اور محبت رسول کی مجسم تصویر بن گئے۔ فنافی اللہ اور فنافی الرسول کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے۔ پھر کیا تھا پر تو جلال الٰہی اور مظہر کمال محمدی اور مجاہدات و ریاضات کا یہ عالم! جب کہ دوسری طرف پورا بغداد فتنہ و فساد کا مرکز بنا ہوا تھا۔ لوگ لایعنی بحثوں اور غیر ضروری چیزوں میں اپنی طاقت صرف کرتے تھے۔ حالات اتنے دگر گوں ہو چکے تھے کہ ایک مرتبہ آپ نے بغداد چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور صحرا کی راہ اختیار کرنے پر آمادہ ہو گئے تو غیب سے آواز آئی: "یہاں سے مت جاؤ، مخلوق خدا کو تم سے فیض پہنچے گا۔"

چنانچہ بغداد چھوڑنے کا آپ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ اور ترک کرتے بھی کیوں نہیں، آپ کو بغداد کی سرزمین پر جاری فتنوں کے سدباب کے لیے سرزمین جیلان سے شہر بغداد بھیجا گیا تھا۔ مشیت ایزدی یہ تھی کہ آپ کے ہاتھوں ہی ان تمام فتنوں کا قلع قمع ہو۔ خلق قرآن کا فتنہ، اعتزال و باطنیت کی فساد انگیزی، علمائے سوا اور جعلی صوفیوں کی ڈھکوسلہ بازی اور ڈاکہ زنی، حسن بن صباح کے حشیشی گروہ کی شرانگیزی، جس سے بغداد کی سرزمین روز بروز زوال پذیر ہو رہی تھی۔ انصاف پسند لوگوں کا جینا حرام تھا۔ بغداد کی سرزمین پر عوام الناس بے راہ روی کے شکار تھے۔ اخلاقی پستی اپنی حد کو پہنچ چکی تھی۔ بغداد کی سرزمین پر ایسے ہی پرفتن اور خطرناک حالات کا سامنا کرنے کے لیے مشیت ایزدی نے آپ کو ۴۸۸ھ سے ۵۲۱ھ تک علوم ظاہری و باطنی سے صیقل کیا۔ علوم شریعت سے مکمل آگاہ، کتاب وسنت پر پوری دسترس، لغت وادب پر پورا ملکہ اور اسرار راہ طریقت سے باخبر کیا، تاکہ جب جہاں جیسی ضرورت پیش آئے آپ مرد آہن کی طرح سامنے آجائیں۔
اور اس طرح تمام علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو کر جب آپ نے میدان جہاد میں قدم رکھا تو دنیا کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ آپ جس راہ پر قدم رکھتے فتنوں کا سر کچلتے ہوئے گزر جاتے۔ خلق خدا کی رشد و ہدایت، دین برحق کی ڈوبتی نیا کو پار لگانا اور احیائے شریعت وسنت، یہ آپ کا وہ تجدیدی کارنامہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے سامنے تمام علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی گردنیں خم تھیں۔ آپ کے سامنے کسی کو سر اٹھا کر بات کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔ آپ نے نہ صرف تمام زور پکڑتے فتنوں کا سدباب کیا بلکہ ایسا ماحول تیار کیا اور لوگوں کی ایسی تربیت کی جس کی بنیاد پر تمام طرح کے نئے فتنے اپنے وجود سے قبل ہی فنا کے گھاٹ اتر گئے۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکا؟ اگر اس پر غور کیا جائے تو آج ایک مرتبہ پھر ہم بغداد سمیت پورے عراق میں جاری امریکی بربریت کا سر کچل سکتے ہیں۔ عراقیوں کو آئے دن کی ہلاکتوں سے روک سکتے ہیں۔ خواتین کی آبروریزی پر قدغن لگایا جا سکتا ہے، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کو موت کے گھاٹ اترنے سے بچایا جا سکتا ہے اور اس صلیبی جنگ کا نقشہ پلٹا جا سکتا ہے جس کا اعلان 'انکل سام' نے نائن الیون حملہ کے وقت کیا تھا کہ 'اب صلیبی جنگ کی شروعات ہو چکی ہے۔' ساتھ ہی مشرق وسطیٰ کو صلیبی وصیہونی قبضوں سے پاک کیا جا سکتا ہے۔

حضرت سیدنا غوث اعظم نے ان تمام فتنوں کا سد باب علوم ظاہری و باطنی کے حصول کے بعد کیا تھا۔ لوگوں کو اخلاقی پستی سے نکال کر اخلاق حسنہ کی مکمل تصویر بنا کر کیا تھا، رشد و ہدایت کی شمع جلا کر کیا تھا، اسلامی تعلیمات عام کر کے لوگوں کو ان پر عمل پیرا رہنے کی تاکید کے ذریعہ کیا تھا، لوگوں میں حلال و حرام کی تمیز پیدا کر کے کیا تھا۔ آج کی جنگ جیتنے کا بھی وہی ہتھیار ہے جسے حضرت غوث اعظم نے اپنایا تھا۔ پہلے علوم ظاہری حاصل کیا پھر سلوک کی راہیں طے کیں تھیں۔ آج بھی اگر علوم ظاہری و باطنی حاصل کر کے جنگ لڑی جائے تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آج علوم ظاہری کی جو توسیع ہوئی ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن و حدیث، تفسیر و فقہ، سیر و تاریخ، سائنس و ٹکنالوجی، طب و ریاضی، کمپیوٹر و انٹرنیٹ، ماس میڈیا و ماس کمیونی کیشن، آئی آئی ٹی و ایم آئی ٹی، انجینئر نگ و آرٹ وغیرہ علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی کے حصول کے بعد ہی ہم میدان کارزار میں دشمنوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں کو خود اپنی حفاظت کے لیے اور اسلام پر روز بروز ہو رہے حملوں سے بچانے کے لیے اور دشمنوں کو زیر کرنے کے لیے ہاتھ پر ہاتھ دھرے رکھنے سے کام نہیں چلے گا۔ سائنس و ٹکنالوجی کے میدان میں مہارت حاصل کرنی ہی ہوگی۔ یاد رہے! اسلام دشمن طاقتیں ہمارے خلاف سازشیں رچنے میں کامیاب ہیں لیکن ہم اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب نہیں! جب تک ہمیں اپنے آپ کو بچانے کی فکر نہیں ہوگی اس وقت تک ہم اس سمت میں قدم نہیں اٹھا سکتے۔ اس لیے 'اہل سنت کی آواز' کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں سے میری اپیل ہے کہ وہ اس سلسلے میں غور کریں اور کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کریں کہ مسلم بچے علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہوں، دشمنوں سے مقابلہ کرنے اور ان سے فتح حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں۔ حضرت غوث اعظم کی زندگی کے ہر پہلو کو سامنے رکھ کر یہ کام بآسانی کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ان کی زندگی کا ہر لمحہ اپنے آپ کو اخلاقی اور عملی ہتھیاروں سے مسلح کرنے اور پھر تجدیدی کارناموں اور فتنوں کا سر کچلنے میں گزرا۔ ہماری بھی زندگی کا ہر لمحہ اپنے آپ کو مسلح کرنے اور تجدیدی کارناموں میں گزرنا چاہیے۔ اس کے بعد ہی ہم "یاغوث المدد!" کہنے کے اہل ہو سکتے ہیں اور حضرت غوث اعظم سے محبت کرنے کا دم بھر سکتے ہیں۔ اس کے بغیر حضرت غوث اعظم کی محبت کا دم بھرنے کا دعویٰ بلا دلیل ہوگا، جو کسی بھی طور قابل قبول نہیں۔

سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا سفر بغداد

مولانا تاج محمد خان ازہری، جامعہ البرکات، انوپ شہر روڈ، علی گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سفر وسیلۂ ظفر ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت مسافر کی شخصیت اور مسافرت کے مقصد کے ذریعہ متعین ہوتی ہے۔ عبادت، تعلیم، معاش، تفریح اور تلاش و جستجو، سفر کے مختلف مقاصد ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک کی اپنی نوعیت ہے اور اپنی اہمیت۔ پھر بادشاہ اور رعایا، عالم اور جاہل، خدا ترس اور خدا ناترس، متجسس دانشور اور سادہ طبیعت کے اسفار برابر نہیں ہو سکتے۔

شہنشاہِ بغداد محبوب سبحانی، قطب دائرۂ ولایت سیدنا شیخ سید محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی دفترِ اولیا میں انتخاب تھی۔ آپ کا سفرِ بغداد بھی بڑی برکتوں، سعادتوں اور اہمیتوں کا حامل رہا۔ آپ کی حیات مبارکہ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سفر آپ کے علمی، دینی اور روحانی فیوض و برکات کی کلید بن کر نمایاں ہوا جس کی کچھ تفصیل آگے آتی ہے۔

پیرِ پیراں شاہِ جیلاں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ۴۷۰ھ میں بمقام گیلان دنیا میں تشریف لائے، آپ کے والد ماجد کا اسم شریف ابو صالح جنگی دوست تھا، آپ کا لقب جنگی دوست اس لئے پڑا کہ آپ کبھی بھی جہاد فی سبیل اللہ میں پیچھے نہ رہتے، اللہ وحدہ لاشریک کے دین متین کی راہ میں شہادت آپ کی اولین خواہش تھی۔ آپ کی اسی آرزوئے شہادت سے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ کی مادر مہربان کا نام ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ تھا۔ والد کی جانب سے آپ کا شجرۂ نسب سیدنا امام حسن سے اور والدہ کی طرف سے سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملتا ہے اس طرح من جہۃ الاب حسنی ہیں اور من جہۃ الام حسینی ہیں۔

سرکارِ غوثِ اعظم کے والدین اور نانا جان باکرامت بزرگوں میں تھے، اس لئے آپ کی سعادت مند پیشانی پر آثارِ ولایت ابتدا سے ہی ہویدا تھے اور بہت سی کرامتوں کا ظہور ہوا۔

بچوں کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ بچپن میں کھیل کود کی جانب بہت زیادہ مائل ہوتے ہیں لیکن حضرت شیخ ایامِ طفولیت میں بھی اس سے کافی دور رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب بھی میں کھیلنے کا قصد کرتا مجھے ایک آواز سنائی دیتی!"الیّ یا مبارك" اے خیر و برکت والے میری طرف آجا، اتنا سننے کے بعد میں کھیلنے کا ارادہ ترک کر دیتا۔

حضرت شیخ ابھی بہت کم سن ہی تھے کہ سر سے شفقتِ پدری کا سایہ اٹھ گیا۔ والدہ ماجدہ نے ہی آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا۔ آپ اٹھارہ سال کی عمر شریف تک گیلان میں رہ کر متعدد درسگاہوں سے علم حاصل کرتے رہے۔ سات سال کی عمر میں حفظ قرآن کریم کی تکمیل فرمائی بعدۂ علوم دینیہ اور علوم عربیہ کے حصول میں مشغول ہو گئے۔

تحصیل علم کے لئے گیلان سے روانگی :

اٹھارہ برس شہر گیلان میں گزارنے کے بعد حضرت شیخ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے علوم دینیہ اور عربیہ کی تکمیل کی جائے۔ اس عظیم مقصد کے پیش آپ نے والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اب تک میں آپ کی خدمت میں رہا لیکن اب خدا کے دین کی بھی خدمت کرنا چاہتا ہوں لہذا آپ مجھے بخوشی اجازت مرحمت فرمائیں کہ شہر بغداد جا کر علم دین حاصل کروں۔ ان دنوں علوم و فنون کا مرکز بغداد تھا۔ لہٰذا والدہ ماجدہ نے آپ کی درخواست منظور فرمائی اور بغداد جانے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

حضرت شیخ کا سفر بغداد:

حق تعالیٰ کی معرفت کے لئے علم دین کا حصول لازم و ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی صوفیاء یا اولیاء گزرے ہیں وہ کمالاتِ روحانی کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے عصر کے ممتاز عالم، مفسر و محدث، فقیہ اور خطیب ہی ہوا کرتے تھے۔ اسلاف کے اس منہج کو اپناتے ہوئے حضرت شیخ نے بھی علوم دینیہ کے حصول کی خاطر بغداد معلّیٰ جانے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ والدہ ماجدہ نے آپ کو زادِ راہ کے لئے چالیس دینار دیئے جو کہ آپ کے والد گرامی سے آپ کو ترکہ میں ملے تھے۔ حفاظت کے پیش نظر والدہ نے وہ دینار بغل

کے نیچے ایک کپڑے میں سی دیئے، سر پردست شفقت پھیرا اور پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے لقمۂ حلال اور صدق مقال کی پندو نصیحت فرمائی۔

حضرت شیخ والدہ کی نصیحتوں کے انمول گہر اور چالیس دینار لے کر ایک قافلہ کے ہمراہ ۴۸۸ھ میں بغداد کو روانہ ہو گئے۔ یہ دور خلیفہ ابو العباس مستظہر باللہ کا تھا۔ اثناء سفر ہمدان سے گزرنے کے بعد قافلہ کو مسلح ڈاکوؤں نے گھیر لیا، اور انھوں نے قافلہ کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا، لوٹ مار کے دوران ایک ڈاکو حضرت عبد القادر جیلانی کے قریب آیا اور پوچھا، تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں، چونکہ اس طرح کی راست گوئی دنیا سے تقریباً معدوم ہو چکی ہے اور ڈاکوؤں کو ایسی راست بیانی سے کبھی سابقہ بھی نہیں پڑا تھا، اس لئے بدایۃً وہ مذاق سمجھ بیٹھا لیکن جب دیکھا تو حقیقت میں چالیس دینار تھے۔

ایک لمحہ کے لئے ڈاکوؤں کا سردار بھی حیرت و استعجاب کے بحرِ متلاطم میں غوطہ زن ہو گیا اور بڑے ہی حیرت انگیز لہجے میں پوچھا، تمہیں کس چیز نے اس سچائی پر ابھارا؟ آپ نے فرمایا بوقت روانگی میری ماں نے مجھے سچ بولنے کی تلقین کی تھی، لہٰذا میرے ضمیر کو یہ ہرگز گوارا نہ ہوا کہ صرف چالیس دینار کے لئے میں اپنی ماں کو دیا ہوا عہد و پیمان توڑ دوں۔

حضرت شیخ کا یہ جملہ مانند تیر سردار کے دل پر جا لگا اور وہ رونے لگا۔ اس نے آپ کا دست اقدس تھام کر کہا، تم نے اتنے مشکل حالات میں بھی اپنی والدہ سے کیے ہوئے عہد کی پاسداری کی، ایک ہم ہیں کہ برسوں سے خدا کے ساتھ کیے ہوئے عہد سے غداری کر رہے ہیں۔ یہ کہا اور حضرت شیخ کے دستِ حق پرست پر توبہ کر لی، اور پھر اپنے رفقاء کی جانب متوجہ ہوا اور کہا آج برسوں کا بھاگا ہوا نافرمان غلام اپنے معبود کی دہلیز پر پہنچ گیا ہے، اس لئے اب تم لوگ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔ ڈاکوؤں نے اک زبان ہو کر کہا، آپ رہزنی میں ہمارے سردار تھے، جب ہم نے معصیت اور خدائے واحد کے احکام سے بغاوت میں آپ کی سیادت و قیادت قبول کی تھی تو ہم نیکیوں اور اللہ کے فرمان کی اطاعت میں آپ سے روگردانی ہرگز نہیں کریں گے اور انھوں نے تمام لوٹا ہوا مال و زر قافلہ والوں کو واپس کر دیا اور پھر پورے گروہ نے حضرت شیخ کے ہاتھوں پر توبہ کیا۔ سرکار غوثِ پاک فرماتے ہیں: "ھم اول من تاب علی یدی" یہ پہلا گروہ ہے جس نے میرے ہاتھ پر توبہ کیا۔

بغداد معلّٰی میں داخلے سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور مشیتِ ایزدی سے مطلع فرمایا۔ قلائد الجواہر میں ہے:

سفرِ بغداد اور حضرت خضر علیہ السَّلام سے مُلاقات:

امام تقی الدین اپنی تصنیف ''روضۃ الابرار'' میں لکھتے ہیں کہ جس وقت آپ نے بغداد میں داخلے کا ارادہ فرمایا تو جناب خضر علیہ السَّلام نے آپ سے کہا کہ آپ سات سال تک بغداد میں داخل نہ ہوں۔ چنانچہ حسبِ مشورہ آپ سات سال تک دریا کے کنارے مقیم رہے اور سبزیوں سے غذا حاصل کرتے رہے، جس کی وجہ سے آپ کی گردن سے سبز رنگ جھلکنے لگا تھا۔ ایک شب آپ نے غیبی آواز سنی:

''عبدالقادر اب بغداد میں داخل ہو سکتے ہو۔''

چنانچہ اس آواز کو سننے کے بعد شدید سرد اور تاریک رات میں آپ بغداد میں داخل ہوئے اور شیخ حماد ابنِ مسلم کی خانقاہ کے دروازے پر پہنچے۔ ابھی آپ نے اندر قدم نہ رکھا تھا کہ شیخ مسلم بن دباس نے خادم کو حکم دیا کہ دروازہ بند کرو اور چراغ گل کر دو۔ خادم کو دروازہ بند کرتے دیکھ کر آپ باہر ہی رک گئے اور خانقاہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے جب نیند کا غلبہ ہوا تو اس حالت میں احتلام ہو گیا۔ بیدار ہو کر آپ نے غسل کیا اور سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر احتلام ہوا، پھر آپ غسل کر کے سو گئے۔ اس طرح ایک شب میں آپ کو سترہ بار احتلام ہوا اور ہر مرتبہ شدید سردی کے باوجود آپ غسل فرماتے رہے۔

صبح کو جب معمول کے مطابق درگاہ کا دروازہ کھلا تو آپ اندر تشریف لے گئے۔ شیخ حماد نے جب آپ کو دیکھا تو معانقہ کیا اور روتے ہوئے فرمایا:

''اے نورِ نظر عبدالقادر! جو دولت وعزت آج مجھے حاصل ہے وہ کل تمہارے لئے ہو گی اور وہ نعمتیں جب تمہیں حاصل ہو جائیں تو اس بوڑھی دنیا کے ساتھ انصاف سے کام لینا۔'' (قلائد الجواہر۔ علامہ محمد یحیٰی تاذفی۔ ص ۲۱)

بغداد معلّٰی میں قیام:

حضرت شیخ بغداد شریف پہنچ کر مشاہیر علماء ومشائخ سے جامعہ نظامیہ میں علوم دینیہ اور عربیہ کی تحصیل میں منہمک رہے۔ حضرت علامہ ابوزکریا یحیٰی بن علی سے علم ادب

سیکھا، ابوالوفاء علی بن عقیل اور محمد ابن قاضی ابو یعلیٰ اور قاضی ابوسعید مخزوی وغیرہم سے علم فقہ اور اصول فقہ میں دسترس حاصل کی، ابو غالب محمد ابن الحسن باقلانی وغیرہ تقریباً ے امحد ثین کرام سے فن حدیث اور اصول حدیث میں تبحر و مہارت حاصل کی، نیز اس زمانے کے تمام مروجہ علوم و فنون پر بھی آپ کی دقیق نظر تھی۔

اس سے پیشتر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عالم ولایت میں معروف کیا، آپ دنیائے علم ظاہری میں آفتاب کمال بن کر چمک رہے تھے۔ آپ کو عوام و خواص میں یکساں مقبولیت حاصل تھی، آپ کے زبان و دل سے حکمت کے اسرار و رموز ظاہر ہونے لگے اور آپ سے کرامتیں صادر ہونے لگیں، ولایت کے خاص مقامات آپ پر کھلنے لگے، مجاہدہ اور ریاضت میں انفرادیت آنے لگی، دنیا کے علائق سے بُعد اور ذات باری تعالیٰ سے وابستگی ظاہر ہونے لگی۔ آپ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں منہمک رہنے لگے اور وعظ و نصیحت کے وقت علم و حکمت کے بیش بہا موتی لٹانے لگے یہی وجہ تھی کہ آپ کے حلقہ میں وقت کے جید علماء، فقہاء اعلام اور صالحین امت بکثرت جمع ہونے لگے اور آپ کے کلام سے استفادہ کرنے لگے۔

حضرت غوث اعظم بغداد مقدس کیا تشریف لائے کہ الٰہی انوار و تجلیات کی بارش ہونے لگی۔ علامہ تاذنی فرماتے ہیں:

عراق میں حضرت شیخ کی آمد اور برکتوں کا نزول :

شیخ نورالدین ابوالحسنؒ نے بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر کے قدموں کی برکت سے سرزمین عراق کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ وہاں مسلسل رحمت کی بارش ہونے لگی۔ تاریکیاں چھٹ گئیں۔ رشد و ہدایات کے چشمے اُبلنے لگے اور آپ کے انوار سے عراق کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا۔ سرزمینِ عراق ابدال و اوتاد کا مرکز بن گئی اور آپ کی تعریف میں لوگ اس طرح رطب اللسان ہوئے جس کو کسی شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

لقدمه انحل السحاب واغشب العراق　　　وزال الغی واتضح الرشد

آپ کے قدوم نے رحمت کی بدلیاں برسا کر عراق کو تر و تازہ کر دیا، جس سے گمراہی زائل اور ہدایت واضح ہو گئی۔

فعیدانه رند وصحرائه حمی　　　وحصبنائه درا وامواهه شهد

وہاں کی لکڑیاں خوشبودار ہوگئیں اور جنگل بھیڑ ہو گیا، وہاں کی کنکریاں موتی ہوگئیں اور وہاں کا پانی شہد ہو گیا۔

یمیس بہ صدر العراق صبابة　　　وفی قلب نجد من محاسنه وجد

عراق کا سینہ اس کی محبت سے بھر گیا، اور آپ کے محاسن سے نجد کے دل میں وجد پیدا ہو گیا

وفی الشرق برق من محاسن نوره　　　وفی الغرب من ذکری جلالته رعد

مشرق میں آپ کے نورِ ہدایت کی روشنی سے بجلی چمکنے لگی اور مغرب میں آپ کی عظمت کے ذکر سے گرج پیدا ہوگئی۔ (قلائدالجواہر۔ص ۲۲)

آپ نے طالب علمی کے زمانے میں بڑی مشقتیں گوارہ فرمائیں۔ صاحبِ قلائد الجواہر فرماتے ہیں:

ندائے غیبی :

شیخ ابو محمد عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے مجھے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ مَیں ایک دن جنگل میں بیٹھا ہوا فقہ کی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا تو ایک ہاتفِ غیبی نے مجھ سے کہا: ''حصولِ علمِ فقہ اور دیگر علوم کی طلب کے لئے کچھ رقم لے کر کام چلا لو۔''

مَیں نے کہا کہ فقر کی حالت میں کس طرح قرض لے سکتا ہوں، جب کہ میرے سامنے ادائیگی کی کوئی بھی صورت نہیں۔ ہاتف غیبی نے جواب دیا کہ

''تم کہیں سے بھی قرض حاصل کرلو، اس کی ادائیگی کا مَیں ذمہ دار ہوں''۔

یہ سُن کر میں نے کھانا فروخت کرنے والے سے جا کر کہا کہ میں تم سے اس شرط پر مُعاملہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب مجھے خداوند تعالیٰ سہولت عطا فرما دے تو میں تمہاری رقم ادا کردوں گا۔ یہ سُن کر اس نے رو کر کہا کہ میرے آقا میں ہر وہ شے پیش کرنے کو تیار ہوں جو آپ طلب فرمائیں۔ چنانچہ میں اُس سے ایک مدّت تک ایک ڈیڑھ روٹی اور کچھ سالن لیتا رہا لیکن مجھے یہ شدید پریشانی ہر وقت لاحق رہتی کہ جب میرے اندر استطاعت ہی نہیں تو میں یہ رقم کہاں سے ادا کروں گا۔

اس پریشانی کے عالم میں مجھ سے ہاتفِ غیبی نے کہا کہ فلاں مقام پر چلے جاؤ اور

وہاں جو کچھ ریت میں پڑا ہوا مل جائے اُس کو لے کر کھانے والے کا قرض ادا کر دو اور اپنی ضروریات کی بھی تکمیل کرتے رہو۔

چنانچہ جب میں بتائے ہوئے مقام پر پہنچا تو وہاں مجھے ریت پر پڑا ہوا سونے کا ایک بڑا ٹکڑا ملا جس کو میں نے لے کر ہوٹل والے کا تمام حساب بے باق کر دیا۔

آپ نے ایک اور واقعہ اس طرح بیان فرمایا کہ فصل کٹنے کے زمانے میں بغداد کے طالب علموں کی ایک جماعت دیہاتوں میں جا کر غلہ وغیرہ طلب کر لیا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں بھی اُن کے ہمراہ چلا گیا لیکن وہاں یعقوبا نامی ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ حق کا قصد کرنے والے اور صالح لوگ کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے۔ یہ کہہ کر مجھے سوال کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد میں کچھ طلب کرنے نہیں گیا۔

آپ نے ایک اور واقعہ بیان کیا کہ ایک رات جنگل میں میرے اوپر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں چیخ مار کر زمین پر گر پڑا اور میری آواز سن کر علاقہ کے مسلح ڈاکو گھبرائے ہوئے آئے، میرے پاس کھڑے ہوئے اور مجھے پہچان کر کہنے لگے:

"یہ تو عبدالقادر دیوانہ ہے، اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا فضل فرمائے۔"

آپ نے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ جس وقت بغداد میں فتنہ وفساد پھیلا تو میں وہاں سے نکل جانے کی غرض سے قرآن کریم گلے میں ڈال کر باب حلب کی جانب روانہ ہو گیا تا کہ وہاں سے کسی جنگل کی طرف نکل جاؤں لیکن مجھ سے کسی ہاتف غیبی نے کہا: "کہاں جاتا ہے؟" یہ کہہ کر مجھے اتنی زور سے دھکا دیا کہ میں سینے کے بل گر پڑا۔ پھر مجھ سے کہا "واپس لوٹ جا، کیونکہ لوگ تجھ سے نفع حاصل کریں گے لیکن میں نے جواب دیا کہ "مجھے مخلوق سے کیا غرض؛ میں تو اپنا دین سلامت رکھنا چاہتا ہوں۔" اس پر اُس ہاتفِ غیبی نے کہا "لوٹ جا تیرا دین سلامت ہے۔"

اس کے بعد مجھ پر ایسی مصیبتیں پیش آئیں کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو بھیج دے جو مشکلات کو حل کر سکے اور جب میں دوسرے دن مظفریہ کی جانب گزر رہا تھا تو ایک شخص نے اپنے مکان کا دروازہ کھول کر مجھے آواز دی کہ "اے عبدالقادر یہاں آؤ۔"

جب میں اُس کے پاس جا کر کھڑا ہوا تو اس نے پوچھا کہ "کل رات اللہ تعالیٰ

سے تم کیا سوال کر رہے تھے؟'' اُس وقت میری عجیب کیفیت ہوئی اور میں ان کے سوال پر مبہوت ہو گیا اور خاموش رہا۔

میرے سکوت پر اُس شخص کو غصہ آ گیا۔ اُس نے اتنی زور سے دروازہ بند کیا کہ چوکھٹ کی گرد وغبار میرے چہرے پر پڑی اور کچھ دور چلنے کے بعد مجھے رات کا واقعہ یاد آیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص صالحین اور اولیاء اللہ میں سے معلوم ہوتا ہے۔

یہ سوچ کر میں پھر اس کے دروازے پر واپس لوٹا مگر وہ دروازہ نہ پہچان سکا۔ جس سے مجھے بے حد پریشانی لاحق ہوئی اور بعد میں جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ شیخ حماد تھے تو میں نے ان کی صحبت اختیار کی، جس کی وجہ سے میری تمام مشکلات حل ہو گئیں۔ دوران تعلیم میں جب بھی شیخ حماد کے پاس ہوتا تو آپ فرماتے:

اے فقیہ تو یہاں کیوں آتا ہے؟ فقہاء کے پاس جایا کر۔''

اور جب میں خاموش رہتا تو مجھے زدوکوب کر کے بے حد اذیت پہنچاتے لیکن جب میں دوبارہ اُن کے پاس جاتا تو فرماتے کہ آج ہمارے پاس بہت روٹیاں اور فالودہ آیا تھا لیکن ہم نے سب کھا لیا، تیرے لئے کچھ نہیں بچایا۔

میری یہ حالت دیکھ کر شیخ کے وابستگان بھی مجھے تکلیفیں پہنچانے لگے اور مجھ سے بار بار کہتے کہ

''تم تو فقیہ ہو، تمہارا ہمارے پاس کیا کام؟ تم یہاں مت آیا کرو۔'' لیکن جب شیخ حماد کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے خدّام سے فرمایا کہ ''اے کتو! تم اس کو تکلیف کیوں پہنچاتے ہو۔ تم میں کسی ایک فرد کو بھی یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ میں تو محض امتحاناً اس کو اذیت دیتا ہوں لیکن یہ ایک ایسا پہاڑ ہے جس میں ذرہ برابر جنبش نہیں ہوتی۔''

پھر حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے فرمایا کہ میں سوتے جاگتے ہمہ وقت لوگوں کو اوامر ونواہی کی تلقین کیا کرتا تھا اور میرے پاس الفاظ کا اتنا ذخیرہ ہو جاتا کہ اگر میں کسی سے اظہار نہ کرتا تو میرا دم گھٹنے لگتا۔ چنانچہ میری مجلس میں دو تین افراد ایسے ضرور ہوتے تھے جو میرا کلام سُن کر دوسروں تک پہنچایا کرتے تھے۔ جس کے بعد لوگوں کا اس درجہ ہجوم ہونے لگا کہ مجھے حلب کی مسجد میں بیٹھنا پڑا اور جب اژدہام کی وجہ سے وہاں بھی تنگی ہو گئی تو میرے منبر کو وہاں لے جایا گیا جہاں تنور وغیرہ لگے ہوئے تھے لیکن وہاں پر بھی لوگ راتوں کو مشعلیں

لے لے کر آنے لگے اور جب وہاں بھی جگہ کی تنگی ہوئی تو منبر شہر سے باہر عید گاہ میں پہنچا دیا گیا جہاں لوگ گھوڑوں خچروں اور اونٹوں پر سوار ہو کر پہنچنے لگے جن کی تعداد تقریباً ستر ہزار ہوتی تھی۔

طلبا علوم دینیہ جو مختلف مدارس سے آتے آپ کے چشمۂ علم و حکمت سے سیراب ہوتے، آپ کے مدرسہ میں ہر روز تفسیرِ قرآن، شرح حدیث اور اصول و نحو کا درس ہوتا تھا۔ بعد ظہر قرأت قرآن کا درس ہوتا تھا، گویا آپ حقائق کے خزانوں کی کنجیاں تقسیم فرماتے تھے۔ آپ کے فیض سے اسرار الہٰی کی راہیں ہموار ہوتی تھیں، آپ کی درسگاہ سے معقولات و منقولات و دیگر علوم و فنون کے چشمے پھوٹتے تھے، آپ کے صدائے حق کی بازگشت آفاق میں پھیلنے لگی، اور تمام مخلوق خدا نے آپ کے کمال علمی کے اعتراف میں گردنیں جھکا دیں۔

جس مدرسے میں آپ نے درس کا آغاز فرمایا وہ آپ کے استاد و شیخ حضرت ابو سعید مخزومی کا تھا۔ آپ کے آغاز درس کے بعد اس کی عمارت چھوٹی پڑنے لگی تو اربابِ ذوق و عقیدت نے اس کی تعمیرِ نو کا اہتمام کیا۔ قلائد الجواہر میں ہے:

خود حضرت ابو سعید مخزی نے فرمایا کہ میں نے عبد القادر کو خرقہ پہنایا ہے اور انھوں نے مجھے۔ اس طرح ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کسب فیض کیا۔

جب حضرت شیخ جیلانی بغداد پہنچے تو حضرت ابو سعید مخزی نے اپنا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔ وہاں آپ لوگوں کو رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے تھے اور اسی مدرسہ سے آپ کی کرامتوں کا ظہور شروع ہوا اور آپ کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ زائرین کے لئے مدرسہ میں جگہ نہ رہتی لہٰذا لوگ ملحقہ رباط کے دروازہ پر بیٹھ جاتے۔

اندریں حالات مدرسہ کی توسیع ضروری خیال کرتے ہوئے رباط اور اطراف کے مکانات کو مدرسہ میں شامل کر دیا گیا۔ امراء اور اہلِ دل حضرات نے اس کی تعمیر و توسیع میں مالی امداد دی تو فقراء نے اپنے جسم و جان سے تعمیری مراحل مکمل کیے۔

دورانِ تعمیر ایک عورت اپنے کاریگر شوہر کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا شوہر میرے مہر کے بیس دینار کا مقروض ہے۔ میں اپنا نصف حق مہر اس شرط پر معاف کر سکتی ہوں کہ یہ نصف مہر کے معاوضہ میں آپ کے مدرسہ کی تعمیر میں خدمات انجام دیں۔ شرائط کی منظوری کے بعد زن و شوہر نے ایک معاہدہ پر دستخط کیے اور یہ

معاہدہ اس عورت نے جناب شیخ کو دے کر کہا کہ جب تک میرا شوہر شرائط کے مطابق خدمات کو مکمل نہ کر لے یہ کاغذات آپ کے پاس رہے گا۔

چنانچہ معاہدہ کے مطابق وہ شخص مدرسہ میں مفت خدمات انجام دینے لگا۔ اس کی غربت کا لحاظ کرتے ہوئے جناب شیخ نے یہ حکم دیا کہ اس کو ایک روز کی اجرت دی جائے اور دوسرا دن معاہدہ میں محسوب کیا جائے۔ اس طرح جب اس نے ۵/دینار کا کام مکمل کر لیا تو حضرت شیخ نے عہدنامہ اس کے سپرد کر کے بقیہ پانچ دینار معاف کر دیئے۔ (قلائدالجواہر۔ص ۲۳-۲۴)

علمی جلالت :

حضرت شیخ کے تبحر علمی کا عالم یہ تھا کہ بغداد میں آپ کی مجالس وعظ میں ساٹھ سے ستر ہزار سامعین کا مجمع ہونے لگا تو بعض علماء کو حسد ہو گیا کہ ایک عجمی باشندے کو بغداد میں اتنی مقبولیت کیوں کر حاصل ہو گئی۔ حافظ ابوالعباس احمد بن احمد بغدادی اور علامہ حافظ عبدالرحمٰن بن الجوزی دونوں اپنے وقت کے بحرِ علم اور فن حدیث کے پہاڑ تصور کیے جاتے تھے۔ حضرت شیخ کی مجلس میں بقصد امتحان حاضر ہوئے اور دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ حضور سرکار غوثِ اعظم نے وعظ شروع فرمایا تو ایک آیت کی تفسیر بیان فرمانے لگے۔ پہلی تفسیر بیان فرمائی تو دونوں عالموں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور دونوں نے تصدیق کرتے ہوئے سر ہلا دیا، اس طرح گیارہ تفسیروں تک تصدیق و تائید میں سر ہلاتے رہے مگر جب حضرت شیخ نے بارہویں تفسیر بیان فرمائی تو دونوں ہی اس تفسیر سے لاعلم تھے اس لئے دونوں ایک دوسرے کو حیرت انگیز نگاہوں سے دیکھتے رہ گئے۔ اس طرح آپ نے اس آیت کی چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور یہ دونوں حیرت و استعجاب کا مجسمہ بنے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، پھر آخر میں آپ نے فرمایا "رجعنا من القال الی الحال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یعنی ہم قال سے حال کی جانب پلٹ گئے اور ایک بار بآواز بلند کلمۂ طیبہ کا ورد کیا تو ساری محفل میں ایک جوش اور اضطراب پیدا ہو گیا اور علامہ ابن جوزی نے جوشِ حال میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

مجاہدہ و ریاضت کا آغاز :

ظاہری علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کے بعد حضرت شیخ نے باطنی علوم کی جانب

توجہ مبذول فرمائی اور اس کے لئے آپ نے شہر سے باہر نکل کر عراق کے سنسان بیابان میں تنہا زندگی گزارنے کا عزم فرمایا تا کہ مکمل یکسوئی حاصل ہو سکے۔ آپ نے جب سے مجاہدہ نفس کی زندگی کا آغاز فرمایا تبھی سے فضلِ رب آپ کے شامل حال رہا۔ حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ رہے لیکن آپ انھیں پہچان نہیں سکے یہاں تک کہ انھوں نے از خود ظاہر ہو کر آپ سے یہ عہد لیا کہ آپ ان کی مخالفت نہیں فرمائیں گے، یہ عہد لینے کے بعد انھوں نے فرمایا کہ اس جگہ بیٹھ جاؤ اور میرے واپس آنے تک اسی جگہ انتظار کرنا، ایک سال کا عرصہ گزرنے کے بعد حضرت خضر تشریف لائے اور پھر یہی کہہ کر واپس تشریف لے گئے، اسی طرح تین سال گزر گئے، حضرت خضر ہر سال آتے اور یہی ہدایت کر کے واپس چلے جاتے، اس تین سال کی مدت مدید میں ہر طرح کی خواہشات ولذات حضرت شیخ کو اپنی جانب لبھاتی رہیں لیکن فضلِ رب ہمہ وقت شاملِ حال رہا، دنیا اور آسائش دنیا کی کوئی بھی شئے آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ پیدا کر سکی، تین سال تک آپ نے اپنے نفس کو مشقتوں اور کلفتوں میں مبتلا رکھا، چنانچہ آپ ایک سال تک صرف جنگل میں پتے اور ساگ وغیرہ کھا کر گزارا کرتے رہے، ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد پروردگار عالم نے اپنے فضل خاص سے آپ پر بے شمار اسرار ورموز منکشف فرما دیئے۔ اتنے مجاہدات شاقہ کے بعد جب آپ نے غور فرمایا تو پھر بھی اپنے باطن کو بعض علائق سے آلودہ پایا اور یہ آلودگی انسانی ارادہ اور اختیارات کی تھی، بعد ازاں آپ نے ایک مدت تک اپنے ارادوں اور اختیارات کے خلاف جہاد کیا، یہاں تک کہ ماسوی اللہ آپ کے دل ودماغ میں کچھ باقی نہ رہا حتیٰ کہ اپنے ارادوں اور اختیارات کے وجود کا تصور بھی ختم ہو گیا۔ پھر حضرت شیخ نے اصلاح نفس کی جانب توجہ فرمائی، یہاں تک کہ اس کے امراض جاتے رہے اور اس کی تمام خواہشات فنا ہو گئیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا شیطان بھی ایمان لے آیا، بعدہٗ آپ نے توکل وغنا اور مشاہدات کی وہ منزلیں طے کیں جن میں بہت کم اولیاء اللہ قدم رکھتے ہیں۔ ان دشوار گزار مراحل ومنازل سے بحسن وکمال گزر جانے کے بعد آپ فقر کی منزل میں داخل ہوئے، ان تمام مراحل کی سلطنت عطا ہونے کے بعد آپ کو خدا کی بارگاہِ خاص سے روحانی خزانوں کی بے شمار فتوحات ملیں۔ روحانی شرف وعلو اور مقام عبدیت کا اعزاز عظیم عطا ہوا۔ ریاضت ومجاہدات کے یہ تمام مراحل طے کرنے اور ویرانوں کی خلوت نشینیوں اور صحرا

نوردیوں کے بعد حضرت شیخ نے بغدادِ معلٰی میں قیام فرمایا۔

آپ کے مجاہدات کی بڑی عبرت خیز تفصیل صاحب قلائد الجواہر نے بیان فرمائی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض واقعات نذر قارئین کر دیئے جائیں۔ صاحب قلائد الجواہر فرماتے ہیں:

مسلسل بیس یوم تک فاقہ :

شیخ طلحہ بن مظفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ قیامِ بغداد کے دوران مجھے بیس یوم تک کھانے پینے کے لئے کوئی مباح شے میسّر نہ آئی تو میں ایوانِ کسریٰ کی جانب چل پڑا، وہاں دیکھا کہ چالیس اولیاء اللہ اسی جستجو میں مجھ سے بھی پہلے وہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں اُن کے درمیان مزاحم ہونے کی بجائے بغداد کی طرف واپس لوٹ گیا لیکن راستہ میں مجھے میرا ایک ہم وطن مل گیا جس سے میں قطعاً واقف نہیں تھا۔ اُس نے مجھے کچھ رقم دے کر بتایا کہ یہ آپ کی والدہ نے بھجوائی ہے۔ لہٰذا میں وہ رقم لے کر پھر ایوانِ کسریٰ واپس آیا اور اسی رقم سے کچھ حصّہ اپنے اخراجات کے لئے رکھ کر باقی رقم اُن اولیاء اللہ میں تقسیم کر دی جو وہاں حصولِ رزق کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور انھیں یہ بھی بتا دیا کہ یہ رقم میری والدہ نے بھیجی ہے اس وقت میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ سب رقم اپنی ذات کے لئے مخصوص کر لوں۔

پھر میں نے بغداد واپس آ کر باقی ماندہ رقم سے کھانا خرید ار فقرا کو جمع کر کے ان کے ہمراہ کھایا۔

شدّت بھوک کا ایک اور واقعہ:

ابوبکر تیمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ رحمۃ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ قیامِ بغداد کے دوران مجھ پر ایک ایسا سخت وقت گزرا کہ میں نے چند روز تک کچھ نہیں کھایا حتی کہ شدت بھوک سے ایک دن دریا کے کنارے آیا تا کہ گری پڑی گھاس پھوس سے ہی بھوک کا ازالہ کر لوں لیکن جس جگہ پہنچا وہاں مجھ سے بھی پہلے کچھ لوگ پہنچے ہوئے تھے۔ میں نے یہ سمجھ کر کہ شاید یہ کوئی درویشوں کی جماعت ہے لہٰذا اُن سے مزاحمت کو نامناسب خیال کر کے واپس ہو گیا اور اسی کیفیت میں شہر کے اندر پہنچا جو ریحانین کے بازار میں تھی۔ اُس

وقت میں بھوک سے نڈھال تھا اور دستِ سوال دراز کرنا محال اور قریب تھا کہ میری موت واقع ہو جائے۔ اُس وقت ایک عجمی نو جوان روٹی اور بُھنا گوشت لے کر مسجد میں داخل ہوا اور کھانے بیٹھ گیا۔ اُس کو دیکھ کر بھوک کی شدّت سے میرا منہ بار بار کُھل جاتا تھا، حتّٰی کہ میں نے خود کو ملامت کر کے کہا کہ یہ کیا حرکت ہے؟ ربّ العالمین میرے حال سے واقف ہے اور زیادہ سے زیادہ موت ہی تو واقع ہو سکتی ہے۔ یکا یک نو جوان نے میری طرف متوجّہ ہو کر کہا" آیئے بسم اللہ کیجئے"۔ لیکن میں نے انکار کر دیا۔ پھر جب اُس نے بہت اصرار کیا تو مجبوراً کھانے میں شریک ہو گیا۔

اُس نوجوان نے پوچھا آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ میں نے کہا کہ علمِ فقہ حاصل کر رہا ہوں۔ جب میں نے اس شخص کے بارے میں معلوم کیا تو اُس نے بتایا کہ میں جیلان کا باشندہ ہوں اور عبدالقادر کی تلاش میں آیا ہوں۔ میں نے اُس کو بتایا کہ میں ہی عبدالقادر ہوں تو اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور اُس نے کہا کہ خدا کی قسم جس وقت میں آپ کی تلاش میں بغداد پہنچا ہوں تو میرے پاس صرف تین یوم کا زادِ راہ باقی رہ گیا تھا۔ جب کسی نے بھی آپ کا پتہ معلوم نہ ہو سکا اور میرے اوپر تین یوم ایسے گزر گئے کہ میرے پاس کھانا خریدنے کو سوائے اس رقم کے جو آپ کے لئے میرے پاس تھی کچھ باقی نہ رہا اور مزید تین یوم گزرنے کے بعد میری حالت ایسی ہو گئی کہ جہاں شریعت مُردار تک کھانے کی اجازت دے دیتی ہے تو میں نے آپ کی رقم میں سے یہ روٹی سالن خرید لیا ہے۔ لٰہذا یہ آپ ہی کا مال ہے۔ خوب اچھی طرح شکم سیر ہو کر کھایئے اور مجھے اپنا مہمان تصوّر کر لیجئے اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ آپ کی والدہ نے میرے ذریعہ آٹھ دینار بھجوائے تھے جس سے میں نے یہ روٹی سالن خرید لیا اور اس خیانت کے لئے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔

عبداللہ سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھے اپنا ایک واقعہ اس طرح سنایا کہ جس وقت میں شہر کے ایک محلّہ قطبیہ شرقی میں مقیم تھا تو میرے اوپر چند یوم ایسے گزرے کہ نہ تو میرے پاس کھانے کی کوئی چیز تھی اور نہ کچھ خریدنے کی استطاعت۔ اسی حالت میں ایک شخص اچانک میرے ہاتھ میں کاغذ کی بندھی ہوئی پڑیا دے کر چل دیا اور میں اس کے اندر بندھی ہوئی رقم سے حلوہ پراٹھا خرید کر مسجد میں پہنچ گیا اور قبلہ رو ہو کر اس فکر میں غرق

ہو گیا کہ اس کو کھاؤں یا نہ کھاؤں؟ اسی حالت میں مسجد کی دیوار میں رکھے ہوئے کاغذ پر میری نظر پڑی تو میں نے اٹھ کر اُس کو پڑھا تو اُس میں یہ تحریر تھا کہ

''ہم نے کمزور مومنین کے لئے رزق کی خواہش پیدا کی تا کہ وہ بندگی کے لئے اس کے ذریعہ قوت حاصل کر سکیں''۔

یہ دیکھ کر میں نے اپنا رومال اُٹھایا اور کھانا وہیں چھوڑ کر دو رکعت نماز ادا کر کے مسجد سے نکل آیا۔

حضرت شیخ کا صبر و استقلال اور مُجاہدے:

شیخ ابو عبداللہ نجار بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھ سے اپنے واقعات اس طرح بیان فرمائے کہ میں جس قدر مشقتیں برداشت کرتا تھا اگر وہ کسی پہاڑ پر ڈال دی جائیں تو وہ بھی پارہ پارہ ہو جائے۔ اور جب وہ مشقتیں میری قوتِ برداشت سے باہر ہو جاتیں تو میں زمین پر لیٹ کر کہتا:

فان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا (ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے، ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے)

یہ کہہ کر اپنے سر کو زمین سے اٹھالیتا تو میری کیفیت بدلی ہوتی اور مجھے سکون مل جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں علم فقہ حاصل کر رہا تھا تو شہر کے بجائے صحراؤں اور ویرانوں میں راتیں گزارتا تھا۔ اونی لباس پہن کر ننگے پاؤں کانٹوں پر چلا کرتا تھا اور نہر کے کنارے لگے ہوئے درختوں کے پتوں اور گھاس پھوس سے اپنا پیٹ بھر لیا کرتا۔

غرضیکہ میرے مجاہدات کی راہ میں کوئی سخت سے سخت چیز بھی حائل نہ ہوتی جس سے میں دہشت زدہ ہو جاتا۔ اس طرح شب و روز میرے اوپر گزرتے اور میں چیخ مار کر منہ کے بل گر پڑتا۔ یہاں تک کہ لوگ مجھے دیوانہ اور مریض سمجھ کر شفاخانوں میں پہنچا دیتے۔ کبھی میری یہ حالت ہوتی جیسے کہ مُردہ ہو گیا ہوں اور نہلانے والے مجھے غسل دینے آ چکے ہیں لیکن پھر یہ کیفیت بھی مجھ سے دور کر دی جاتی۔

عراق کے بیابانوں میں صحرانوردی:

شیخ ابو السعود حریمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبدالقادر کو یہ کہتے سنا

کہ میں عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں پچیس سال اس طرح پھرا ہوں کہ نہ تو میں مخلوق کو جانتا تھا اور نہ مخلوق مجھ سے واقف تھی۔ جنات اور رجال الغیب آتے اور میں انھیں سلوک کی تعلیم دیتا تھا۔ عراق میں آتے وقت حضرت خضرؑ میرے رفیق بنے ہوئے تھے باوجودیکہ میں اُن سے واقف نہ تھا۔ اس وقت میرا ان کا یہ معاہدہ ہوا کہ میں ان کے کسی حکم کی مخالفت نہیں کروں گا۔

ایک مرتبہ انھوں نے مجھے ایک جگہ بیٹھ جانے کا حکم دیا تو میں تین سال تک اسی جگہ بیٹھا رہا اور سال میں ایک مرتبہ وہ مجھ سے آکر یہ فرماتے کہ یہی تیرا وہ مقام ہے جہاں تک تجھے پہنچایا گیا ہے اور جب دنیا پوری آب و تاب سے آراستہ ہو کر میرے سامنے آتی تو اللہ تعالیٰ میری مدد فرماتا اور جب شیاطین مہیب صورتوں میں مجھ سے مقابلہ کرتے تو بھی نصرتِ الٰہی میرے ساتھ ہوتی۔

غرضیکہ مجاہدات کے ابتدائی دور میں میں نے کسی بھی شے کو قبول نہیں کیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹتے ہوئے عرصۂ دراز تک مدائن کے ویرانوں میں مجاہدات میں مشغول رہا۔ پھر میری یہ کیفیت ہوگئی کہ ایک سال تک تو گری پڑی چیزیں کھا کر گزارا کرتا اور دوسرے سال صرف پانی پر گزارا کیا اور قطعاً کوئی چیز نہیں کھائی۔ پھر ایک سال اس طرح گزرا کہ نہ کچھ کھاتا نہ پیتا اور نہ سوتا۔

ایک مرتبہ شدید سردیوں میں ایوانِ کسریٰ کے کھنڈرات میں سو گیا تو رات بھر میں چالیس مرتبہ احتلام ہوا اور میں نے ہر مرتبہ اٹھ کر غسل کیا۔ پھر نیند کے خوف سے محل کے اوپر ایک ویران جگہ چڑھ گیا اور وہاں دو سال تک قیام کیا حتیٰ کہ سردی کے سوا مجھے کھانے کی کوئی شے بھی میسر نہ آسکی۔ ہر سال ایک بزرگ اونی جبہ پہنے آتے اور مجھے نصیحت کرتے۔

اس طرح میں نے صدہا طریقوں سے دنیا سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہا اور مجھے ہر شخص احمق و دیوانہ تصور کرتا رہا۔ راہِ سلوک میں نہ تو میں کسی سے خوفزدہ ہوا نہ میرا نفس مجھ پر غلبہ حاصل کر سکا اور نہ مجھے دنیا کی زیبائش حیرت زدہ کر سکی۔

قربِ الٰہی کا ابتدائی دور:

شیخ عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے مجھے بتایا کہ جب میں

طریقت کے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا تو مجھے اس درجہ قرب حاصل رہتا کہ میں اپنے وجود سے بے خبر ہو جاتا تا آنکہ مجھے کسی شے کا احساس باقی نہ رہتا لیکن اچانک جب وہ حالت ختم کر دی جاتی تو مجھے یہ محسوس ہوتا کہ میں پہلے جس مقام پر تھا اس سے بہت آگے کی منزل پر پہنچ گیا ہوں اور کبھی کبھی تو میری کیفیت ہوتی کہ میں بغداد کے ویرانوں میں مقیم ہوتا لیکن وہاں سے اچانک مجھے لے جاتا تو میں خود کو بلادِ شُستر میں پاتا جس کی مسافت بغداد سے بارہ یوم کی ہے اور بسا اوقات جب میں اپنے احوال میں غلطاں و پیچاں ہوتا تو اچانک ایک عورت آ کر کہتی کہ "تجھے اپنے احوال پر تعجب کیوں ہے؟ جب کہ تو عبد القادر ہے"۔

شیاطین سے جنگ:

شیخ عثمان صیرفی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت شیخ نے اپنا واقعہ سنایا کہ جب میں بغداد چھوڑ کر شب و روز ویرانوں میں مقیم رہتا تھا تو شیاطین انسانی شکل میں صف در صف اسلحہ سے آراستہ بھیانک صورتوں میں مجھ سے نبرد آزما ہوتے اور مجھ پر آگ کے شعلے برساتے لیکن میں اپنے قلب میں اس قدر ثبات پاتا جس کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس وقت میں دور سے کسی منادی کی آواز سنتا کہ

"اے عبد القادر مقابلہ پر ڈٹ جا، ہم تجھے ثبات عطا کریں گے۔ ہم تیری اعانت کریں گے۔"

اور جب میں مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تو تمام شیاطین دائیں بائیں فرار ہو جاتے لیکن ایک شیطان مجھے دھمکا کر کہتا کہ اس جگہ سے چلے جاؤ ورنہ میں تمہارا بُرا حال کر دوں گا۔ پھر میں اُس کے طمانچہ رسید کر دیتا اور لاحول پڑھتا تو وہ میرے سامنے ہی جل کر خاکستر ہو جاتا۔ اس کے بعد ایک نہایت کریہہ المنظر شخص مجھ سے آ کر کہتا کہ میں ابلیس ہوں اور تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں کہ تم نے میرے متبعین کو عاجز کر کے رکھ دیا ہے"۔ میں اس کو جواب دیتا کہ تو یہاں سے جلد چلا جا۔ میں تجھ سے کسی طرح مطمئن نہیں ہوں۔ پھر اوپر سے ایک غیبی ہاتھ ظاہر ہو کر اُس کے سر پر ضرب لگاتا اور اس ضرب سے وہ زمین کے اندر روپوش ہو جاتا اور وہ دوبارہ نمودار ہوتا تو اس کے ہاتھوں میں بھڑکتے ہوئے شعلے ہوتے اور وہ مجھ سے آمادۂ جنگ ہو جاتا لیکن جب ایک نقاب پوش آ کر میرے ہاتھ میں

تلوار دے دیتا تو شیطان اُلٹے قدموں واپس لوٹ جاتا۔ پھر میں اُس سے کہتا تھا کہ میرے سامنے سے دفع ہو جا۔ میں تجھ سے ہرگز خوفزدہ نہیں ہو سکتا تو شیطان مجھ سے کہتا کہ یہ شعلے تیرے لئے عذاب کے آنکڑے ہیں۔

اِس طرح وہ مختلف طریقوں سے مجھے اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا اور جب میں پوچھتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ تو مجھ سے کہتا کہ یہ دنیا کا جال ہے جس کے ذریعہ تجھ جیسے لوگوں کا شکار کیا جاتا ہے۔ یہ جواب سُن کر میں اس کو جھڑک دیتا تو وہ منہ پھیر کر بھاگ جاتا۔

حتّٰی کہ میں ایک سال تک اپنے انہی حالات پر غور و فکر کرتا رہتا۔ اس کے بعد یہ حالت ختم ہو کر ہر سمت سے مجھ پر مسلسل بہت سے احوال کا انکشاف ہوتا اور جب میں یہ سوال کرتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ تو مجھے جواب ملتا کہ یہ مخلوق سے اتصال کے اسباب ہیں، اُس وقت میرے باطن کو کھول دیا جاتا۔

جب میں اپنے قلب کو بہت سے علائق کے ساتھ ملوث پاتا اور سوال کرتا کہ یہ سب کچھ کیا ہے؟ تو جواب ملتا کہ یہ تیرے ارادے اور اختیارات ہیں۔ پھر میں مسلسل ایک سال تک انہی حالات کی جانب متوجہ رہتا حتّٰی کہ تمام علائق سے میرے قلب کو رہائی مل جاتی اور جب اس کے بعد میرے نفس کو منکشف کیا جاتا تو اس میں بے شمار امراض و خواہشات اور سرکش شیاطین موجود ملتے جس کے بعد میں پھر مسلسل ایک سال تک اپنے حالات پر غور کرتا رہتا۔ اس کے بعد میرے نفس کو بھی تمام امراض سے نجات دے کر خواہشات و سرکش شیاطین کی اطاعت سے بَری کر دیا جاتا اور میرے تمام امور کو اس طرح خدا کے سپرد کر دیا جاتا کہ میرے باطن میں سوائے وحدت الوجود کے اور کچھ باقی نہ رہتا لیکن اس کے باوجود میں اپنے مقصود تک رسائی حاصل نہ کر پاتا۔ اس کے بعد مجھے توکل کے دروازے پر کھینچ لیا جاتا، تاکہ میں اس دروازے سے داخل ہو کر اپنے مطلوب تک رسائی حاصل کر سکوں لیکن میں وہاں ایک جماعت کو مقیم پا کر اور آگے بڑھ جاتا۔ اس طرح مشاہدے کے دروازے پر بھی ایک جماعت کو دیکھ کر آگے بڑھ جاتا۔

آخر کار مجھے فقر کے دروازہ پر لے جایا گیا تو وہ خالی تھا اور اُس میں ایک فرد بھی موجود نہ تھا۔ اس میں داخلے کے بعد میں نے ہر اس شے کو موجود پایا جس کو میں ترک کر چکا تھا۔ اس وقت میرے سامنے گنجہائے گراں مایہ کھول دیئے گئے۔ دائمی فنا اور خالص آزادی

عطا کردی گئی اور پچھلی تمام چیزیں اور صفات منسوخ ومحو کر کے دوسری کیفیت پیدا کردی گئی۔
(قلائد الجواہر۔ص ۳۴ تا ۴۱)

رسولِ خدا کا دیدار:

حضرت شیخ ایک روز دوپہر کے وقت مسجد میں آرام فرما تھے کہ خواب میں رحمتِ عالم۔صلی اللہ علیہ وسلم۔تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: تم لوگوں کو وعظ ونصیحت کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے عرض کیا، عجم ہوں اس لئے فصحاء بغداد کی موجودگی میں کیسے لب کشائی کروں تو حضور نے فرمایا عبدالقادر اپنا منھ کھولو۔ شیخ نے اپنا منھ کھولا پھر حضور نے اپنا لعاب مبارک سات بار آپ کے منھ میں گرایا اور ارشاد فرمایا: اٹھو! قوم کو پند ونصیحت کرو اور حکمت و موعظت کے ساتھ لوگوں کو راہ راست پر گامزن کرو۔ حضرت شیخ بیدار ہوئے تو نہایت شاداں وفرحاں تھے، اس حالت شادمانی میں آپ نے اسی مسجد میں نماز ظہر ادا فرمائی، بعد نماز شیخ کی خدمت میں علماء ومشائخ اور عوام کی ایک بڑی تعداد حاضر ہوئی اور آپ نے انھیں وعظ ونصیحت فرمایا۔

کچھ عرصہ بعد حالت خواب میں حضرت شیخ کو حضرت مولیٰ علی۔کرم اللہ وجہہ۔ کی زیارت نصیب ہوئی، انھوں نے بھی آپ سے وہی سوال فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تھا، پھر وہی جواب ملنے پر حضرت علی نے چھ دفعہ اپنا لعاب دہن آپ کے منھ میں ڈالا، شیخ نے باادب عرض کیا، سات دفعہ کی بجائے چھ بار لعاب دہن ڈالنے میں کیا حکمت ہے تو شیرِ خدا نے ارشاد فرمایا، حبیبِ خدا کے ادب واحترام کے پیشِ نظر۔ اس کے بعد آپ کے دل میں وعظ وتبلیغ کا جذبہ شدت سے موجزن ہوگیا۔ آپ نے حکمت و موعظت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا آغاز فرمادیا۔ ۵۲۱ھ میں جب آپ بار اول منبر خطابت پر جلوہ افروز ہوئے تو ابھی اگرچہ چند کلمات ہی ارشاد فرمائے تھے لیکن خلقِ خدا کا یہ حال تھا کہ وجد وحال کی کیفیت طاری ہوگئیں۔

خرقۂ ارادت:

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خرقۂ ارادت حضرت قاضی ابوسعید مخزومی المبارک سے ملا، ان کو شیخ ابوالحسن علی محمد القرشی سے، ان کو شیخ

ابوالفرح الطوسی سے اوران کو ابوالفضل اوران کو حضرت سری سقطی سے، ان کو شیخ معروف کرخی سے، ان کو داؤد طائی سے اور ان کو حضرت سید حبیب عجمی سے، ان کو حضرت حسن بصری سے ملا جن کو امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہنایا تھا اور حیدر کرار کو سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خرقۂ مبارک عطا فرمایا تھا، اس طرح بارہ واسطوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت شیخ کو یہ خرقۂ ارادت عطا ہوا تھا۔

ان تفصیلات سے قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ سفر بغداد سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ میں بنیادی موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ احقر کی نگاہ میں اس کی چند خصوصیات یہ ہیں:

- ☆ باضابطہ تحصیلِ علم کا آغاز اسی سفر سے ہوا۔
- ☆ آپ کے شیخ طریقت وشریعت سیدنا محمد مبارک مخزومی کی بابرکت صحبت اسی سفر کے وسیلے سے نصیب ہوئی اور آپ سے ارادت وخلافت اور تلمذ کا شرف حاصل ہوا۔
- ☆ آپ کے فیوض وبرکات، اصلاح ووعظ کے سیل رواں کا نقطۂ آغاز بھی یہی سفرِ بغداد ہے۔
- ☆ عظیم مجاہدات اور راہ خدا کی جانکاہیوں کی ابتدا بھی اسی سفر سے ہوتی ہے۔

اس طور سے یہ سفر آپ کے لئے واقعی وسیلۂ ظفر ثابت ہوا۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ - بیعت و خلافت

ڈاکٹر سید سراج اجملی، شعبۂ اُردو، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ارباب تصوف کی اصطلاحات میں بیعت و خلافت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بیعت کی اصل بیع ہے جس کے معنی بیچنے کے ہوتے ہیں۔ لغات کشوری میں بیع کے معنی کے ضمن میں لکھا ہے کہ ''بیع - بیچنا، مول لینا، یہ لغت اضداد سے ہے۔ دونوں معنوں میں مستعمل ہوتی ہے، یعنی بیعت سے مراد فرمانبرداری کرنا، بک جانا اور مرید ہونا ہوتا ہے۔ مرید بیعت کے ذریعے شیخ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوتا ہے اور پھر شیخ کی نگاہ کیمیا اثر اسے ریاضت و مجاہدہ کے مراحل سے گزار کر کندن بنا دیتی ہے۔ جب شیخ کو اس امر کا احساس ہو جاتا ہے کہ مرید کی قوت برداشت میں اضافہ ہو گیا ہے اور اب وہ ریاضت و مجاہدہ اور دوسرے معاملات سلوک سے آگے بڑھ کر اس بار کا متحمل ہو سکتا ہے جو خود شیخ نے اٹھا رکھا ہے اور توفیق الٰہی و طلب مرید بھی ہے تو شیخ مرید کو خلافت عطا کر کے خدمت خلق و اصلاح بنی آدم کا فریضہ ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ معاملات سلوک کی عمومی صورت حال ہے لیکن کچھ مخصوص بھی اس راہ سلوک میں موجود ہیں جنھیں اس چوب خشک کا درجہ حاصل رہتا ہے جسے آگ پکڑتے دیر نہیں لگتی۔ ایسے ارباب طریقت اس راہ پر بہت تیزی کے ساتھ رواں ہو جاتے ہیں۔ کچھ کا درجہ ان سے بھی زیادہ ہوتا ہے انھیں میں سرکار بغداد، سید الافراد، پیر دستگیر حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہمہ صفات ہے۔ آپ کی ذات مبارک میں کمالات و شرف اور فضیلتوں کا عجیب و غریب اجتماع نظر آتا ہے۔ آپ کو سرخیل اولیا اور غوث اعظم کا درجہ حاصل ہے۔ آپ علم، فضل، زہد، تقویٰ، دولت دنیا، دولت دل، شان، جلال اور جمال غرض کہ جملہ صفات سے بیک وقت متصف نظر آتے ہیں۔ حضرت شاہ عبد العلیم آسی

سکندر پوری کی منقبت کا ایک شعر آپ کے جملہ کمالات کا کچھ یوں احاطہ کرتا ہے اور راقم الحروف کے خیال میں آپ کے فضائل کے مضمون پر آخری بات کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت آسی سکندر پوری فرماتے ہیں:

پوچھتے ہو شہ جیلاں کے فضائل آسی
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے 'بہجۃ الاسرار' میں منقول ہے۔آپ فرماتے ہیں ''میں نے حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ اپنے مدرسہ میں کرسی پر فرماتے تھے: ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں اور آپ نے جس جگہ سے اپنا قدم مبارک اٹھایا اسی جگہ میں نے اپنا قدم رکھا بجز قدم نبوت کے کیونکہ وہاں سوا نبی کے کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔

اس درجۂ فضیلت پر فائز ذات کی حیات پاک کے سارے معاملات غیر معمولی نوعیت کے حامل ہوتے ہیں۔عام سالک شیخ کی رہبری سے مستفید ہوتا ہے لیکن جو خاص اہمیت کا حامل ہو اس کا معاملہ خاص ہی ہوگا۔آپ کی بیعت وخلافت ظاہری کا ذکر تو آگے آئے گا یہاں الدرالمنظم فی مناقب غوث اعظم سے ایک عبارت نقل کی جاتی ہے جس کی رو سے آپ کو خلافت کبریٰ براہ راست جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوئی۔اقتباس ملاحظہ ہو:

''صاحب قلائد الجواہر مجمع الفضائل سے اخذ کر کے لکھتے ہیں کہ میں نے مشائخ صوفیہ سے سنا کہ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شب معراج میں زیارت کی اور تشریف ولایت مطلقہ محمدیہ اور خلعت وراثت محبوبہ سے اسی شب میں مشرف ہوئے جیسا کہ خود آپ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جب میرے جد حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام وہیں رہ گئے اور عرض کیا کہ اگر میں ذرا بھی بڑھوں گا تو جلال کبریا سے جل جاؤں گا تب اللہ تعالیٰ نے میری روح وہاں بھیجی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفید ہوا اور آپ نے مجھے نعمت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ سے معزز فرمایا

اور میں بجائے براق ہو گیا کہ آپ مجھ پر سوار ہوئے اور مقام قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچے اور فرمایا کہ بیٹا میرا یہ قدم تیری گردن پر ہے اور تیرا قدم کل اولیا کی گردن پر ہوگا۔"

مذکورہ بالا سطور آپ کے منتخب روزگار ہونے اور عنداللہ آپ کے رفع درجات پر دال ہیں۔ اس کے باوجود راہ سلوک میں ریاضت و مجاہدہ کی جو صورتیں آپ نے اپنائیں اور جس طرح برسوں شب بیداری اور سخت مشقت کے ساتھ عبادت و ریاضت کے ذریعہ قرب حضرت حق کو تلاش کیا اس کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ابتدائے حال میں اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا کہ وہ خود نہ کھلائے اور نہیں، پیوں گا کہ وہ خود نہ پلائے۔ چالیس دن گزرنے پر ایک شخص آیا اور کچھ کھانا دے کر چلا گیا۔ قریب تھا کہ بھوک کی شدت سے میرا نفس کھانے پر آمادہ ہو۔ میں نے اپنے دل میں کہا، بخدا میں نے اپنے اللہ سے جو عہد کیا ہے اس سے میں پھرا نہیں ہوں۔ اچانک میں نے غیب سے ایک آواز سنی کہ کوئی زور زور سے الجوع الجوع (بھوک بھوک) پکار رہا ہے۔ اتنے میں حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی تشریف لائے۔ یہ آواز سن کر آپ نے فرمایا عبدالقادر یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ نفس کا اضطراب ہے اور اس کی بے چینی ہے لیکن روح اپنی جگہ پر قائم ہے اور اپنے خدا کے مشاہدے میں مستغرق ہے۔ فرمایا ہمارے گھر چلو۔ میں نے انتہائی رقت سے کہا کہ میں باہر کبھی نہ جاؤں گا۔ اتنے میں ابوالعباس خضر علیہ السلام تشریف لائے۔ فرمایا اٹھو اور ابو سعید کی خدمت میں چلو۔ میں چل دیا، دیکھا کہ ابو سعید اپنے مکان کے دروازے پر کھڑے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمانے لگے، اے عبدالقادر جو کچھ میں نے تجھ سے کہا تھا وہ کافی نہ تھا کہ تو نے خضر کو بھی تکلیف دی۔ یہ فرمایا اور اندر مکان میں لے گئے اور جو کھانا تیار کیا تھا، لقمہ لقمہ میرے منہ میں دیتے تھے، حتیٰ کہ میں سیر ہو گیا اس کے بعد مجھے خرقہ پہنایا۔

حضرت کا یہ ارشاد نفحات الانس اور دوسری کتب سوانح سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ میں تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ آپ نے اپنے مجاہدہ اور ریاضت کے تعلق سے ایک مرتبہ خود ارشاد فرمایا "کہ میں پچیس سال کامل جنگلوں میں پیدل گھومتا رہا ہوں۔ چالیس سال کامل عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے اور پندرہ سال کامل عشا کے بعد

ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر صبح سے پہلے تک ایک قرآن روز ختم کیا ہے۔ایک رات میرے نفس نے سونے کی خواہش کی اور کہا کہ اگر کچھ دیر سولیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ میں نے اس کی خواہش کو ذرا نہیں سنا اور اسی جگہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ایک قرآن ختم کیا۔نیند میرے سامنے مختلف صورتوں میں آتی اور میں غضبناک لہجے میں اس پر زجر و توبیخ کرتا پس نیند کافور ہو جاتی۔آپ فرماتے ہیں کہ میں چالیس چالیس دن کامل روزے سے رہتا۔عراق کے جنگل میں گیارہ سال عجمی برج میں رہا ہوں اور صرف میرے رہنے سے اس برج کا نام عجمی برج پڑ گیا۔یہ ریاضت و مجاہدہ اس لیے بھی حضرت نے اختیار فرمایا کہ یہ آپ کو وراثت میں ملا تھا۔آپ کے والد ماجد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ عنہ کا لقب جنگی دوست نفس سے جنگ میں مصروف رہنے اور ریاضت و مجاہدہ کے سبب سے ہی پڑا۔آپ کے نانا حضرت شیخ عبداللہ صومعی کا معاملہ بھی ایسا ہی تھا۔آپ کی والدہ ماجدہ سے حضرت ابو صالح موسیٰ کے عقد کے واقعے کے باب میں بھی سخت مجاہدہ اور ریاضت کا واقعہ کتب سیر میں بیان ہوا ہے۔غرض کہ آپ نے غوثیت عظمیٰ کو کہ عطیہ خداوندی ہے، اپنے عمل اور ریاضت و مشقت سے بھی حاصل کرنے کی مثال قائم فرمائی۔

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت شیخ ابو سعید مخزومی سے آپ نے خرقہ حاصل کیا۔یہ خرقہ مبارک وہی تھا جسے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مولائے کائنات امیر المومنین سید علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا تھا۔کتب سیر غوث اعظم سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بیعت توبہ کا شرف اپنے والد ماجد حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست سے حاصل تھا۔بیعت کے ایک سال بعد آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا (۴۸۹ھ) اس کے بعد کا زمانہ آپ کے ریاضت و مجاہدات کا زمانہ ہے۔آپ نے حضرت ابو سعید مخزومی سے ۵۱۰ ھجری میں خرقہ حاصل کیا۔تذکرہ مشائخ قادریہ نے مرآۃ الزمان کے حوالے سے خرقہ کی سند میں لکھا ہے۔

"حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے خرقہ پہنا ابو سعید مخزومی سے، انھوں نے اپنے شیخ علی بن محمد القرشی سے انھوں نے اپنے شیخ ابو الفرح طرطوسی سے انھوں نے اپنے شیخ ابو الفضل عبدالواحد تمیمی سے انھوں نے اپنے والد عبدالعزیز سے انھوں نے ابو بکر شبلی نے انھوں نے ابو القاسم جنید بغدادی سے انھوں نے اپنے ماموں سری سقطی

سے انھوں نے معروف کرخی سے انھوں نے داؤد طائی سے، انھوں نے حبیب عجمی سے انھوں نے خواجہ حسن بصری سے اور انھوں نے حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے" (رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) الدر المنظم فی مناقب غوث اعظم تالیف حضرت شاہ علی انور قلندر علوی کاکوروی میں بھی حضرت کے خرقہ کے حوالے سے مذکورہ بالا روایت مختلف حوالوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ کتاب مذکورہ بالا روایت مختلف حوالوں کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔ کتاب مذکور میں ہی سرکار غوث اعظم کے شیوخ طریقت کے تعلق سے ایک علیحدہ باب قائم کیا گیا۔ اسی باب میں سرکار غوث اعظم کو بواسطۂ اہل بیت اطہار جس طرح خرقہ پہنچا ہے اس کی تفصیل یوں درج ہے۔ "حضرت ملا جیون امیٹھوی اپنی بعض مصنفات میں لکھتے ہیں کہ حضرت غوثیت مآب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد شیخ ابو صالح موسیٰ جنگی دوست سے خرقہ پہنا اور انھوں نے اپنے والد سید عبداللہ سے انھوں نے اپنے والد سید یحییٰ زاہد سے انھوں نے اپنے والد سید محمد سے انھوں نے اپنے ولد سید داؤد سے انھوں نے اپنے والد سید عبداللہ سے انھوں نے اپنے والد سید موسیٰ الجون سے انھوں نے اپنے والد سید عبدالمحض سے انھوں نے اپنے والد امام حسن مثنیٰ سے انھوں نے اپنے والد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے اپنے والد امیر کرم اللہ وجہہ سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اسی کو صاحب تاریخ اولیا نے بھی آپ کا سلسلہ علویہ کر کے لکھا ہے۔"

غرض کہ آپ کو مختلف افراد اور مخصوصین سے فیض بیعت وفیض خرقہ حاصل ہوا۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا فقہی مسلک

مفتی محمد نظام الدین رضوی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۔ حامداً و مصلّیاً و مسلّماً

یہ عنوان آج کے دور میں اس حیثیت سے کافی اہمیت کا حامل ہے کہ غیر مقلدین عوام کو گمراہ کرنے کے لیے یہ سوال دریافت کرتے ہیں کہ غوث پاک کس کے مقلد تھے؟ وہ کس مذہب پر تھے؟ پھر وہ یہ ذہن دیتے ہیں کہ وہ مقلد نہیں تھے تا کہ عوام کو یہ باور کرا سکیں کہ جیسے وہ مقلد نہیں تھے ویسے یہ بھی مقلد نہیں ہیں۔ اس لیے ہم سب سے پہلے اپنے قارئین کرام پر مختصراً یہ واضح کر دیں کہ حضور غوث پاک سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بھی غیر مقلد نہیں تھے، بلکہ سلف سے خلف تک کبھی یہ بلا نہیں پائی گئی۔ وہ حضرات اگر علوم میں رسوخ و کمال و عنایت خداوندی سے درجۂ اجتہاد تک پہنچ جاتے تو مجتہد ہوتے اور اگر اس درجۂ علیا تک رسائی نہ ہو پاتی تو مقلد ہوتے۔ تاریخ فقہ و اجتہاد میں ایسی نظیر نہیں ملتی کہ جو لوگ اجتہاد سے کوسوں دور ہوں، وہ راسخین فی العلم سے بے نیاز ہو کر تقلید سے آزادی کے دعویدار ہو جائیں۔

حضور سیدی غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ میں تقلید اور اجتہاد دونوں کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ پہلے آپ مقلد تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطبیت کبریٰ کی نعمت سے سرفراز فرما کر اجتہاد مطلق کے منصب پر فائز فرما دیا، اور ایسا کبھی نہیں رہا کہ آپ مجتہد بھی نہ ہوں اور مقلد بھی نہ ہوں جیسا کہ آج کل کے غیر مقلدین کا یہی حال ہے۔ ہم اپنی بات کو واضح کرنے کے لیے کچھ شواہد پیش کرتے ہیں:

حضور غوث پاک مقلد تھے:

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے جیسا کہ آپ کی کتاب مستطاب غنیۃ الطالبین کی درج ذیل عبارات سے ثابت ہوتا ہے:

هو مذهبُ إمامِنا أحمدَ بنِ محمّد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ (۲/۴۵)
اور یہی ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔

عند إمامنا أحمد رحمه الله تعالىٰ (۲/۴۵)
یہ ہمارے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے۔

وَقَدْ نَصَّ الإمامُ أحمدُ رحمه الله۔ (۱/۴۳)
امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ صراحت فرمائی ہے۔

لأنَّ الإمام أحمدَ بنَ حَنبل قال. (۱/۴۷)
اس لیے کہ امام احمد نے فرمایا۔

لأنّه رُوِي أنّ الإمام أحمدَ بنَ حنبل قال.
اس لیے کہ امام احمد بن حنبل سے یہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اس طرح کی عباراتِ غنیۃ الطالبین میں بے شمار مقامات پر ہیں جن سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے، کیوں کہ اپنے بیان کردہ مسائل کو ان کی طرف منسوب کرنا، ان کے مذہب کو نقل کر کے اسے برقرار رکھنا، اسے اختیار کرنا اور ان سے استناد فرمانا شانِ تقلید ہے۔ مقلد کا کام ہے نقل مذہب، اور اس کی دلیل ہے قول امام، اس کے مظاہر غنیۃ الطالبین میں کھلی آنکھوں سے جا بجا مشاہدہ کیے جا سکتے ہیں، یہاں تک کہ آپ نے ایک مقام پر امام مجدوزجعا الرحمہ کے مذہب پر ہی وصال پانے کی دعا فرمائی ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

قال الإمام أبو عبدِ الله أحمدُ بنُ محمّدِ بنِ حنبل الشَّيباني رحمه الله وأمَاتَنَا على مذهبه أصلًا و فرعًا وحَشَرَنا في زُمْرَتِهِ. یہ قول امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی کا ہے اللہ عزوجل ان پر رحم فرمائے اور ہمیں ان کے مذہب کے اصول و فروع پر وفات دے، اور قیامت کے دن ہمیں ان کے زمرے میں اٹھائے۔ (۲/۱۰۵ غنیہ) یہ ہے مکمل تقلید۔

فقہا کے تین طبقات ہیں:

(۱) مجتہدِ مطلق (۲) مجتہدِ مذہب (۳) مقلد ـــــــ پھر مقلد کے بھی اعلیٰ،

اوسط، ادنیٰ مختلف مدارج ہیں۔

جس فقیہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ کمالِ علمی عطا فرمایا ہے کہ وہ کتاب وسنت سے مسائل شرعیہ کے استنباط کے لیے جامع اصول وضع فرمائیں، اور تمام دلائل پر گہری نظر رکھتے ہوئے استنباط احکام فرمائیں، وہ ''مجتہدِ مطلق'' کے نام سے موسوم ہوتے ہیں جیسے امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور جس فقیہ کو اللہ عزوجل نے اس حد تک وسعتِ علمی عطا فرمائی ہے کہ وہ مجتہد مطلق کے بیان کردہ اصولوں کے پیش نظر فروعی احکام کا استنباط فرمائیں، مگر انھیں اصول وضع کرنے کی استطاعت نہ ہو وہ ''مجتہدِ مذہب'' کہلاتے ہیں۔ جیسے امام اعظم کے اصحاب امام ابویوسف وامام محمد وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اور جس فقیہ کو دونوں پر قدرت نہ ہو وہ مقلد ہوتے ہیں جیسے امام قاضی خاں، صاحب ہدایہ وغیرہما رحمہم اللہ تعالیٰ۔

''مذہب حنبلی کے اصول وفروع پر وفات پانے'' کا لفظ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یہ جملہ تحریر فرماتے وقت حضرت سیدی غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجتہاد کے منصب پر فائز نہ تھے، اس لیے آپ اصول وفروع دونوں میں سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ الآثار میں رقم طراز ہیں:

''آپ کی خدمت میں دُنیائے اسلام کے ہر شہر سے استفتا آیا کرتے تھے، جس پر آپ کی آخری رائے طلب کی جاتی تھی۔ آپ فقہی مسائل میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مسلک پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ صاحب بہجۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ آپ مجتہد فی المذہب تھے، آپ اجتہاد کرتے تھے، آپ کا اجتہاد کبھی مسلک شافعی پر ہوتا اور کبھی مسلک حنبلی پر۔ یہ مشہور ہے کہ آپ مذہب حنبلی پر تھے اور بغداد میں اکثریت علمائے حنابلہ کی ہی تھی، چوں کہ امام احمد بن حنبل بھی بغداد میں رہے اس لیے ان کی تعلیمات کا اثر زیادہ تھا۔ آپ کا مقبرہ بغداد میں ہی ہے۔ پہلے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بغداد میں رہے پھر حضرت امام احمد بن حنبل کو بغداد چھوڑ کر خود مصر چلے گئے۔ آپ (حضور غوث اعظم) حضرت امام احمد بن حنبل کے بڑے مداح تھے۔ (زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار، مترجم ص ۳۶، ۳۷)

اس عبارت سے چند باتیں معلوم ہوئیں:
(۱) آپ حنبلی مذہب پر تھے۔ (۲) امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مسلک پر فتوی دیتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ سوال کرنے والے کبھی شافعی مذہب کے ہوتے، کبھی حنبلی مذہب کے۔ شافعی مذہب کے مقلد کا سوال آتا تو شافعی مذہب پر جواب دیتے اور حنبلی مذہب کے سوال کا جواب حنبلی مذہب پر دیتے، جیسا سوال ویسا جواب۔ (۳) مجتہد فی المذہب تھے۔ یہ درجہ ولایت پر فائز ہونے کے بعد کا حال ہے جیسا کہ ہم عن قریب واضح کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

رئیس المحدثین حضرت مُلّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ "سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی مذہب رکھتے تھے" (نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبد القادری، مترجم ص ۲۲)

حضور غوث پاک مجتہد مطلق تھے:

یہ آپ کے عنفوان شباب کا حال ہے۔ بعد میں جب آپ کو بارگاہ احدیت کی طرف سے قطبیت کبریٰ اور غوثیت عظمیٰ سے نوازا گیا اور معرفت الٰہی کے ساتھ آپ کو کشف کامل عطا کیا گیا جس سے آپ پر کتاب وسنت کے علوم و معارف، اور اہل حقائق وارباب اجتہاد کے اسرار اور مدارک کھل گئے تو آپ خود منصب اجتہاد پر فائز ہو گئے۔ کیوں کہ ولیِ کامل، جیسا کہ اکابرِ امت نے تصریح فرمائی ہے، مذہب معین کی تقلید پر مامور نہیں ہوتا۔ وہ اپنے کشف کی وجہ سے مقام یقین میں مجتہد کے مساوی وبرابر ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات اس کا یقین بعض اہل اجتہاد سے زیادہ ہوتا ہے، وہ اپنا علم شریعت کے سرچشمہ کتابِ الٰہی سے اخذ کرتا ہے جہاں سے اربابِ اجتہاد اخذ کرتے ہیں، اور اسے قرآن مقدس کے ان تمام مواقع کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو احادیث نبویہ کے مآخذ ہوتے ہیں، اس لیے وہ علمائے امت کی تقلید کے بجائے صرف صاحبِ شریعت کی تقلید کرتا ہے۔ عارف صمدانی، قطب ربانی سیدی امام عبد الوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب مستطاب "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

فإن من اطلع على ذلك من طريق كشفه رأى جميع المذاهب و أقوالَ علماءها متصلةً بِعَينِ الشريعة، و شارعةً إليها كاتّصالِ الكفّ بالأصابع والظلّ بالشاخص. ومثل هذا لا يومر بالتعبّد بمذهبٍ معين لشهوده بتساوي المذاهب في الأخذ من عينِ الشريعة و أنّه ليس مذهب أولى بالشّريعة من مذهب لأن كل مذهب عنده متفرع من عين الشريعة. وصاحبُ هذا الكشف قد ساوى المجتهدين في مقام اليقين، وربّما زاد على بعضهم لاغتراف علمه من عين الشريعة ولا يحتاج إلى تحصيل آلات الاجتهاد الّتي شرطوها في حق المجتهد. (ص ١٤، ج ١)

جو ولی اپنے کشف کے ذریعہ شریعت کی اس میزان پر مطلع ہو جائے وہ یہ مشاہدہ کرتا ہے کہ تمام مذاہب اور علما کے اقوال شریعت کے چشمے سے جڑے ہوئے ہیں اور سب کے سب اسی کی طرف بہ رہے ہیں، اس چشمے کے ساتھ مذاہب کا اتصال ایسا ہی ہے جیسے انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی اور جسم کے ساتھ سائے کا اتصال ہوتا ہے۔ ایسا صاحب کشف ولی کسی مذہب معین کی تقلید پر مامور نہیں ہوتا، کیوں کہ وہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ سارے مذاہب، شریعت کے سرچشمہ قرآن سے ماخوذ و مستند ہونے میں ہم رتبہ ہیں، اور اس حیثیت سے کوئی بھی مذہب دوسرے مذہب سے افضل نہیں ہے، کیوں کہ اس کی نگاہ میں ہر مذہب شریعت ہی کے چشمے سے پھوٹا ہوا ایک سوتا ہے ______ یہ صاحب کشف ولی مقام یقین میں مجتہد کے مساوی ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات یقین میں بعض مجتہدین سے زیادہ ہوتا ہے کیوں کہ یہ اپنے علم کا اکتساب شریعت کے منبع سے کرتا ہے اور اجتہاد کے ان آلات کے حاصل کرنے کا محتاج نہیں ہوتا جو مجتہد کے لیے شرط اور ضروری ہیں۔

نیز اسی مفہوم کو انھوں نے ایک دوسرے مقام پر اپنے مخصوص انداز بیان میں اس طرح واضح کیا ہے:

"اگر تم کہو کہ جو شخص شریعت کے سرچشمہ (قرآن کے علوم و معارف) پر مطلع ہو جائے وہ منبعِ شریعت سے اکتساب علم کرنے میں مجتہد کا شریک ہوتا ہے اور اسے تقلید کا حکم نہیں ہوتا، تو جواب یہ ہے کہ واقعہ ایسا ہی ہے، کیوں کہ جس کے لیے بھی ولایتِ محمدی ثابت ہو جائے وہ احکام شرع کو وہیں سے اخذ کرتا ہے جہاں سے اہلِ اجتہاد اخذ کرتے ہیں، اور وہ

علما کی تقلید کے بجاے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقلید کرتا ہے۔" (ص ۲۶، ج ۱)

اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر ولیِ کامل کی پہچان اس طرح کرائی گئی ہے:

لا يبلغ الوليُّ مقامَ الكمال إلّا أن صار يعرف جميع منازعِ الأحاديث الواردة عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلّم، ويعرف من أين أخذها الشارِعُ من القرآن العظيم فإنّ الله تعالىٰ قال: "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ" فجميع ما بيَّنَتْه الشريعةُ من الأحكام هو ظاهر المأخذ للولي الكامل من القرآن كما كان عليه الأئمة المجتهدون. ولولا معرفتهم بذلك ما قدروا على استنباط الأحكام التي لم تُصرِّح بها السُّنّة.

(ولیِ کامل مقام کمال کو اس وقت پہنچتا ہے جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری احادیث کے ایک ایک ماخذ کا عارف ہو جائے، اور یہ جان لے کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے قرآن عظیم سے ان احادیث کو کہاں سے اخذ فرمایا ہے۔ کیوں کہ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے کہ "ہم نے قرآن میں کوئی بھی چیز اٹھا نہ رکھی"۔ ولیِ کامل کے لیے تمام احکام شرع کا ظاہرِ ماخذ قرآن مقدس ہے جیسا کہ ائمہ مجتہدین کے لیے احکام شرع کا ماخذ قرآن مقدس ہے۔ اگر انھیں اس ماخذ پر آگاہی نہ ہوتی تو سنت نبویہ میں جن احکام کی تصریح نہیں ہے، ان کے استنباط پر قادر نہ ہوتے۔)

اس تفصیل سے یہ امر بخوبی واضح و روشن ہو گیا کہ ولیِ کامل کی شان تقلید سے بالا تر ہے کیوں کہ یہ خود مجتہد ہوتا ہے، اور شریعت کے سرچشمہ قرآن سے احکام اخذ کرتا ہے۔

اور یہ بھی ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اللہ تعالیٰ کے بڑے جلیل القدر کامل و اکمل ولی تھے، آپ کی شان مرتبۂ کمال میں تمام اولیاے کاملین سے بالا تھی، اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا: "قَدَمِي هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰه" میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب اس اعلان کی شہرت کائنات ارضی کے مشائخ وقت تک پہنچی تو متقدمین نے اس اعلان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، معاصرین کی گردنیں جھک گئیں، اور دنیا کے تمام مشائخ خواہ حاضر تھے یا غائب، چھوٹے تھے یا بڑے، مشرق میں تھے یا مغرب میں، ہر ایک نے تصدیق اور تائید کی۔ اس لیے آپ بلاشبہہ مجتہد تھے اور فقہی مسائل میں اپنے اجتہاد پر

عمل کرتے تھے۔ البتہ آپ کا اجتہاد کبھی حنفی مذہب کے مطابق ہوتا اور کبھی مالکی، شافعی یا حنبلی کے موافق ہوتا، اس لیے آپ چاروں مذاہب پر فتوی دیتے تھے۔

اور حضرت ملا علی قاری، نیز حضور غوث پاک کے دوسرے تذکرہ نگاروں نے جو یہ انکشاف کیا ہے کہ:

آپ حنبلی المذہب تھے، لیکن اپنے زمانہ میں چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی) پر فتوی دیا کرتے تھے"۔ (نزہۃ الخاطر الفاتر ص ۲۲)

اس کا مطلب یہ ہے کہ سائل جس مذہب کا مُقلِد ہوتا اِسی کے مطابق آپ فتوی صادر کرتے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ہر امام کے مذہب پر عمل کرتے تھے جیسا کہ غیر مقلدین زمانہ نے سمجھا۔ اور منصبِ اجتہاد پر فائز ہونے کے بعد آپ کا اجتہاد انھیں چاروں مذاہب میں سے کسی کے موافق ہوتا تو آپ فتوی اپنے اجتہاد کے مطابق صادر کرتے مگر اسی کے ساتھ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی موافقت بھی ہو جاتی۔ آپ کا اجتہاد کبھی چاروں مذاہب سے باہر نہ ہوتا۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ولی کامل اجتہاد کے منصب پر پہنچ جاتا ہے اور اپنے ہی اجتہاد پر عمل بھی کرتا ہے لیکن جس امام کی وہ پہلے تقلید کر چکا ہے اس کے ادب میں وہ اپنے آپ کو مقلد ظاہر کرتا ہے یا اس کا اجتہاد امام مجتہد کے موافق ہوتا ہے امام شعرانی فرماتے ہیں:

"اگر تم یہ کہو کہ ولیِ کامل بلاشبہہ کسی امام کا مقلد نہیں ہوتا وہ اپنا علم اسی چشمے سے اخذ کرتا ہے جہاں سے مجتہدین کے مذاہب کے سوتے بہہ رہے ہیں حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ اولیا بعض ائمہ کی تقلید کرتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ بعض اولیا کی یہ تقلید اس کے مقام کمال تک پہنچنے سے پہلے ہوتی ہے یا وہ اس منصب پر پہنچ چکا ہوتا ہے لیکن اس مسئلہ میں اپنے آپ کو بعض ائمہ کے ادب میں ان کے مذہب کا مقلد ہونا ظاہر کرتا ہے حالاں کہ اس ولی کا عمل اس مجتہد کے قول پر اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی دلیل پر مطلع ہوتا ہے اس کے قول پر از راہ تقلید عمل کرنے کے لیے ایسا نہیں کرتا، بلکہ اس وجہ سے ایسا کرتا ہے کہ مجتہد کا قول اس ولی کے کشف و اجتہاد کے موافق اترتا ہے تو حاصلِ کلام یہی ہوا کہ یہ ولی صرف شارع علیہ السلام کی تقلید کرتا ہے بلکہ اس مقام پر ہر ولی صاحب شریعت حضور

انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے علم اخذ کرتا ہے اور جس مسئلے میں وہ اپنے سامنے اپنے نبی کے قدم کا مشاہدہ نہ کرے اس پر ایک قدم چلنا بھی حرام سمجھتا ہے۔ (ص ۲۸، ۲۹)

اور خاص سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق امام شعرانی فرماتے ہیں:

وقد قلتُ مرّةً لِسيّدي علي الخوّاص رضي الله تعالىٰ عنه : كيف صحّ تقليدُ سيّدي الشيخ عبدِ القادر الجيليّ للإمام أحمد بن حبنل و سيّدي محمد الحنفي الشاذلي للإمام أبي حنيفة مع اشتهارهما بالقطبية الكبرىٰ وصاحبُ هذا المقام لا يكون مقلّدًا إلّا للشارع وحده؟ فقال رضي الله عنه: وقد يكون ذلك منهما قبل بلوغهما إلى مقام الكمال ثم لمّا بلغا إليه استصحب الناسُ ذلك اللقب في حقهما مع خروجهما عن التقليد انتهى فاعلم ذلك. (مقدمة ميزان الشريعة ص ۲۹)

(میں نے اپنے شیخ سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ سیدی شیخ عبدالقادر جیلی کا امام احمد بن حنبل کی اور سیدی شیخ محمد حنفی شاذلی کا امام ابو حنیفہ کی تقلید کرنا کیوں کر درست ہے جب کہ یہ حضرات قطبیت کبریٰ کے لیے مشہور ہیں اور ایسے مرتبہ کے ولی صرف شارع کی تقلید کرتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا کہ یہ دونوں بزرگ مقام کمال تک رسائی حاصل کرنے سے پہلے تقلید کرتے تھے پھر جب یہ حضرات اس مقام رفیع پر فائز ہو گئے تو لوگوں نے ان کے حق میں اسی لقب کو باقی رکھا، حالاں کہ یہ تقلید کے حکم سے بالاتر ہو کر مجتہد ہو چکے تھے۔)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ایک دوسری توجیہ فرمائی ہے جو بجائے خود بہت نفیس ہے۔ رقم طراز ہیں:

"حضور (غوث پاک) ہمیشہ سے حنبلی تھے اور بعد کو جب عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہنچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا، مذہب حنبلی کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر اس کے مطابق فتویٰ دیا کہ حضور محی الدین ہیں اور دین متین کے یہ چاروں مذاہب (مذہب حنبلی و مذہب حنفی وغیرہما) ستون ہیں۔ لوگوں کی طرف سے جس ستون میں ضعف آتا دیکھا اس کی تقویت فرمائی۔" (فتاوی رضویہ دوازدہم ص ۲۲۷)

نیز فرماتے ہیں:

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ محی الدین ہیں، اِحیاے دین کے لیے قائم کیے گئے ☆۔

اور مذہب حنبلی اسلام کا رُبع (چوتھائی حصہ) ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: جَعَلْتُكَ رُبُعَ الأسلام. ہم نے تمھیں اسلام کا چہارم بنایا۔ یہ مذہب ختم ہونے کے قریب تھا لہٰذا اس کے احیا کے لیے اس پر افتا فرماتے۔ (فتاوی رضویہ ص ۴۳۳، ج ۱۱) اس وضاحت سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے یہ اشارہ بھی فرمادیا کہ مذہب حنبلی کی موافقت اس کے احیا کے لیے فرمائی، اس لیے نہیں کہ مذہب حنفی ضعیف ہے بلکہ یہ تو دلائل کے لحاظ سے قوی ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ائمہ ثلثہ پر شرف تابعیت بھی ہے جس کی وجہ سے اسے یہ خاص شرف بھی حاصل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حضور سیدی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداءً مقلد تھے، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کرتے تھے۔ بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قطبیت کبریٰ کے منصب پر فائز فرما کر اجتہاد مطلق کی نعمت سے شرف یاب فرمایا تو آپ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے خود استنباطِ احکام فرماتے اور اس کے مطابق فتاوی صادر فرماتے کہ مجتہد مطلق اسی کا مکلّف ہے اس کے لیے تقلید روا نہیں۔

☆[زبدۃ الآثار میں ہے: وجہ تسمیہ مشائخ قادریہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے آپ سے ''محی الدین'' لقب کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا: ''میں ایک دفعہ ایک لمبے سفر سے بغداد کی طرف لوٹ رہا تھا، میرے پاؤں ننگے تھے۔ مجھے اس نے سلام کیا میں نے ''وعلیکم السلام'' کہا تو مجھے کہنے لگا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ میں نزدیک ہوا تو مجھے کہنے لگا: مجھے اٹھاؤ۔ میں نے اُسے اٹھا کر بٹھایا تو اس کا جسم اچھا توانا نظر آنے لگا اور اس کے چہرے پر رونق نظر آنے لگی مجھے اُس نے پوچھا کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو کہنے لگا: میں تمھارا دین ہوں جو اس قدر نحیب ونزار ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے از سر نو زندگی بخشی ہے۔ آج سے تمھارا نام ''محی الدین'' ہوگا۔

جب میں جامع مسجد کی طرف واپس آیا تو مجھے ایک شخص ملا اور مجھے کہنے لگا: یا سیّدی محی الدین۔ میں نے نماز ادا کی تو لوگ میرے سامنے ادباً کھڑے ہو گئے اور ہاتھوں کی بوسہ دینے لگے اور زبان سے ''یا سیّدی محی الدین'' پکارتے جاتے تھے حالاں کہ اس سے پہلے کوئی بھی مجھے اس لقب سے نہیں پکارتا تھا۔ (ص ۳۸)]

ہاں! آپ کا اجتہاد ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہی کسی کے اجتہاد کے موافق ہوتا، کبھی امام اعظم ابوحنیفہ کے، کبھی امام مالک کے، کبھی امام شافعی کے، اورزیادہ ترامام احمد بن حنبل کے۔

مگرایسا کبھی نہ ہوا کہ آپ کا کوئی اجتہاد ان چاروں مذاہب سے خارج ہوتو حق آج انھیں چاروں مذاہب میں منحصر ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ سواد اعظم اہل سنت وجماعت سے باہراور "مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّار" کا مصداق ہے جیسا کہ علمائے امت نے اس کی صراحت فرمائی۔

غوث اعظم بمنِ بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے، کعبۂ ایماں مددے

محبوبِ سبحانی اور پیغامِ توحید واطاعتِ ربانی

علامہ یاسین اختر مصباحی، دارالقلم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵

محبوب سبحانی، غوث صمدانی، قطب ربانی، شیخ الاسلام والمسلمین، آیۃ من آیات رب العالمین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین، محی الملۃ والدین، ابومحمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی البغدادی رضی تعالیٰ اللہ عنہ (ولادت ۴۷۰ھ۔ وصال ۵۶۱ھ)

بحرِ معرفت ومشاہدۂ ربانی کے وہ غواص، آسمان علم وفضل کے وہ آفتاب، گلستان اسلام وایمان کے وہ گلِ سرسبد، بزم طریقت وتصوف کے وہ مسند نشین، اور قافلۂ حق وصداقت کے وہ سالار عظیم ہیں جن کی عظمت وشوکت کا پرچم صدیوں سے اہل اسلام کی آبادیوں میں لہرارہا ہے اور ان کے قلوب پہ اپنے انوار وتجلیات کی شعاعیں شب وروز بکھیر رہا ہے۔

مَا زِلْتُ اَرْتَعُ فِی مَیادِینِ الرِّضَا
حَتّٰی وُہِبْتُ مَکَانَۃً لَاتُوہَب
اَضْحَی الزَّمَانُ کَحُلَّۃٍ مَرْقُوْمَۃٍ
تَزْہُو وَ نَحْنُ لَہَا الطِّرَازُ الْمُذْہَب
اَفَلَتْ شُمُوسُ الاولین و شَمْسُنَا
اَبَداً عَلٰی فَلَکِ الْعُلٰی، لَاتَغْرُب

قرآن حکیم، حدیث نبوی، فقہ اسلامی، ادب عربی ودیگر علوم وفنونِ اسلامیہ عربیہ کے درس وتدریس، علما ومشائخ کی صحبت وتربیت، اخلاصِ قلب، صدقِ نیت، حسنِ ادب اور جمالِ اخلاق وکردار جیسی صفاتِ علمی وعملی نے محبوب سبحانی سیدنا الشیخ عبدالقادر

جیلانی رضی اللہ عنہ کی ذات والا مرتبت کو مجموعۂ کمالات اور خزینۂ حسنات و برکات بنا دیا تھا۔ اور ان سب پر مستزاد بلکہ ان سب کی اساس و بنیاد وہ عطیہ و موہبتِ ربانی ہے جس کے فیضان نے آپ کو تبحر علمی کے ساتھ بزمِ کردار و عمل اور محفلِ ارشاد و ہدایت کی شمعِ فروزاں ہی نہیں بلکہ کشورِ ولایت و روحانیت کا تاجدار بنا دیا تھا۔

اَنـا الْبـازِیُّ اَشْھبُ کلِ شیخٍ	وَ مَـن ذَا فِـیَ الـرجالِ اعُطِیٰ مثالْ
کُسَانـی خِلـعةً بطرازِ عزمٍ	و تَـوجَّـنـی بنیجانِ الکمالْ
وَ وَلّانـی عـلـیٰ الاقـطابِ جمعاً	فحکمی نـافِذٌ فی کلِ حالْ
نـظـرتُ الـیٰ بلادِ اللّٰه جمعاً	کـخَـرُدلةِ عـلـیٰ حکمِ اتصالْ
وَ کُـلُّ وَلـی لـہٗ قـدم، و انـی	عـلـیٰ قدمِ النبـی بدرِ الکمالِ
درستُ العلم حتی صرتُ قطباً	وَنِـلـتَ السَّعـد مِنُ مولیٰ الموالْ
انـا الـجیلی، مُحیُ الدین اسمی	و اَعـلامـی عـلـیٰ رأسِ الجبالْ
انـا الـحسنی و المَخُدَع مَقامی	و اقـدامـی عـلـیٰ عُنُقِ الرجالْ
و عبدُ الـقـادرِ الـمشھوزُ اسمی	وَ جَـدّی صاحبُ العینِ الکمالْ

قرآن حکیم کے علم اور تفسیر و تاویل کے رموز و اسرار سے حضرت محبوب سبحانی سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایسے واقف اور ان کے ماہر و عارف تھے کہ عاشق رسول شیخ الھند حضرت شاہ عبدالحق قادری محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۹۵۸ھ۔ وصال ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

آپ کی مجلس میں ایک روز کسی قاری نے قرآن حکیم کی ایک آیت کریمہ کی تلاوت کی۔ آپ نے اس کی تفسیر بیان کی۔ پھر دوسری، پھر تیسری، حتیٰ کہ حاضرین کے علم کے مطابق اس کی گیارہ تفسیریں بیان کیں۔

پھر دوسری تفاسیر کو شروع کیا حتیٰ کہ چالیس تفاسیر بیان کیں۔ اور ہر تفسیر کی سندِ متصل اور دلیل، اور ہر دلیل کی ایسی تفصیل بیان فرمائی کہ اہل مجلس محوِ حیرت و تعجب ہو گئے۔ (اخبار الاخیار۔ از حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

پہلے آپ کے قرآنی فہم و بصیرت اور استحضار و استناد و استدلال کے نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں تا کہ آپ کی عظیم المرتبت شخصیت کے حقیقی خد و خال اور آپ کی

عظمت وفضیلت کے نقوشِ زریں بحُسن وخوبی واضح اور نمایاں ہوجائیں۔ پھر آپ کی بصیرتِ قرآنی وجلالتِ علمی کی روشنی میں توحید واطاعتِ ربانی کا وہ پیغام پیش کیا جائے گا جو خالص سنتِ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسنتِ دیگر انبیاء ومرسلین ہے۔ علیہم الصلوٰۃ و التسلیم اور حضرت محبوب سبحانی اس پر تاحیات عامل اور اس کے داعی ومبلغ رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

برادرِ عزیز! جب آسمانِ شہود پر ابر فیض کے پھٹ جانے سے یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَاءُ (یعنی جس کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے) چمکنے لگے اور عنایت یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ (یعنی جسے چاہتا ہے وہ اپنی رحمت سے مخصوص فرمالیتا ہے) کے رُخ سے وصول کی ہوائیں چلنے لگیں، اور گلشنِ قلب میں انس کے پھول کھلنے لگیں، اور گلستان روح میں ذوق وشوق کی بلبلیں یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ (یعنی ہائے یوسف) کے نغمات سے بلبلِ ہزار داستان کی طرح ترنم ریز ہوں، اور اشتیاق کی آگ عالمِ سرائر میں مشتعل ہو اور طیورِ فکر فضائے عظمت میں انتہائی پرواز کے باعث بے بال و پر ہوجائیں، اور بڑے بڑے اہل عقل وادیِ معرفت میں پیہم گم ہوتے رہیں، اور عقل وخرد کے ستون ہیبت وجلال کے صدمے سے لرز جائیں، اور عزائم کی کشتیاں مَاقَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (یعنی انھوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جو اس کا حق ہے) کے سمندروں میں وَ ھِیَ تَجْرِیْ بِھِمْ فِیْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ (یعنی اور وہ کشتی انھیں موجوں میں پہاڑ کی طرح لے کر تیر رہی تھی) کی ہواؤں کے ساتھ حیرت کی موجوں میں ہچکولے کھانے لگیں یا مٹنے لگیں تو یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ (یعنی وہ انھیں چاہتا ہے اور وہ اُسے چاہتے ہیں) کے دریائے عشق کی موجیں متلاطم ہوتی ہیں۔ ہر ایک بزبانِ حال یہ پکارنے لگتا ہے رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ (یعنی اے پروردگار ہمیں اُتار مبارک اُتارنا اور تو بہترین اُتارنے والا ہے) اور اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِنَّا الْحُسْنٰی (یعنی جن کے لئے ہماری جانب سے اچھائی پہلے ہی سے مقدر ہوچکی ہے) عنایت حاصل ہوتی ہے، اور انھیں فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ (یعنی اچھے ٹھکانے میں) کے ساحلِ جودی پر اُتارتا اور مستانِ بادۂ الست کی مجلس میں پہنچاتا ہے، اور لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِیَادَۃٌ (یعنی نیکی کرنے والوں کے لئے نیک بدلہ اور اس سے زیادہ ہے) کے دسترخوان نعمت کو سامنے

بچھاتا ہے، اور خمخانہ قرب بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ (یعنی پاکیزہ فرشتوں کے ہاتھوں سے) اور وَ سَقَاھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا (یعنی ان کا پروردگار انھیں شراب طہور پلائے گا) کے جامِ وصول کا دَور چلاتا ہے، اور وَ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْماً وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا (یعنی اور جب تم دیکھو گے تو دیکھو گے وہاں نعمتیں اور ملک عظیم) کی حکومت ابدی اور دولت دائمی کا مشاہدہ ہوگا۔ (اخبار الاخیار)

☆☆☆

عزیز من! قلب سلیم پیدا کرتا کہ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ (یعنی اے آنکھ والو! عبرت حاصل کرو) کے رموز معلوم ہوسکیں، اور کمال آخرت کو حاصل کرتا کہ سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْ اَنْفُسِھِمْ (یعنی ہم انھیں اپنی نشانیاں دنیا میں اور ان کے نفوس میں دکھائیں گے) کے دقائق کا ادراک کر سکے، اور یقین صادق پیدا کرتا کہ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ (یعنی ہر چیز اللہ کی حمد و تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے) کے شواہد معرفت کو دل کی آنکھوں سے دیکھے، اور وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ (یعنی جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو میں قریب ہوں ہر دعا مانگنے والے کی دعا کو جب وہ پکارے قبول کرتا ہوں) کے اسباب وصول سامنے آئیں، اور اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (یعنی کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو بس یوں ہی بیکار و بے مقصد پیدا کر دیا ہے اور تم ہمارے پاس واپس نہ آؤ گے) کے تازیانہ کے باعث وَیُلْھِھِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ (یعنی انھیں غافل کر دیا آرزوؤں نے سو عنقریب انھیں پتہ چل جائے گا) کے خواب غفلت سے بیدار ہو، اور وَمَا لَکُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ (یعنی اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے نہ مددگار) کے مضبوط حلقہ کو ہاتھ سے پکڑو، اور فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ (یعنی اللہ کی طرف دوڑو) کی کشتی میں سوار ہو، اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (یعنی میں نے جن اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے) کے دریائے معرفت میں مردانہ وار غوطہ زنی کرو، پھر اگر گوہر مطلوب ہاتھ آگیا تو فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْمًا (یعنی زبردست کامیابی حاصل کی) اور اگر اسی طلب میں جان جاتی رہی تو فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ (پس تحقیق اس کا اجر اللہ

کے یہاں واقع ہو گیا) (اخبار الاخیار)

☆☆☆

اے عزیز! جب اَللّٰهُ يَجْتَبِىْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ (یعنی اللہ جسے چاہتا ہے اپنا منتخب بنالیتا ہے) کے جذبات کی فوجیں ولایتِ دل پر حملہ کرتی ہیں اور نفسِ امارہ کی خواہشات کو وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (یعنی اللہ کی راہ میں مکمل طور پر جہاد کرو) کی ریاضت کے لگام سے مطیع و مسخر بنا دے، اور فرعونوں اور جابروں کو مجلسِ تقویٰ میں مجاہدہ کی زنجیروں میں کشاں کشاں لے آئے تو آرزوؤں کو وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ (یعنی اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) کے طوق میں جکڑ کر باہر کر دے، اور وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (یعنی جو ذرہ برابر نیکی کرے گا تو اُسے دیکھ لے گا) کے تازیانہ سے افعال ارادی و اختیاری کو سزا دے، اور رسوم و عادات کی تعمیروں اور تلبیس طاعات کے ستونوں کو درمیان سے بالکل نکال دے اور زبان حال سے اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً (یعنی بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر دیتے اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں) کی صداقت کا اعلان کرنے، اور جب صفائے دل کی پسندیدہ زمین شہوات کی کدورتوں سے گذر جائے، اور وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (یعنی جو اسلام کے علاوہ دوسرا دین چاہے وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا) سے صاف و شفاف ہو جائے، اور گلستانِ روح مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ (یعنی جسے اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت یافتہ ہے) کی نسیم الطاف سے سراسر معطر ہو جائے، اور اوراقِ سرائر پر اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (یعنی اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان نقش فرما دیا) کے نقوشِ لطائف تحریر ہوں تو شہود يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ (یعنی جس روز یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی) صفت حال ہو جائے اور شوق کے پہاڑ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا کی طرح ہوا میں اڑ جائیں، اور زبانِ حال کہے وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِىَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (یعنی تم پہاڑوں کو جما ہوا سمجھ رہے ہو حالاں کہ وہ تو بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں) عشق کا اسرافیل صور پھونک رہا ہے، اور فَصَعِقَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِى الْاَرْضِ (یعنی تمام زمین و آسمان والے مدہوش ہو جائیں گے) کی تجلی کی تاثیر ظاہر ہو رہی

ہے، اور اقبال لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (یعنی انھیں عظیم گھبراہٹ کا کوئی غم نہ ہوگا) کا نقیب آ کر ان کو قرار و رسوخ دے رہا ہے، اور فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (یعنی قدرت والے بادشاہ کے پاس اچھے ٹھکانے میں) کے علیین کی طرف بلا رہا ہے، اور رضوانِ جنت بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ (یعنی آج تمہارے لئے بشارت ہے) کی صدا لگا کر جنت نعیم کے دروازے کھول کر کہتا ہے سَلَامٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ (یعنی تم پر سلام، تم کو مبارک ہو، سو جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ) اور وہ لوگ کہتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ (یعنی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے وعدہ کو سچا کر دیا اور ہمیں جنت عطا فرمائی کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں، سو عمل کرنے والوں کا یہ اچھا بدلہ ہے) (اخبار الاخیار)

☆☆☆

عزیز من! وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِهٖ (یعنی خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے نہ پڑو کہ راہِ حق سے بھٹک جاؤ گے) جیسی خواہشات سے اعراض کر، اور وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (یعنی ان کی اطاعت نہ کرو جن کے دل ہمارے ذکر سے غافل ہیں) کے مطابق مواقع غفلت سے باز آ، اور فاسق و فاجر کی صحبت اختیار نہ کر کہ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (یعنی جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہیں ان کی ہلاکت ہے) اور اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ۔ (یعنی اپنے پروردگار کی بات مانو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جو ٹل نہیں سکتا) کے منادی کی اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (یعنی کیا ابھی ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر اللہ کے لئے جھک جائیں) کی ندا گوش ہوش سے سنیں، اور اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى (یعنی کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا) کی تنبیہ کی وجہ سے تمام رات خوابِ غرور سے بیدار رہ کر وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (یعنی تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے اللہ سے دھوکہ بازی) اور اہل حضور کے مراتب کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جنھیں اللہ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت) معلوم کرتا رہ، اور کعبۂ مقصود حاصل کرنے کے لئے سر کے پاؤں بنا کر دشتِ سر میں یکسو ہو جا وَ تَبَتَّلْ

اِلَیۡهِ تَبۡتِیۡلاً (یعنی اس کی طرف یکسو ہو جا)۔ اس کے بعد قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرۡهُمۡ (یعنی آپ کہہ دیجیے کہ صرف اللہ، پھر باقی کو چھوڑ دیجیے) کی تجرید کر کے وَ اُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰهِ (یعنی میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں) کی تفویض کی سواری پر سوار ہو کر اہلِ صدق کہ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (یعنی سچوں کے ساتھ رہو) کے قافلہ کے ساتھ مسافر ہو جا، اور آرائش دنیا کے مساکن کو کہ اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ زِیۡنَةً لَّهَا (یعنی جو کچھ زمین پر ہے اسے ہم نے زمین کی زینت بنا دیا) عبور کرتے ہوئے مہالک فتنہ کے کہ اِنَّمَا اَمۡوَالُکُمۡ وَ اَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَةٌ (یعنی تمہارے مال و اولاد فتنہ ہیں) کے راستوں میں سلامتی کے ساتھ ہدایت کی شاہراہوں کہ اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡکِرَةٌ فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیۡلاً (یعنی یہ نصیحت ہے سو جو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے) کو سامنے رکھ، اور زبان اضطرار سے کہ اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (یعنی کیا کوئی ہے جو مضطر و مجبور کی دعا کو قبول کرے) تضرع وزاری کے ساتھ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ (یعنی ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما) کے دسترخوان پر عنایت قدیم اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (یعنی اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے) کے مبشر کے ہمراہ تحیت سَلٰمٌ قَوۡلاً مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ (یعنی سلام ہو یہ بات پروردگار رحیم کی جانب سے ہے) کی بشارت کے ساتھ آگے بڑھتا رہ، اور نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتۡحٌ قَرِیۡبٌ (یعنی اللہ کی مدد اور قریبی فتح حاصل ہوگی) کی سواری پر سوار ہو کر فَانۡقَلَبُوۡا بِنِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضۡلٍ (یعنی وہ اللہ کی نعمت اور فضل و کرم کو لے کر واپس آئے) کی بارگاہِ خلد کا داعی ہو، ہر طرف سے عزت و وصال کی ہوائیں چلنے اور ساقیانِ غیب کے ہاتھوں سے شرابِ محبت کے جام چلنے کا مشاہدہ ہو، اور اِنَّ هٰذَا کَانَ لَکُمۡ جَزَآءً وَّ کَانَ سَعۡیُکُمۡ مَّشۡکُوۡرًا (یعنی یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کوشش بارآور ہوئی) کی صدائیں بلند ہوں، اور اس مقام انس میں وَ کَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰی تَکۡلِیۡمًا (یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام فرمایا) کی بات شروع ہو، اور فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی) کا دیباچہ طولانی ہو اور چشم بصیرت کا نور وَ خَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا (یعنی موسیٰ بیہوش ہو کر نیچے آ گرے) کی سکرات حالات کی خبر دے، اور وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (یعنی بہت سے چہرے اس روز تروتازہ، اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے) کا مشاہدہ

کرے، اور اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے زبان حال سے لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَ ھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ (یعنی نگاہیں اسے نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے) کہہ کر بینا ہوجائے۔(اخبار الاخیار)

محبوب سبحانی سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ علم وفن، فضل و کمال، تبحر و تفقہ، تدین و تقوی، اخلاص و انابت، گویا ہر لحاظ اور ہر جہت سے جامعِ شریعت وطریقت اور مرجع علماوخواص وعوام تھے۔ علماوفضلا کی جبینِ نیاز اور اولیاوصالحین کا سر عقیدت ان کے سامنے خم تھا۔ اور آج تک آپ کی ولایت و بزرگی اور محبوبیت و مقبولیت کا شہرہ شرق وغرب کے اہلِ ایمان واسلام کے درمیان عام ہے۔

آپ نے زندگی بھر توحید ورسالت کی دعوت دی۔ عبادت واطاعت ربانی کا پیغام دیا۔ اپنے مواعظ حسنہ ومکاتیب مبارکہ کے ذریعہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے قلوب کی اصلاح وتطہیر کی۔ اپنے پُر اثر کلمات طیبات سے توحید وعبادت وطاعتِ الٰہی کا وہ درس دیا کہ بعد کے ادوار میں اس کی کہیں کوئی نظیر ومثال نظر نہیں آتی۔

اللہ جل مجدہٗ کی وحدانیت، اس کے رسول کی رسالت، ان کے احکام و ارشادات کی تعمیل کا پیغام عملی طور پر بندگانِ خدا کے سامنے پیش کرنا ہی آپ کا مطمح نظر اور حاصل زندگی ہے۔ جس کے چند علمی وتحریری نمونے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ جن اصحاب علم وتحقیق کو متن اور اصل حوالے کی ضرورت ہو وہ حضرت محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کتاب ''فتوح الغیب'' ''الفتح الربانی'' اور آپ کے احوال وواقعات پر لکھی گئی معروف ومستند کتاب ''بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار'' اور ''قلائد الجواہر فی المناقب الشیخ عبدالقادر'' کی طرف رجوع کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدِ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ (بزرگ وبرتر عرش والا جو چاہتا ہے سو کرتا ہے) وہ اپنی قدرت اور اعیان اور تغیر و تبدلِ احوال میں متفرد ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ (ہر روز اس کی نئی شان ہے)

جو کچھ اس نے مقدور کردیا وقت مقررہ پر اسے جاری کرتا ہے۔ اس کی تدبیرِ مملکت میں کوئی اس کا معین و مددگار نہیں۔ عالم الغیب ہے۔ متناہی اور محدود نہیں۔ قادر مطلق ہے۔ اس کی قدرت کی کوئی حد نہیں۔ مدبر ہے۔ اس کا کوئی ارادہ ناقص نہیں۔ یاد

رکھتا ہے بھولتا نہیں۔ قیوم وخبیر ہے اور اسے غفلت وسہو نہیں۔ حلیم اور بردبار ہے کہ جلدی نہیں کرتا۔ گرفت کرتا ہے تو پھر مہلت نہیں دیتا۔ کشائش کرتا ہے اور تنگی بھی کرتا ہے غضب فرماتا ہے اور نرمی بھی کرتا ہے۔ وہ ایسا قادر ہے کہ اپنے بندوں کو کامل الوصف پیدا کیا ہے۔ وہ ایسا پروردگار ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے افعال اپنے حسب ارادہ ان سے جاری کرائے۔ اس کا علم علمِ حقیقی ہے۔ نہ کوئی اس سے مشابہ ہے نہ کوئی اس کی مثال۔ نہ کوئی اس کی ذات میں اس سے مشابہ ہے نہ صفات میں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ اس کی مثل کوئی شے نہیں، وہ سمیع وبصیر ہے۔ ہر شَی کا قیام اس کے قیام سے اور ہر ایک کی زندگی اسی کی حیات سے مستفاد ہے۔ مگر فکر اس کی عظمت وجلال کے میدان میں تھک کر گر جائے اور نورِ تعظیم وجلال کی شعاعیں چمکنے لگیں۔ جس سے نہ تو تنزیہہ کی کوئی مثال سمجھ میں آئے اور نہ توحید کے سوا کوئی راہ نظر آئے اور تقدیس وتنزیہہ کی عظمت کے سامنے ہو کر تقریر کو پست کر دے۔ عقلیں اس کی ردائے معرفت میں پیچیدہ ہو کر رہ جاتی ہیں اور آگے نہیں بڑھ سکتیں کہ اس کی کنہِ ذات کو دریافت کر سکیں۔ اور آنکھیں اس کے نورِ بقا کے سامنے بند ہو جاتی ہیں اور ان کی احدیت کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے نہیں کھل سکتیں۔ علوم وحقائق ومعارف کی انتہا اور اس کی غایتیں ہاتھ باندھ کر کھڑی رہ جاتی ہیں۔ تمام قویٰ بیکار رہ جاتے ہیں اور جناب حضرت القدس سے انھیں ہیبت طاری ہوتی ہے جو تمام علل کو معدوم کر دیتی ہے۔ کیفیت اور مثلیت کسی طرح سے اس کی تقدیس وتنزیہہ میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ وہ اپنی صفات سے خلق پر ظاہر ہے تا کہ اسے وہ ایک جانیں اور اس کے وجود کا اقرار کریں، نہ اس لئے کہ وہ کسی شَی سے تشبیہ دیں۔

☆☆☆
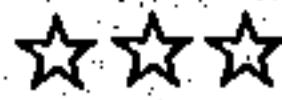
اللہ تعالیٰ باخبر ہے، سننے، دیکھنے اور جاننے والا۔ اس کو کسی سے تشبیہ ہی نہیں دی جا سکتی، وہ تو یکتا ہے۔ وہ اپنی صفت سے ہر واصل کے نزدیک مختلف رنگ میں ہے۔ اس کے جدا جدا راز ہیں۔ دوسروں کے راز وہ ایک دوسرے پر ظاہر نہیں کرتا۔

☆☆☆

تمام چیزیں اللہ ہی کے حکم سے متحرک یا ساکن ہیں۔ ہر شَی اللہ کے اندازے پر قائم ہے۔ وہ مؤخر اور مقدم کو خوب جانتا اور سمجھتا ہے۔ اللہ کی رحمت یا اس کے ارادے کو

کوئی روک نہیں سکتا۔ لیکن بندے کی سرکشی عذاب کو دعوت دیتی ہے اس لئے بندہ شکایت سے مبرا رہے۔ اللہ کی شکایت تو زیب ہی نہیں دیتی، وہ تو سب سے زیادہ مہربان، نرمی کرنے والا اور رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں پر ظلم روا نہیں رکھتا۔ وہ بیٹے پر ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔

اللہ ہر چیز کو تم سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔ ممکن ہے جو چیز تمہارے نزدیک اچھی ہو وہ خدا کے نزدیک بُری اور جو تمہارے نزدیک بُری ہو وہ خدا کے نزدیک اچھی ہو۔ یہ تم نہیں جانتے۔ خدا ہی کے دائرۂ علم میں ہے کہ کیا بُرا ہے اور کیا بھلا ہے؟ جو چیز تم پر نازل ہو اس میں شرع مطہر کی پیروی کرو۔ امرِ الٰہی سے تجاوز نہ کرو۔ فعلِ الٰہی پر راضی ہو جاؤ۔ اپنے نفس کا کہا ترک کر دو۔ اس طرح اللہ حفاظت کرے گا اور نقصان اور زیان سے محفوظ رکھے گا، اور خطائیں بھی معاف فرما دے گا۔

☆☆☆

حق تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ کہ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ جب تیری بندگی صحیح ہو جائے گی تو وہ تجھ سے محبت فرمائے گا اور اپنی محبت تیرے قلب میں قوی کر دے گا اور تجھ کو اس سے مانوس بنا دے گا اور تجھ کو بغیر مشقت اور بغیر اس کے کہ تیرے اندر غیر اللہ کی خواہش باقی رہے اپنا مقرب بنا لے گا۔ پس تو ہر حال میں اس سے راضی رہے گا۔ پھر اگر وہ تیرے اوپر زمین کو باوجود اتنی وسعت کے تنگ اور دروازوں کو باوجود اتنی فراخی کے بند بھی کر دے گا تو تُو نہ اس پر غصہ ہو گا اور نہ غیر کے دروازے کو طلب کرے گا۔

☆☆☆

خدا کے علاوہ دوسروں پر بھروسہ کرنے سے تم خدا کی نعمت سے محجوب کر دیئے گئے۔ تم نے کسبِ حلال کے مسنون طریقوں سے سرکشی اختیار کی اس لئے تمہارے درمیان مخلوق ہی ایک حجاب بن گئی۔ تم لوگوں کے سامنے دستِ سوال لے کر گئے اور خدا کے فضل کو بھول گئے، اس حال میں بندہ شرک کرتا ہے اور پھر اگر تو اس سے توبہ کر لے گا تو خدا تمہارا رزاق ہو جائے گا۔ وہی خیر الرازقین ہے۔ وہی سب کے لئے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ اسی کے دم سے رونقیں ہیں۔ اللہ اپنے فضل سے روزی پہنچاتا ہے اس لئے

روزی کے لیئے اللہ ہی کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔ غیر سے بے نیاز کر دینے والا صرف اللہ ہی ہے۔ تیرے دل میں منشائے ایزدی ہی موجزن ہوگی، تیرا اپنا ارادہ کچھ نہیں ہوگا، اس طرح تیرا حصہ تجھ تک پہنچتا رہے گا۔ اس پر اللہ کا تجھے شکر ادا کرنا چاہیے۔

جب تیرے دل سے غیر اللہ کا سایہ دُور ہو جائے گا تو تُو اللہ کے قریب ہو جائے گا۔ تیرا علم وایقان اسرارِ الٰہی کی حفاظت میں فروغ پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تجھے تیرے حصے کی خبر کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ میری طلب کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہ پر گامزن کر دیتے ہیں۔ خدا کی راہ گرد و غبار سے پاک، آفتاب کی طرح روشن اور واضح ہے۔ اس کا فرمایا تمام لذائذ سے برتر ہے۔ اس کی پیروی میں شر کے وساوس نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ معبود ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ اپنے پیاروں کو انھیں خوبیوں سے اپنے فضل کے ساتھ نوازتا ہے۔

☆☆☆☆

تمہاری ہرگز یہ شان نہیں ہے کہ تم اپنے رب سے ناراض ہو کر اس پر بہتان طرازی اختیار کرو یا اس پر معترض ہو کر اس کی جانب رزق وغنا اور کرب و بلا کے سلسلے میں ظلم کو منسوب کرو۔ کیوں کہ تمہیں اس چیز کا اچھی طرح علم ہے کہ ہر شئے کا ایک وقت معین ہے اور ہر بلا و مصیبت کی ایک انتہا ہے جس میں تقدیم و تاخیر کی قطعاً گنجائش نہیں ہے اور نہ کبھی مصائب کا وقت تبدیل ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ تکلیفیں راحتوں میں تبدیل ہو سکتی ہیں اور نہ فقر و احتیاج تونگری سے بدل سکتے ہیں۔ لہٰذا خاموشی کے ساتھ آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے صبر و رضا سے کام لے کر اپنے رب کی موافقت اختیار کرو اور اس کے افعال میں بہتان طرازی اور ناراضی سے توبہ کرو۔ کیوں کہ بارگاہِ خداوندی میں بندوں کی طرح ایک دوسرے سے بدلہ لینے اور بغیر کسی گناہ کے انتقام لینے کا کوئی گذر نہیں ہے اس لیئے کہ ذاتِ باری ازل ہی سے منفرد ہے اور اس نے تمام اشیاء کو بعد میں تخلیق فرمایا اور ان کے سود و زیاں کی تخلیق بھی بعد ہی میں فرمائی۔ اور اس کو ابتدا اور انتہا کا علم ہے۔ وہ اپنے افعال میں اس درجہ صاحبِ حکمت ہے کہ نہ تو اس کے افعال میں کسی قسم کا تناقض ہوتا ہے اور نہ وہ عبث و بے سود ہوتے ہیں اور نہ وہ کسی شے کو باطل ولغو تخلیق کرتا ہے۔ لہٰذا تمہارے لیئے یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ اس کے افعال میں نقص نکال کر ان کو قبیح کہنے لگو۔

فراخی کا اس وقت تک انتظار کرتے رہو جب تک تم اس کی موافقت و رضا کے لئے عاجز نہ ہو جاؤ اور مقررہ میعاد پوری نہ ہو جائے۔ کیوں کہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا یا زمانہ کا گذرنا اور مدت کی تکمیل خود تبدیلیِ حالات کے آئینہ دار ہیں۔ جس طرح گرمیوں کے خاتمے سے سردیوں کا افتتاح ہوتا ہے یا رات کا اختتامِ نمودِ سحر کا پتہ دیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر تم دن کی روشنی کو مغرب اور عشاء کے مابین تلاش کرو گے تو اس کا حصول ناممکن ہوگا۔ بلکہ رات کی تاریکیوں میں مزید اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اور جب تاریکیاں دم توڑ دیں گی تو نمودِ سحر کے ہمراہ دن کی روشنی میں بھی تاریکی شب کی تمنا کرنے لگے تو وہ بھی تمہیں حاصل نہ ہو سکے گی۔ کیوں کہ تمہاری یہ طلب غیر وقت میں ہوگی اور تم اپنی بیجا خواہش کی وجہ سے نادم و سرگرداں ہو کر رہ جاؤ گے۔ لہٰذا تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ ایسی چیزوں کا تصور اپنے قلب سے نکال کر اپنے رب سے توافق و حسن ظن کا طریقہ اختیار کر لو۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو چیز تمہارے نصیب کی ہے وہ تم سے ہرگز سلب نہیں کی جائے گی اور جو چیز تمہارے مقدر کی نہیں ہے وہ تمہیں کبھی حاصل نہ ہوگی۔

☆☆☆

تمام امور اللہ کو سونپ دے، اللہ کے ارادے کے سوا کسی ارادے کو قبول نہ کر، خواہش سے پرہیز کر، خواہش اور آرزو بے وقوفوں اور احمقوں کا جنگل ہے۔ اس جنگل میں ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لئے ہمیشہ اپنے پروردگار کے حکم کی حفاظت کرتے رہنے میں ہی عافیت ہے۔ کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ شرک صرف بت پرستی نہیں بلکہ خواہشاتِ نفس کی پیروی بھی شرک ہی ہے۔ ہمیشہ حق کی جستجو کرو۔ اگر خدا اپنی رحمت سے کوئی رتبہ بخش دے تو اس کا چرچا نہ کرو کیوں کہ حالات تغیر پذیر رہتے ہیں اور اللہ کی ہر آن نئی شان ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی ذات بندے اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہے۔ ممکن ہے کہ اگر تم کسی خواہش میں آ کر کوئی آرزو کرو تو اللہ کا قانون حالات ہی کو بدل دے پھر تمہیں شرمندہ ہونا پڑے اس لئے بہتر یہی ہے کہ خواہش اور آرزو سے اجتناب کرو۔

اگر کوئی رحمت اور برکت برقرار رہے تو اسے اللہ کی طرف سے جان کر شکر ادا کرو کیوں کہ اللہ ہی ہر شئے پر قادر ہے۔ اللہ کو اپنی قدرت میں کامل سمجھو۔ رسول اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنی آیات مختلف طریقوں سے اتاری گئیں، اور کشف و معرفت کی ہر دوسری حالت اپنی پہلی حالت سے اعلیٰ وارفع ہوا کرتی تھی، اور ہاں جب کبھی التوا اور حجاب وارد ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استغفار سے کام لیا کرتے۔ استغفار تطہیر و تدوینِ ذات اور جلائے قلب کا موجب بنتی ہے۔ استغفار ہی بندے کا بہتر حال ہے۔

توبہ اور استغفار ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی میراث ہیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنا ارادہ اور خواہش اجاگر کی تو خدا نے حالات بدل دیئے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو جب اس کا احساس دلایا گیا تو انھوں نے بھی استغفار سے کام لیا کہ "اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ اور اب اگر تو ہمیں معاف نہیں فرمائے گا تو ہم دائمی خسارے میں رہیں گے۔" پھر اللہ رب العزت نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا اور انھیں شعور و آگاہی بخشی۔ اور توبہ کے اسرار ان پر منکشف کیے۔ اس طرح انھیں دنیا میں رہنے کی جگہ ملی۔ اس میں ان کی اولاد بھی رہنے لگی۔ پس بندے کو ہر حال میں نیازمندی اور استغفار کو اپنانا چاہیے کہ یہ پیغمبرانہ وصف ہے۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی مشیت ہمیشہ جاری ہے۔ اس کا فرمان اور اس کی ملک باقی ہے۔ اس کا صریح حکم عدل ہے اور عدل سے کسی کو مفر نہیں اس لئے اللہ سے شرک نہ کرو۔ شرک ایک قلبی بیماری ہے اور سراسر بربادی ہے۔

اللہ کے دین میں کوئی بات اپنے نفس کے ارادے اور حوالے سے نہ کہو۔ ایسی بات اللہ پر تہمت لگانے کے برابر ہے۔ ایسی تہمت تمھیں ہلاک کر دے گی۔ تمہارا دل سیاہ ہو جائے گا۔ تم پر شیطان غالب ہو جائے گا۔ اگر تم نے پھر اپنے اس ارادے کو نہ بدلا تو اللہ کا عذاب تمہارا تعاقب کرے گا اور وہ عذاب طویل ہوگا۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کسی بھی حال میں شرک گوارہ نہیں کرتا۔ اس کے نزدیک ذکر و عبادت ہی افضل ہے۔ اس کی ذات میں کسی قسم کا ظلم نہیں ہے اور وہ اپنے ہر فعل میں دانا ہے۔ اس کے اعمال و احکام میں کوئی تضاد نہیں۔ اس کے کسی کلام میں کذب نہیں۔ اس کا کوئی فعل

بے مقصد نہیں۔

لازم ہے کہ تو خلوص دل سے اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے۔ اللہ بندے کی دعا سنتا ہے اس لئے بندے کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے رب سے ہی ہر چیز طلب کرے۔

اللہ اپنے مخلص بندوں کے ساتھ ہے اور وہ ان پر ہمیشہ نگاہِ رحمت رکھتا ہے اس لئے تم بھی غیر اللہ سے اپنا دل خالی رکھو۔ اپنے رب کی عبادت محویت اور یک سوئی سے کرو۔

عبادت میں یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے اس لئے عبادت خلوصِ دل سے کرو اور اپنے رب سے دعا و التجا کرو۔ اللہ تمہیں نعمت عطا فرمائے تو اس پر حمد اور شکر بجا لاؤ۔ شکر ادا کرنے سے اللہ اپنی نعمتوں میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ رزق میں وسعت پیدا کر دیتا ہے۔

☆☆☆

تم خدا کے فضل و رحمت سے اس لئے محروم کر دیئے گئے ہو کہ تم نے مخلوق و وسائل پر صنعت و کسب پر اور دوسرے طریقوں پر اعتماد کر لیا ہے اور یہ مخلوق تمہارے مابین اس لئے سدِ راہ بن گئی ہے کہ تم نے اکلِ حلال اور مسنون طریقے سے کسب کرنے کو ترک کر دیا ہے۔ لہٰذا جب تک تم مخلوق سے منسلک رہتے ہوئے لوگوں کے در پر سائل بن کر ان کی جود و عطا کے چکر میں پڑے رہو گے اس وقت تک تمہارا شمار خدا کے ساتھ شرک کرنے والوں میں ہوتا رہے گا اور تمہیں اس چیز کی سزا دی جائے گی کہ تم نے مسنون طریقے سے اکلِ حلال کیوں حاصل نہیں کیا جو کہ تمہارے اوپر واجب تھا؟

پھر جب تم مخلوق سے کنارہ کش ہو کر اور شرک سے تائب ہوتے ہوئے کسب کی جانب رجوع کر کے اس پر توکل و طمانیت اختیار کر لو گے اور فضل خداوندی کو فراموش کر دو گے تو اس وقت بھی تم ارتکاب شرک کرنے والا سمجھے جاؤ گے فرق صرف اتنا ہو گا کہ یہ شرک پہلے شرک سے زیادہ خفی ہو گا اور اس پر بھی تم خدا تعالیٰ کے ہاں مستوجب عقوبت ہو گے اور تمہیں خدا کے فضل اور بلا واسطہ نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔

پھر جب تم اس شرک خفی سے بھی تائب ہو کر اپنے درمیان سے اس کو خارج کر دو گے تو اس وقت تم مشاہدہ کر سکو گے کہ خدا کی ذات کے سوا کوئی رزاق نہیں اور صرف وہی مسبب الاسباب ہے اور قوتِ کسب عطا کرنے والا ہے۔ وہی نیکیوں کی توفیق

دینے والا ہے اور اس کے دستِ قدرت میں ہمیشہ رزق رہتا ہے۔ وہ بھی تو مخلوق کے ذریعہ ابتلاء کے طور پر رزق پہنچاتا ہے تاکہ تم ریاضت کی حالت میں بھی دوسروں کے دستِ نگر رہو اور کبھی کسب کے ذریعہ معاوضہ کے طور پر عطا کرتا ہے اور کبھی محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے تاکہ تمہاری نظریں وسائل و اسباب پر نہ پڑ سکیں۔

ایسی حالت میں اس کی جانب رجوع کرتے ہوئے تمہیں جھک جانا چاہیے تاکہ تمہارے اور اس کے فضل و کرم کے مابین جو حجاب حائل ہوں وہ رفع ہو جائیں۔ پھر تمہیں تمہارے حال و حاجت کے مطابق ہی غذا مہیا ہوتی رہے گی جس طرح ایک محبوب و رفیق طبیب اپنے مریض کے لئے غذا تجویز کیا کرتا ہے۔ اور یہ صرف خدا ہی کا فضل ہے کہ وہ تمہیں اپنے سوا کسی کا بھی محتاجِ توجہ نہیں بناتا تاکہ تم اس کے فضل پر راضی برضا رہ سکو۔

☆☆☆

خدا اگر کوئی مرتبہ بخشے تو اس پر باادب اور شکر گذار ہونا بندے کا فرض ہے۔ اس مرتبے سے اعلیٰ و ادنیٰ اور اثبات و بقا اور تغیرِ حال کی آرزو نہ کرو کیوں کہ اس میں بندے کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ محض آرزو کر کے ناشکری کے اظہار سے اپنے آپ کو پراگندہ نہ کرو۔ ناشکری باعث ندامت ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس کے منفی اثرات باعثِ ذلت ہوتے ہیں۔ ترقی اور مراتب کے لئے عملِ صالح کی جستجو میں لگے رہو۔ اور پھر اگر خدا وہ مقام عطا فرما دے تو اس کی حفاظت کی جائے۔ یہ مقامات اور احوال اولیاء اللہ اور ابدال کے لئے مخصوص ہوتے ہیں۔

☆☆☆

اللہ جب تجھے مال عطا فرمائے اور تُو مال کے باعث اللہ کی عبادت سے غافل ہو جائے تو ایسی صورت میں اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمہیں اپنے قرب سے محجوب کر دے گا۔ اور ممکن ہے وہ مال بھی تم سے چھن جائے اور خدا تیرا حال بھی بدل دے۔ منعم کی نعمت کا چھن جانا بہت بڑی سزا ہے۔ لیکن اگر تو اللہ کی عبادت کرتا رہے گا تو وہ اپنی نعمت میں کوئی کمی نہیں کرے گا بلکہ اللہ آخرت میں بھی تمہیں بزرگی بخش دے گا۔ تو پھر جنت الماویٰ میں صدیقوں، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہو گا۔

☆☆☆

اے گرفتارِ نفس! تو جو یانِ حق کی ہم پائیگی کا مدعی ہے کہ تو خواہش کا غلام ہے۔ تجھے دنیا کی طلب اور رغبت ہے۔ تیرا قلب تو زمین کے رہنے والوں کے ساتھ ہے لیکن تو نہیں جانتا کہ جو یانِ حق کا قلب رب العرش کے ساتھ ہے۔ تو عالم ظاہر میں قید ہے لیکن وہ پاک باز اس دنیا سے بالاتر ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اللہ کا قانون جسے جو چاہتا ہے دیتا ہے۔ انھوں نے رضا کو مانا اور طاعت اختیار کی، طاعت اور بندگی ہی ان کی غذا بن گئی۔ ان لوگوں کے لئے دنیا سے بے رغبت ہونا جنت ہو گیا۔ دنیا ہی جنت بن گئی کیوں کہ وہ دنیا بنانے والے کو نگاہ میں رکھتے ہیں۔ ان کو دنیا کے مالک نے ایک اہم مقام بخش دیا اور ان کے دم قدم سے دنیا کو قرار اور ثبات بخشا۔ وہ سب سے عمدہ اور مستحسن مخلوق ہیں۔ خدا نے انھیں ترقی دی، ان پر رحمتیں اور برکات نازل کیں اور پھر انھیں آسمان اور زمین کی طرح قائم اور محکم کر دیا۔ وہ زمین اور آسمان کی طرح سلامت اور بابرکت رہیں گے۔

☆☆☆

جو کچھ تیری قسمت میں ہے وہ تیری طلب کے بغیر تجھے مل جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی مصیبت تیری قسمت میں لکھی ہے تو وہ تجھ تک پہنچ کر رہے گی۔ ان کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا ہی تیری اطاعت ہے۔ خدا کی خوشنودی کی خاطر مصائب کو بھی نعمت سمجھو۔ اپنے پروردگار کی خوشنودی میں فنا ہو جانا خدا کے قرب کا موجب ہے۔ اگر تو خدا کی خوشنودی کو افضل جانے گا تو تیرا مقام شہدا، صالحین اور صدیقین میں ہوگا۔ بلا کی پرواہ نہ کرو، وہ آتی ہے تو آنے دو۔ بلا کے راستے میں دعا کو حائل نہ کرو۔ اس کا عذاب دوزخ کی آگ سے تو زیادہ نہیں ہے؟ یہ بلا تجھے ہلاک کرنے نہیں بلکہ آزمانے کے لئے آئی ہے۔ اس آزمائش سے تیری بنیاد قوی ہوگی اور پھر تجھے یہ مراتب بخش دے گی۔ اگر تو صبر کرے گا تو تمہارا ایمان ثابت ہوگا۔

جب خدا کا حکم تیرے پاس پہنچے تو اسے غور سے سن۔ اسے ماننے پر آمادہ ہو جا۔ اگر کوئی مجبوری ہو تو اللہ کی پناہ طلب کر۔ ایسے اعمال اور ایسی چیزیں کہ جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے برگشتہ کریں، ان سے پرہیز کر۔ جو چیزیں تجھے اللہ کی نظر میں کمتر کریں ان سے دور رہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شئی غیر اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے صرف اپنے لئے پیدا کیا کہ تو دوزخ کی ایسی آگ کہ جس میں پتھر پگھل جائیں گے اس سے پناہ مانگ۔ اس مقام سے

اگر کوئی اپنے اعمال کی تلافی کے لئے دوبارہ آنا چاہے گا تو نہیں آسکے گا اس لئے اپنے نفس پر رحم کھا۔ جو علم، عقل، ایمان اور معرفت تجھے عطا کی گئی ہے، اسے صرف طاعتِ حق کے لئے استعمال کر۔ نور کی دعا کر۔ اوامر ونواہی پر قائم ہو جا۔ دنیا و آخرت میں امرِ حق کے ساتھ قناعت اختیار کر۔ خدا کا حکم تمام اعمال پر سب سے فائق سمجھ، اس طرح تیری اپنی رضا رضائے الٰہی کے تابع ہو جائے گی۔

اور خدا جس سے منع کرے تو اس کے لئے ہرگز تیار نہ ہو، تیرے تمام حواس اس کے مقابل میں بے حس ہو جائیں، تیرا سننا، دیکھنا، کھانا، پینا، چلنا پھرنا اور تیری تولیدی قوتیں سب سلب ہو جائیں، یوں محسوس ہو کہ تو ان خواہشات کے سامنے بے جان و مردہ ہے۔ ایسے موقعوں کے لئے تیری عقل بھی کوئی راہ نہ دکھاتی ہو۔ لیکن جب اللہ کا فرمان تجھے پہنچے تو تُو اسے ماننے میں حیل و حجت نہ کرے، الٹا اسے بچے۔ دونوں صورتوں میں تمہارے لئے یہی علاج اور یہی دوا ہے۔ امراض اور خواہشاتِ نفسانی کا انھیں سے علاج کر۔ اور خدا تمہیں ان بیماریوں سے صحت و شفا بخشے گا۔

☆☆☆

محبوب سبحانی سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی خطۂ جیلان (فارس) کے باشندے تھے اس لئے آپ کی اصل زبان فارسی تھی۔ طلب علم کے لئے بغداد مقدسہ پہنچنے کے بعد آپ کی زبان عربی ہو گئی۔ فارسی زبان میں حمدِ باری تعالیٰ کرتے ہوئے آپ عرض کرتے ہیں:

تا ابد یارب زتو من لطفہا دارم امید — از تو گر امید ببرم از کجا دارم امید
ہم فقیرم، ہم غریبم، بیکس و بیمار و زار — یک قدح زاں شربتِ دار الشفا دارم امید
نا امید از تو و از جملۂ خلقِ جہاں — از ہمہ نومیدم، اما از تو می دارم امید
ہم بدم، بد گفتہ ام، بد ماندہ ام، بد کردہ ام — باجودِ ایں خطاہا من عطا دارم امید
منتہائے کارِ تو دائم کہ آمرزیدن است — زانکہ من از رحمتِ بے منتہا دارم امید
ہر کسے امید دارد از خدا، و جز خدا — لیک عمرے شد کہ از تو من ترا دارم امید
محی می گوید کہ خونِ من حبیبِ من بریخت
بعد ازیں کشتن از و من لطفہا دارم امید

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیفی خدمات

مولانا صدر الوری قادری، الجامعہ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

قطب الأقطاب محبوب سبحانی سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرش ولایت کے ایسے مسند نشین تھے جن سے کشف وکرامات اتنی کثرت کے ساتھ صادر ہوئیں جو نا قابل شمار ہیں۔ مشہور مورخ اور فقیہ وادیب عبدالحی بن العماد حنبلی فرماتے ہیں:

کراماته تخرج عن الحد و تفوت الحصر والحد ان کی کرامات حد سے زیادہ ہیں جو شمار سے باہر ہیں [شذرات الذهب-۴/۱۹۹- بیروت]

علم شریعت وطریقت کے ایسے جامع تھے کہ بڑے بڑے فقہا، ادبا اور دیگر ماہرین علم وفن نے آپ کی علمی عظمت وسطوت دیکھ کر زانوئے تلمذ تہ کیا، یہاں تک کہ ہر چہار جانب آپ کا علمی ڈنکا بجنے لگا اور مجمع الفریقین، موضح الطریقین، کریم الجدین، معلم العراقین جیسے عظیم القاب سے یاد کئے جانے لگے۔

یوں تو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چاروں مذاہب مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی، مذہب حنبلی پر کامل عبور حاصل تھا مگر خود سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد ہونا اختیار فرمایا۔ معروف نقاد محدث شمس الدین محمد بن عثمان ذہبی نے درج ذیل الفاظ سے آپ کے تذکرہ کا آغاز کیا:

عن الشیخ عبد القادر الشیخ الامام العالم الزاهد العارف القدوة شیخ الاسلام علم الأولیاء محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی صالح عبد الله بن جنکی دوست الجیلی الحنبلی شیخ بغداد۔ [سیر اعلام النبلاء - ۱۰/۱۸۳]

عظیم تاریخ نگار سمعانی ان الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

کان عبدالقادر من أهل جیلان امام الحنابلة وشیخهم فی عصره فقیه صالح

جیلان والوں میں شیخ عبدالقادر اپنے زمانے میں حنابلہ کے امام اور شیخ اور صالح فقیہ تھے۔[سیر اعلام النبلاء-۱۵/۱۸۵]

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیات میں جہاں خلوت گزینی، ریاضت و مجاہدہ، صحرا نشینی اختیار فرمائی وہیں تدریس، تصنیف، افتا، دعوت وارشاد، وعظ وتذکیر کی بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ زبان فیض سے علم وحکمت کے وہ اسرار ورموز واشگاف کرتے کہ عقلائے روزگار حیرت واستعجاب میں پڑجاتے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا قبول عام عطا فرمایا کہ طالبان شوق اکتساب فیض کے لئے دور دراز مقامات سے رخت سفر باندھ کر پروانہ وار بارگاہ غوثیت میں نچھاور ہوتے اور مانگی مرادیں لے کر واپس ہوتے۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصنیف کے لئے اصول وفروع میں ہر ایک کو منتخب فرمایا۔ دونوں میدان میں آپ کی تصنیفات موجود ہیں۔ حافظ ذہبی رقمطراز ہیں:

ثم انه الله أظهره للخلق وأوقع له القبولا لعظيم نعقد مجلس الوعظ وأظهر الله تعالىٰ الحكمة على لسانه ثم درّس وافتى وصنف في الأصول والفروع. ثم تصدر للتدريس والوعظ وصنف وأملى

پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے انہیں ظاہر فرمایا اور عظیم مقبولیت عطا فرمائی تو مجلس وعظ کا انعقاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر حکمت ظاہر فرمائی پھر تدریس اور افتا کا کام انجام دیا اور اصول وفروع میں تصنیف فرمائی۔[شذرات الذہب-۴/۱۹۹]

فقیہ مورخ عبدالحی بن عماد حنبلی فرماتے ہیں:

پھر مسند تدریس اور منبر وعظ وارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور تصنیفات فرمائیں اور املا کروایا۔

ان سب ارشادات سے یہ امر پورے طور پر ظاہر وباہر ہے کہ سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس طرح وعظ وتذکیر کے ذریعہ گم گشتگان راہ کو نشان منزل دکھا کر منزل مقصود تک پہونچایا اور اپنے بصیرت افروز خطبات کے گوہر آب دار سے زنگ خوردہ دلوں کو صیقل کیا، بالکل اسی طرح اپنی نایاب تدریس سے طالبان علوم نبوت کے سینوں کو علم ومعرفت سے معمور کیا، اور اصول وفروع کے مختلف علوم وفنون میں تصنیف فرما کر تا قیام قیامت امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف تو بے شمار ہیں مگر جن تصانیف کے بارے میں ہمیں علم ہوا ہے، ان کی فہرست کچھ اس طرح ہے، ان میں ان کتابوں کو بھی شامل رکھا گیا ہے جو آپ کے افادات سے وجود میں آئیں۔

(۱) الغنية لطالبی طريق الحق في الأخلاق والتصوف والأداب الاسلاميه،(۲) الفتح الربانی،(۳) فتوح الغيب،(٤) حزب بشائر الخيرات فی الصلاة علىٰ صاحب الأيات البينات،(٥) جلاء الخاطر من كلام الشيخ عبدالقادر،(٦) حزب الرجاء والانتهاء، (٧) الرسالة الغوثية (٨) معراج لطيف المعانی (٩) يواقيت الحكم (١٠) المواهب الرحمانية، (١١) وصايا الشيخ عبد القادر، (١٢) القصيدة اللامية الغوثية، (١٣) سر الاسرار فی التصوف، (١٤) رسائل الشيخ عبدالقادر، (١٥)ديوان الشيخ عبدالقادر، (١٦) كتاب الفيوضات الربانية، (١٧) تنبيه الغبی الی رؤية النبی صلی الله عليه وسلم، (١٨) الرد علی الرافضة، (١٩) حزب عبد القادر الكيلانی، (٢٠) مسك الختام، (٢١) الكبريت الأحمر۔ [الشيخ عبدالقادر الجيلانی للدكتورعبدالرزاق الكيلانی، ص ۳۲ ۔ مطبوعہ مرکز اھل سنت برکات رضا، گجرات]

ان تصانیف کے علاوہ مزید اور تصانیف کے بارے میں مورخین نے ذکر نہیں کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ تاتاریوں نے جب بغداد میں عظیم طوفان برپا کیا، علما کا قتل عام کیا، بغداد کی لائبریریاں جلا کر ان کی راکھ دریائے دجلہ کے سپرد کردی کہ تین دن تک اس راکھ سے اس کا پانی سیاہ ہو کر بہتا رہا۔ اسی فتنے میں وہ کتابیں بھی ان ظالموں نے نذرِ آتش کردی ہوں، بہر حال کتب تاریخ میں جن تصنیفات کا تذکرہ ملا، ان کی فہرست اوپر درج ہوئی۔ اب ان میں کچھ کتابوں پر ہم ایک عبوری نظر بھی ڈالتے چلیں۔

(۱) الغنیۃ لطالبی طریق الحق

اس کتاب کے بارے میں محققین کے درمیان گوکہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہی کی تصنیف ہے یا کسی اور کی؟ چناں چہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ماننے سے

انکار کرتے ہیں، جب کہ جمہور علماء اسے آپ ہی کی تصنیف شمار کرتے ہیں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"کتاب غنیۃ الطالبین شریف کی نسبت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ خیال ہے کہ وہ سرے سے حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ہی نہیں" [فتاویٰ رضویہ مترجم-۲۹/۲۲۴]

جب کہ محدث مکی حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اس کتاب کو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی تصنیف مانتے ہیں۔ اپنی مشہور زمانہ کتاب مرقاۃ المفاتیح میں غنیۃ الطالبین کے حوالے سے ایک واقعہ ذکر کرنے سے قبل باوثوق انداز میں شاندار طریقے سے اس حقیقت کا بانگ دہل اعتراف کیا فرماتے ہیں:

وقد ذكر سيدنا وسندنا ومولانا القطب الرباني والغوث الصمداني الشيخ عبد القادر الجيلاني روح الله روحه ورزقنا فتوحه في كتابه الغنية الذي للمساكين فيه المنية. [مرقات المفاتیح-۵/۸۰-بیروت]

ہمارے سردار ماوی و ملجاو آقا قطب ربانی غوث صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورزقنا فتوحہ نے اپنی کتاب غنیۃ میں بیان فرمایا ہے جس میں حاجت مندوں کا مقصود ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ محدث مکی حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری غنیۃ الطالبین کو سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی تصنیف مانتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس کتاب میں کچھ الحاقات بھی ہیں۔ بعض خدانا ترس لوگوں نے اس میں الحاق کیا ہے جس کا سرکار غوث اعظم سے کوئی تعلق نہیں۔ علامہ ابن حجر ہیثمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وإياك أن تغتر بما وقع في الغنية لإمام العارفين وقطب الإسلام والمسلمين الأستاذ عبد القادر الجيلاني رضي الله تعالى عنه فإنه دسه عليه فيها من سينتقم الله منه وإلا فهو بري من ذلك"

خبردار دھوکہ نہ کھانا اس سے جو امام الاولیا سردار اسلام و مسلمین حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غنیۃ میں واقع ہوا کہ اس کتاب میں حضور پر افترا کر

کے ایسے شخص نے بڑھایا ہے کہ عنقریب اللہ عزوجل اس سے بدلہ لے گا۔ حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے بری ہیں۔ [الفتاویٰ الحدیثیہ، ص ۱۴۸-مصر]

بہر حال غنیۃ الطالبین نہایت واضح سلیس عربی زبان میں ہے۔ یہ دو اجزاء پر مشتمل ہے جنہیں مکتبہ والے ایک ہی جلد بنا کر شائع کرتے ہیں۔ جز واول میں ۱۹۲ صفحات ہیں جب کہ جز وثانی ۲۰۰ صفحات کا ایک حسین گلدستہ ہے۔ جز واول میں متعدد ابواب اور فصلیں باندھ کر مضامین کا آغاز کیا گیا ہے۔ باب اول میں اس مسئلہ پر بڑی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے کہ مذہب اسلام میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ پھر مذہب اسلام کے ارکان نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر جداگانہ طریقہ پر کتاب کا عنوان دے کر ہر ایک سے متعلق ضروری گوشوں کو واضح کیا گیا ہے۔

ارکان اسلام کے تذکرہ سے فراغت کے بعد کتاب الآداب کی شروعات کی گئی ہے اس کتاب میں شرعی واسلامی آداب بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ جس میں انسانی زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ہر گوشہ پر ایک ایک فصل رکھی گئی ہے۔ مثلاً سلام کے آداب، قیام کے احکام، دس خصال فطرت، گھروں میں داخل ہونے، کھانے پینے، سونے کے آداب، اسی طرح آداب نکاح، آداب معاشرت، آداب دعا، آداب علاج وغیرہ بہت ہی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

آداب کے بعد مستقل ایک باب امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر باندھا گیا ہے جس میں اس مسئلہ کو خوب سے خوب تر انداز میں واضح کیا گیا ہے، مثلاً امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی حقیقت، اس کے اقسام، احکام، شرائط اور دیگر ضمنی امور پر بڑی سیر حاصل بحث ہے۔ پھر ایمان، اہل سنت کے اعتقادات، بدمذہب وگمراہ فرقوں کی علامات بیان کرنے کے ساتھ ان کا بھرپور رد بھی کیا گیا ہے۔

ان سب امور کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد استعاذہ، بسملہ کے فضائل، ان کی تفسیرات، اور شرائط توبہ، طریقۂ تقویٰ، جنت ودوزخ کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ اخیر میں ماہ رجب وشعبان کے فضائل زینت قرطاس ہیں۔

جز وثانی میں زیادہ تر فضائل سے گفتگو کی گئی ہے۔ چناں چہ اس کا آغاز بھی فضائل رمضان وشب قدر سے ہوا ہے۔ پھر فضائل کا سلسلہ جو شروع ہوا تو گونا گوں فضائل

بیان کئے گئے مثلاً عید الفطر کی فضیلت، ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت، یوم عاشورا کی فضیلت، جمعہ اور ایام بیض اور دیگر ایام واوقات کے فضائل بھی رقم کئے گئے ہیں اور مختلف مقاصد کے لئے مخصوص اوراد و وظائف بھی جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ اخیر کتاب میں مرید ہونے اور مجاہدہ ومحاسبہ اور توکل اور حسن اخلاق کے آداب سے بحث کی گئی ہے۔

کتاب غنیۃ الطالبین کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ہر مسئلے میں بڑی کثرت کے ساتھ قرآن حکیم کی آیات اور احادیث سے شہادتیں پیش کی گئی ہیں اور ایسا نہیں کہ محض متن حدیث پر اکتفا کیا گیا ہو بلکہ احادیث کی سندیں بھی پیش کی گئی ہیں جن سے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے حفظ واستحضار کے علاوہ ان کے معانی ومفاہیم پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر کی گہرائی و گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اب ہم تفریح خاطر اور اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے کتاب الغنیۃ کا ایک مختصر سا اقتباس نقل کرتے ہیں۔ انگوٹھی کے تعلق سے صرف دو مسئلے پیش کئے جارہے ہیں ایک یہ کہ انگوٹھی کس چیز کی ہونی چاہئے؛ دوسرا یہ کہ انگوٹھی کس انگلی میں پہنی جائے۔ دونوں مسئلوں کی وضاحت فرماتے ہوئے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں:

ویکره اتخاذ الخاتم من الحديد والشبه لماروى ابو داؤد بإسناده عن عبد الله بن بريدة عن أبيه رضي الله عنه قال: إن رجلا جآء إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من شبه فقال له: مالي أجد منك ريح الأصنام فطرحه ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال: مالي أرى عليك حلية أهل النار فطرحه فقال: يا رسول الله! من أي شئي اتخذه؟قال صلى الله عليه وسلم: اتخذه من ورق ولا تتمه مثقالا، ويكره التختم في الوسطى والسبابة لماروى أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عليا رضي الله عنه عن ذلك، والا ختيار التختم في اليسرى وفي الخنصر لماروى ابو داؤد رحمه الله بإسناده عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتختم في يساره وكان فصه في باطن كفه وروى ذلك عن اكثر السلف الصالح ولأن خلاف ذلك عادة وشعار المبتدعة، ولأن اا مستحب أن يكون تناول الأشياء باليمين ليضعها في الشمال، وفي ذلك صيانة للخاتم وصيانة للمكتوب عليه

من الأسماء والحروف، وقدروی عن علی رضی الله عنه أن النبی صلی الله عیه وسلم کان یتختم فی یمینه، فعلی هذا الیمین و الیسار سواء والاختیار الأول ۔(الغنیة لطالبی طریق الحق ۱/ ۲٤ مطبوعہ اصح المطابع بمبئی)

یعنی لوہا اور پیتل کی انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔ ابوداؤد نے اپنی سند سے حضرت بریدہ بن الحصیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ میں تم سے بتوں کی بو محسوس کر رہا ہوں، تو اس شخص نے فوراً انگوٹھی اتار کر پھینک دی۔ دوبارہ وہی شخص لوہے کی انگوٹھی پہن کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں، اس نے فوراً انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ حضور نے فرمایا چاندی کی مگر ایک مثقال پوری نہ ہو، درمیانی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سے منع فرمایا، بہتر یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی پہنی جائے، ابوداؤد نے اپنی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ میں انگشتری پہنتے جس کا نگینہ کف دست کے باطن میں ہوتا۔

علاوہ ازیں اکثر سلف صالحین سے یہی طریقہ منقول ہے، اور اس کے خلاف بدعتیوں کی عادت اور ان کا شعار ہے۔ پھر مستحب یہ ہے کہ اشیاء دائیں ہاتھ سے پکڑ کر بائیں ہاتھ میں رکھی جائیں اور اس میں انگوٹھی اور ان اسماء وحروف کا ادب بھی ہے جو اس پر کندہ ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، اس روایت کی بنا پر دائیں بائیں دونوں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا حکم یکساں ہے مگر مختار وپسندیدہ پہلا ہی طریقہ ہے۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر نظر ڈالنے سے چند امور مستفاد ہوئے:

۱۔ انگوٹھی کس چیز کی ہونی چاہیے اس کا وزن کیا ہوگا اور کس ہاتھ میں اور کس انگلی میں

پہنی جائے ،اس کا واضح بیان۔

۲- اس پر احادیث سے استدلال اور احادیث کی تخریج کا بھی التزام۔

۳- سلف صالحین کے عمل سے اس کی تائید۔

۴- جو چیز بد مذہبوں کی عادت اور ان کا شعار بن چکی ہو، اس کی مخالفت کا شریعت اسلامیہ نے حکم دیا ہے، اس قاعدہ سے مسئلہ کی توثیق اور تقویت۔

۵- قیاس شرعی سے مسئلہ کی موافقت وہم آہنگی اور اس کی علت وحکمت کا بیان۔

۶- متعارض روایتوں کے درمیان تطبیق، چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے، جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام دائیں ہاتھ میں انگشتری پہنتے، اس تعارض کو اس طرح دفع فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان جواز کے لئے ہے اور نفس جواز میں دائیں اور بائیں کا کوئی فرق نہیں۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی جائے۔ جس کی وجہیں وہ ہیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔

اس طرح سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی ایجاز بیانی سے متعدد نکات کی طرف اشارہ فرما کر دریا کو کوزے میں سمیٹ دیا ہے، اور ہر مسئلے میں جابجا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے استدلال کیا ہے، بلکہ جن لوگوں نے غنیۃ الطالبین کا حرف بحرف بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے انہوں نے اس حقیقت کا برملا اعتراف کیا کہ اس کتاب کے پہلے جز میں تین سو چھیاسی حدیثیں جب کہ دوسرے جز میں چار سو ترانوے احادیث کریمہ سے استشہاد کیا گیا ہے۔

(۲) الفتح الربانی

اس وقت ہمارے سامنے جو نسخہ ہے وہ دار الالباب، بیروت کا مطبوعہ نسخہ ہے۔ یہ کتاب محض ایک جلد میں ہے جو بشمول فہرست تین سو سرسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب درحقیقت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے چند خطبات کا مجموعہ ہے جو باسٹھ مجلسوں میں صادر ہوئے ہیں پہلی مجلس کا انعقاد ۳/ شوال ۵۴۵ھ اتوار کو ہوا اور آخری مجلس آخری رجب ۵۴۶ھ جمعہ کو منعقد ہوئی۔ یعنی یہ کتاب فقط دس مہینوں میں منعقد ہونے والی مجلسوں کے

خطبات پر مشتمل ہے جس کی ضخامت اتنی ہے۔ اس سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس سال کے طویل عرصے تک مختلف مجالس میں بندگان خدا کو جو وعظ وتذکیر کی ہے، ان سب کو اگر جمع کیا گیا ہوتا تو اس طرح سے کم از کم چالیس ضخیم کتابیں تیار ہوئی ہوتیں اور امت مسلمہ کے پاس بصیرت افروز رقت انگیز خطبات کا ایک بڑا قیمتی سرمایہ ہوتا۔

خطبات کے چالیس سال یوں ہوتے ہیں کہ حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی مجلس ۵۲۱ھ میں منعقد کی ہے اور دنیا سے تشریف لے جانے تک وعظ وتبلیغ کا سلسلہ لگا رہا۔ جب کہ آپ ۵۶۱ھ میں اس دار فانی سے تشریف لے گئے ہیں۔

حافظ ذہبی، تاریخ ابن النجار کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

فیعقد مجلس الوعظ فی سنة إحدی وعشرین وأقام فیها یدرس ویعظ إلی أن توفی حضرت شیخ نے ۵۲۱ھ میں مجلس وعظ منعقد کی [سیر اعلام النبلاء-۱۵/۱۸۵، بیروت]

اور ابن الجوزی کے حوالے سے فرماتے ہیں: حضرت شیخ دنیا سے تشریف لے جانے تک مدرسہ میں تدریس ووعظ فرماتے رہے۔ [ایضاً-۱۵/۱۸۳]

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات بہت ہی رقت انگیز پر تاثیر ہوتے۔ مجلس ہی میں بڑی تعداد میں خلق خدا توبہ کرکے اٹھتی، وعظ سن کر سامعین کے دلوں پر ایسا گہرا اثر پڑتا کہ بڑے بڑے معصیت کار اپنے کیے پر شرم وندامت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہوجاتے اور اسی وقت توبہ کرکے صالحین کی صف میں شامل ہوجاتے، بلکہ بغداد کے بیشتر یہود ونصاریٰ نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور مذہب اسلام کو اپنے سینے سے لگایا۔

محقق ابن الجوزی لکھتے ہیں:

ویتوب عنده فی المجلس خلق کثیر فعمرت المدرسة ووسعت وتعصب فی ذلك العوام۔

حضرت شیخ کے پاس بھاری تعداد میں خلق خدا توبہ کرتی یہاں تک کہ مدرسہ بھر جاتا پھر اس میں توسیع کی گئی اور اس جگہ عوام کا اجتماع ہوا۔ [المنتظم-۱۰/۲۷۸، بیروت]

فقیہ مورخ عبدالحی بن العماد حنبلی فرماتے ہیں:

وتاب علی یدیه معظم أهل بغداد وأسلم معظم الیهود والنصاری

حضرت شیخ کے ہاتھ پر اکثر اہل بغداد نے توبہ کی اور بیشتر یہود ونصاریٰ نے اسلام قبول کیا۔[شذرات الذہب-۴/۱۹۹-بیروت]

"الفتح الربانی" سلسلہ خطبات ہی کا ایک عظیم شاہکار ہے جس کی زبان نہایت واضح وسلیس ہے کہ عام آدمی بھی سمجھ لے۔ اس میں وعظ اور دعوت وارشاد کے لئے صیغہ خطاب کو استعمال کیا گیا ہے۔ جن مجالس پر یہ کتاب مشتمل ہے، ان میں حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلیغ تشبیہات کا استعمال خوب کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر باسٹھویں مجلس کا ایک مختصر سا اقتباس نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوم کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یاقوم! أنتم تعدون خلف الدنیا حتی تعطیکم وھی تعدو خلف أولیاء اللہ حتی تعطیھم تقف بین أیدیھم ورأسھا مطأطئی اضرب نفسك بصمصامة التوحید والبس لھاخوذة التوفیق وخذلھا رمح المجاھدة وترس التقوی وسیف الیقین فتارة مطاعنة وأخری مضاربة، لا تزال کذلك حتی تذل لك و تصیر راکبالھا، لجامھا بیدك تسافر بھابرا او بحرافحینئذ یباھی بك ربك عزوجل۔ [الفتح الربانی،ص-۲۷۹-بیروت]

اے قوم! تم لوگ دنیا کے پیچھے دوڑتے ہو یہاں تک کہ دنیا تمھیں دے دی جاتی ہے، حالاں کہ دنیا اولیائے کرام کے پیچھے بھاگتی ہے یہاں تک کہ دنیا انہیں اس حال میں عطا کی جاتی ہے کہ ان کے آگے دست بستہ، سر جھکائے کھڑی رہتی ہے۔ تم اپنے نفس کو توحید کی شمشیر براں سے مارو اور اس کے لئے توفیق کی خود پہنو اور مجاہدہ کا نیزہ، تقویٰ کی ڈھال اور یقین کی تلوار لو تو کبھی اس سے نیزہ بازی کرو اور کبھی شمشیر زنی کرو، تمہارا یہ عمل برابر رہے یہاں تک نفس تمہارا تابع فرمان رہے اور تم اس کے دوش پر سوار ہو جاؤ۔ اس کی لگام تمہارے ہاتھ میں رہے، تم اسے لے کر خشک وتر میں سفر کرو۔ اس وقت تمہارا رب عزوجل تم پر مباہات فرمائے گا۔

پوری کتاب میں باسٹھ مجالس ہیں جن میں بعض عناوین درج ذیل ہیں:

۱-مرضی مولیٰ پر راضی رہنا، اس کے کسی فعل پر چوں چرا نہ کرنا، ۲-فقر کی ترغیب، مالداری کی تمنا سے اجتناب، ۳-توبہ واستغفار، ۴-محبت الٰہی، ۵-مومن کی خیر خواہی،

۶-صبر، ۷- ریا کاری سے احتراز، ۸- مومن کی آزمائش، ۹- تکلف سے دوری، ۱۰- معرفت الٰہی، ۱۱- غیر اللہ کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا، ۱۲- آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا، ۱۳- نفاق سے دور رہنا، ۱۴- مومن کا ایثار، ۱۵- عمل بالقرآن، ۱۶- توکل، ۱۷- نفس اور شیطان سے جہاد، ۱۸- خوف الٰہی، ۱۹- دوسروں کو کہنا، خود اس پر عمل نہ کرنا، ۲۰- جھوٹ سے اجتناب، ۲۱- اللہ کے لئے کسی سے دوستی کرنا اور اللہ ہی کے لئے کسی سے دشمنی کرنا، ۲۲- اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف، ۲۳- مریضوں کی عیادت، ۲۴- اولیاء اور صالحین سے محبت، ۲۵- تفقہ فی الدین، ۲۶- تقویٰ، ۲۷- لا إلـه إلا الله کی فضیلت، ۲۸- دنیا مومن کا قید خانہ ہے، ۲۹- امر بالمعروف ونہی عن المنکر، ۳۰- عمل صالح کی ترغیب، ۳۱- سچائی کی اہمیت، ۳۲- لہو ولعب سے احتراز، ۳۳- توحید، ۳۴- اخلاص، ۳۵- یوم آخرت کی فکر،

ہر عنوان پر نہایت پر مغز، بصیرت افروز، رقت انگیز انداز میں حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قوم کو وعظ وارشاد کیا ہے۔ جا بجا مثالوں کے ذریعہ مسئلہ کی تفہیم بھی کی ہے تاکہ سامعین کے دلوں میں بات خوب اچھی طرح سے اتر جائے۔

(۳) فتوح الغیب

یہ کتاب مترجم غیر مترجم دونوں طریقے سے شائع ہو رہی ہے، شیخ محمد تاذفی کی کتاب "قلائد الجواهر" کے حاشیہ پر بھی یہ کتاب چھپی ہوئی ہے، اس کتاب کے انداز بیان سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے سیدنا شیخ عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا املا کروایا ہے۔ چناں چہ آغاز کتاب ہی میں یہ کلمات مرقوم ہیں:

قال الشيخ عبدالرزاق ولد المؤلف: قال والدى رضى الله تعالىٰ عنه أبو محمد محيى الدين الجيلاني الحسنى الحسينى......الحمد لله رب العالمين أولا وآخرا وظاهرا وباطنا عدد خلقه ومداد كلماته وزنة عرشه......

یعنی شیخ عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد ابو محمد محی الدین جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، پھر آغاز خطبہ۔

یہ کتاب اٹھہتر مقالات کا مجموعہ ہے جن میں اتباع الٰہی، صبر وشکر، خوف ورجا،

توکل، رضائے الٰہی، زہد وورع، عزیمت، سلوک، ابتلاء، مجاہدہ، تصوف، توحید، مرشد کی صفات وغیرہ پر بڑی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے، نمونہ کے طور پر مقالہ نمبر ۲۲ کا ایک اقتباس نذر قارئین کیا جاتا ہے۔ ابتلاو آزمائش پر گفتگو کرتے ہوئے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے مومن بندہ کو اس کی قوت ایمان کے مطابق آزمائش میں ڈالتا ہے تو جس شخص کا ایمان زیادہ قوی ہے، اس کی آزمائش بھی اتنی بڑی ہوتی ہے۔ رسول کی آزمائش نبی کی آزمائش سے بڑھ کر ہوتی ہے کیوں کہ رسول کا ایمان نبی کے ایمان سے زیادہ قوی ہوتا ہے، پھر نبی کی آزمائش ابدال سے زیادہ بڑی ہوتی ہے، اس طرح ابدال کی آزمائش ولی کی آزمائش سے زیادہ ہے کیوں کہ ہر ایک کی آزمائش اس کے ایمان و یقین کی پختگی کے مطابق ہے۔ اس کی بنیاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔ إنا معاشر الانبياء أشد الناس بلاء بے شک ہم گروہ انبیا کی آزمائش عام لوگوں سے سخت تر ہوتی ہے۔

پھر ہر ایک کی اس کے مرتبہ کے مطابق آزمائش ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سادات کرام میں ہمیشہ آزمائش رکھتا ہے تاکہ وہ ہر وقت حضوری میں رہیں اور ہوشیاری سے غافل نہ ہوں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں سے محبت رکھتا ہے اور اہل محبت اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محب کبھی اپنے محبوب کی جدائی کو نہیں پسند کرتا، پس آزمائش ان کے قلوب کو حق کی طرف متوجہ کرنے والی اور ان کے نفوس کے لئے قید ہے۔ ان کو ماسوا اللہ کی طرف مائل ہونے اس سے سکون حاصل کرنے، اس کے سامنے جھکنے سے روکتی ہے۔ ہمیشہ آزمائشوں کے نزول کے باعث ان کی خواہشات ختم ہو جاتی ہیں، ان کے نفس مردہ ہو جاتے ہیں اور ان کے سامنے حق و باطل ممتاز ہو جاتا ہے۔ تمام خواہشات اور ارادے گوشۂ نفس میں سکڑ کر رہ جاتے ہیں۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اطمینان، اس کی تقدیر پر رضا مندی، اس کی عطا پر قناعت، اس کی بلا پر صبر اور مخلوق سے امن حاصل ہو جاتا ہے اور دل کی شوکت و قوت حاصل ہوتی ہے اور دل کو تمام اعضا پر ولایت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ آزمائش دل اور یقین کو قوی و مستحکم کر دیتی ہے۔ ایمان اور صبر اور رضا و تسلیم، اللہ تعالیٰ کے فضل پر شکر پایا جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور مومن کو مدد اور عمل کی توفیق زیادہ حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ اگرتم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا۔[فتوح الغیب مترجم-ص۶۱]

پوری کتاب ایک سو چوراسی صفحات پر مشتمل ہے جس کا اردو ترجمہ محمد عبدالاحد قادری صاحب نے کیا ہے اور اس پر پچول پبلی کیشنز دہلی نے شائع کیا ہے۔

(۴) بشائر الخیرات فی الصلاۃ علی صاحب الأیات البینات

یہ ایک مختصر سی کتاب ہے جو فقط بتیس صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں مخصوص صیغے کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف کا ورد ہے۔اس کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین اللھم صلی وسلم علی سیدنا محمد البشیر المبشر للمؤمنین بما قال اللہ العظیم وبشر المؤمنین وأن اللہ لا یضیع أجر المؤمنین، اللھم صَلِّ وسلم علی سیدنا محمد البشیر المبشر للذاکرین بما قال اللہ العظیم فاذکرنی أذکرکم، اذکروا اللہ ذکرا کثیرا اللھم صَلِّ وسلم علی سیدنا محمد البشیر المبشر للعاملین بما قال اللہ العظیم إنی لا أضیع عمل عامل منکم من ذکر أو أنثیٰ۔

اس طرح سے توابین، متطہرین، مخلصین، مصلین، خاشعین، صابرین، خائفین، متقین، صالحین، مبشرین، فائزین، زاہدین، مستغفرین، مقربین وغیرہم کا بھی تذکرہ ہے۔ درود شریف کے بعد دعائے بسملہ پھر ورد جلالت اور دعائے جلالت ہے۔[الشیخ عبدالقادر الجیلانی،ص-۳۲۶]

(۵) جلاء الخاطر

اصل کتاب عربی زبان میں ہے جو فی الحال ہمیں دست یاب نہیں۔البتہ اس کا اردو ترجمہ ہمارے پیش نظر ہے جو محمد عبدالکریم طفلی نے انجام دیا ہے۔یہ کتاب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پینتالیس مواعظ کا حسین گل دستہ ہے جو اتنی ہی مجالس میں حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان فیض ترجمان سے صادر ہوئے۔ان میں مختلف موضوعات پر حضرت شیخ نے قوم کو وعظ ونصیحت کی ہے۔مثلاً حسد کی خرابیاں، تزکیہ قلب، عبث ولایعنی کاموں سے اجتناب، توبہ کی فضیلت واہمیت، حب الٰہی، حیا کی حقیقت

واہمیت، ہوائے نفس کی مخالفت، شیطان کی مخالفت، انفاق فی سبیل اللہ، صبر و توکل، معرفت الٰہی اور دیگر اہم موضوعات پر کتاب وسنت کی روشنی میں نہایت اثر انگیز خطبات ہیں۔ حصول برکت کے لئے آٹھویں مجلس کا ایک اقتباس ہدیہ ناظرین ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیا کے تعلق سے فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حیا ایمان کا اثر ہے۔ اپنے خدائے بزرگ و برتر سے تم کس قدر بے شرم اور بے باک ہو۔ مخلوق سے شرمانا اور خالق برحق سے نہ شرمانا دیوانہ پن ہے، حقیقی حیا یہ ہے کہ اپنی جلوت میں خدائے بزرگ و برتر سے شرماؤ تا کہ مخلوق سے شرمانا تابع ہو، کہ اصل مومن خالق سے شرماتا ہے۔ خدا تمہیں برکت نہ دے۔ اے منافقو! تم میں اکثر کی پوری مشغولیت اس تعلق کے آباد کرنے کی ہے جو تمہارے اور مخلوق کے درمیان ہے اور اس تعلق کو برباد کرنے کی ہے جو تمہارے اور خالق کے درمیان ہے۔ اگر تم نے مجھ سے دشمنی کی تو یہ ایسا ہے گویا تم نے خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی کی، چوں کہ میں اللہ و رسول کے دین کی مدد کے لئے کھڑا ہوں۔ شرارت نہ کرو کہ اللہ کو اپنا کام پورا کرنے کی بڑی طاقت ہے۔ یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے بھائیوں نے ان کو مار ڈالنے کی بہتیری کوشش کی مگر قابو نہ پا سکے اور کس طرح قابو پا سکتے تھے جب کہ وہ اللہ کے نزدیک (مصر کے) بادشاہ اور اس کے نبیوں میں سے نبی اور اس کے دوستوں میں سے ایک دوست تھے۔ ان کو کون فنا کر سکتا تھا جب کہ علم الٰہی ان کے متعلق یہ تھا کہ مخلوق کے فائدے ان کے ہاتھوں سے ہوں گے۔'' [جلاء الخاطر، ص-۴۳]

پوری کتاب دو سو چوہتر صفحات پر مشتمل ہے، جسے اسپریچول پبلی کیشنز دہلی نے شائع کیا ہے۔

(۶) القصیدۃ اللامیۃ الغوثیہ

یہ قصیدہ غوثیہ کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہے بلکہ وظیفہ کے طور پر بھی اس کے ورد سے عوام و خواص رطب اللسان رہتے ہیں۔ یہ قصیدہ انتیس اشعار پر مشتمل ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ۔

سقانی الحب کاسات الوصال   فقلت لخمرتی نحوی تعال

اس قصیدہ کی زبان بڑی عارفانہ ہے جس میں استعارات صوفیہ اور اصطلاحات تصوف کا بڑی کثرت سے استعمال ہوا ہے جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

حب، کاسہ، وصال، خمر، قطب، ساقی القوم، جنود، سکر، علو، مقام، باز اشہب، سر قدیم، ہم وطب و اشطح و غنی، شاؤس، مخدع،

اس قصیدہ کی مختلف زبانوں میں شرحیں لکھی گئیں اور کئی ایک ترجمے منظر عام پر آئے مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہ العزیز نے قصیدہ غوثیہ کا فارسی زبان میں نہایت خوبصورت ترجمہ کیا ہے اور ہر شعر کے ذیل میں خطابیہ انداز میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں دو دو شعر کا بزبان فارسی ہی اضافہ بھی فرمایا ہے جو وظیفہ قادریہ کے نام سے موسوم ہے۔ نمونہ کے طور پر مقدم الذکر شعر کا ترجمہ و تذئیل نذر قارئین ہے:

سقانی الحب کاسات الوصال   فقلت لخمرتی نحوی تعال

داد عشقم جام وصل کبریا   پس بگفتم بادہ ام را سویم آ

الصلا اے فضلہ خوران حضور   شاہ بر جودست و صہباد ر وفور

بخش کردن گر نہ عزم خسروی ست   آخر ایں نوشیدہ خواندان بہر چیست

یعنی عشق و محبت نے مجھے وصل کے پیالے پلائے پس میں نے اپنی شراب معرفت سے کہا کہ میری طرف آ۔

سیدی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پس خوردہ سے فیض یاب ہونے والو! بادشاہ والا جاہ جود و کرم پر ہیں اور شراب صفا وافر۔ اگر اس شہنشاہ کا عزم فیوض و برکات تقسیم کرنے کا نہ ہوتا تو وہ بادہ نوشی کی دعوت ہی کیوں دیتے، اس لئے بے یقینی اور تردد کا یہاں کوئی مقام نہیں۔

شارح قصیدہ غوثیہ پروفیسر منیر الحق کعبی بھل پوری قصیدہ غوثیہ کی شان نزول کا پس منظر تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"شیخ العالم والغوث الاعظم فرد الاحباب قطب الاقطاب محی الدین سید عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکرام و اعزاز میں انعقاد پذیر تقریب جس میں اولیائے اولین

وآخرین اپنی اپنی ارواح مبارکہ میں اور بہت سے اقطاب اپنے اجساد کے ساتھ حاضر، جو بعید تھے وہ عالم کشف میں مجلس میں موجود۔ اس باوقار و پرنور محفل کی صدارت سرّ اللہ محبوب کبریا سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی، اصحاب رسول مختار ائمہ اہل بیت اطہار اور آل سید الابرار نے بھی اس بزم طرب کو قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ العزیز کے فرق اقدس (سر اقدس) پر تاج کمال قرب الٰہی رکھا اور غوثیت کبریٰ کی خلعت فاخرہ خصوصی سے نوازا۔ مسرت و شادمانی کے اس محل خاص میں شراب محبت الٰہی سے تواضع کی گئی۔ ساقی کوثر حضرت سیدنا ابوالقاسم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردش ساغر کا فریضہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔ سیدی عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے علی روس الاشہاد اپنے مقام ومرتبہ کا اظہار کرتے ہوئے ان اقطاب کو دعوت دی جو ابھی تک شکوہ وجلال سے ترساں تھے یا باریاب حضور نہ ہو پائے، اپنے اپنے مقامات پر منتظر عنایات تھے۔ نائب ساقی کوثر سیدی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بھی دعوت میکشی دی اور سرور وانبساط کے اس موقع پر کلام منظوم میں اس دعوت اقطاب، اپنے مقام ومرتبہ، تصرفات عالیہ، اپنی ذات مجمع الصفات کے عروج وکمال، فردیت عظمیٰ، غوثیت کبریٰ، نیابت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔ اپنے تصرفات کو ''بقدرۃ المولیٰ تعالیٰ'' قرار دیا اور ''علی قدم النبی بدر الکمال'' کہہ کر تمام انعامات الٰہیہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم کی خصوصی نوازش اور احسان بتایا اور اپنی ذات کی فنا اور مکمل طور پر سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وانوار محبوب کبریا علیہ التحیہ والثنا کے ساتھ حیات وبقا کی جانب اشارہ فرمایا'' [معارف قصیدۂ غوثیہ]

اس پس منظر سے قصیدہ مبارکہ کی اہمیت ومقبولیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۷) سر الاسرار فیما یحتاج إلیہ الابرار

یہ کتاب بھی بشکل ترجمہ ہی ہمیں دستیاب ہوئی ہے جسے حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری نے سرانجام دیا ہے اور قادری رضوی کتب خانہ لاہور پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے شروع میں حضرت مترجم نے بنام ''نشان منزل'' ایک وقیع مقدمہ کا بھی اضافہ فرمایا جو چونتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں صاحب کتاب حضور سیدنا غوث اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات بڑی تفصیل کے ساتھ درج کئے ہیں۔ اس کے بعد "الفتوحات القادریۃ" کے اشعار پھر ان کا ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ اصل کتاب کا آغاز ص ۱۵ سے ہوتا ہے جب کہ اختتام ص ۱۸۶ پر ہے۔ اس کتاب کے لکھنے کا سبب کیا بنا۔ اس کا محرک کیا ٹھہرا؟ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اسے بیان کرتے ہوئے آغاز کتاب ہی میں فرماتے ہیں:

طالبان معرفت میں سے کسی سعادت مند نے ہم سے گزارش کی کہ اس کے لئے ایک ایسی کتاب تالیف کی جائے جس کے ابرار بھی محتاج اور طلب گار ہوں۔ چناں چہ اس کی حسب منشا میں نے یہ مختصر سا رسالہ تصنیف کیا ہے جو نہ صرف اس کے لئے مفید ہوگا بلکہ دیگر طالبان حقیقت کے لئے بھی کفایت کرے گا۔ بناء علیہ میں نے اس کا نام "سر الاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار" رکھا۔ ایسے پوشیدہ راز جن کے حصول کے لئے ابرار بھی محتاج ہیں۔ اس لئے ہم نے اس کتاب میں شریعت طریقت اور حقیقت کے مسائل واضح کرنے کی سعی جمیل کی ہے جن مسائل کی عموما تلاش رہتی ہے۔

یہ کتاب ایک مقدمہ اور چوبیس فصلوں پر مرتب کی گئی ہے، اس کی وجہ بیان کرتے حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں:

"ہم نے اس کتاب کو کلمہ طیبہ کے چوبیں حروف اور شب و روز کے چوبیں گھنٹوں کے مطابق ایک مقدمہ اور چوبیس فصلوں پر مرتب کیا ہے"

مقدمہ کا موضوع ہے تخلیق کائنات کا آغاز، جب کہ فصلوں کے موضوعات حسب ذیل ہیں:

انسان اور وطن اصلی، انسان اور منزل اسفل السافلین، اجسام و ارواح، اعداد علوم، توبہ و تلقین، اہل تصوف کون؟، ذکر و اذکار، شرائط ذکر، دیدار خداوندی، حجابات ظلمات و انوار، سعادت اور شقاوت، فقرا کون؟، طہارت و نظامت، صلوٰۃ شریعت و طریقت، عالم تجرید و طہارت معرفت، زکوٰۃ شریعت و طریقت، روزہ شریعت و طریقت، حج شریعت و طریقت، وجد اور طہارت قلبی، خلوت گزینی اور گوشہ نشینی، اوراد و وظائف، احوال خواب، احوال اہل تصوف، احوال علوم، انوار و تجلیات کی کیفیت۔

تمام فصلوں میں بشمول مقدمہ تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ افادہ ناظرین کے لئے

مقدمہ کا ایک اقتباس نذر قارئین کیا جاتا ہے۔ حضرت شیخ رضی اللہ عنہ علم ظاہر، علم باطن پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہمیں دو قسم کا علم ودیعت فرمایا گیا ہے: علم ظاہری اور علم باطنی یعنی علمِ شریعت اور علم طریقت۔ شریعت کا حکم ہمارے ظاہر پر اور طریقت کا ہمارے باطن پر نافذ ہوتا ہے۔ ان دونوں علموں کے اجتماع کا ثمرہ علم حقیقت ہے جیسے درخت اور پتوں کے اجتماع کا نتیجہ پھل ہیں۔ چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ (الرحمن: ۱۹-۲۰)

اس نے دو سمندر بہائے جو دیکھنے میں ملے ہوئے ہیں اور ہے ان کے درمیان روک کہ ایک دوسرے سے بڑھ نہیں سکتا۔ (کنز الایمان)

صرف ظاہری علم سے حقیقت تک رسائی ممکن نہیں اور نہ منزل مراد تک پہونچا جاسکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: ۵۶)

میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا:

یعنی وہ میری معرفت کے لئے کوشاں رہیں کیوں کہ جو اس ذات حق تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھے گا وہ اس کی عبادت کیسے کر پائے گا۔ معرفت الٰہیہ قلب کی صفائی اور آئینۂ دل سے خواہشات نفسانیہ کی میل کچیل کو دور کرنے سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے اور جب معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے تو جمال کنز مخفی کا دل کی انتہائی گہرائی مقام سے مشاہدہ ممکن ہوتا ہے۔ چناں چہ حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كنت كنزا مخفيا فأحببت أن أعرف فخلقت الخلق۔

میں مخفی خزانہ تھا پس محبت ہوئی کہ میری پہچان ہو تو میں نے مخلوق کی تخلیق شروع فرمادی۔

تاکہ وہ میری معرفت سے بہرہ مند ہوں لہذا یہ بات اچھی طرح واضح کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت کے لئے ہی تخلیق فرمایا ہے۔ [سر الاسرار، ص ۶۴]

پوری کتاب بے شمار اسرار و رموز اور علوم و معارف کا گنجینہ ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

(۸) الکبریت الاحمر

یہ کتاب سید الانبیا حضور پرنور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر مخصوص صیغوں میں درود شریف کا عطر مجموعہ ہے جس کا آغاز اس طرح ہے:

اللھم اجعل أفضل صلواتك عدد وانمیٰ برکاتك سرمد وأزکیٰ تحیاتك فضلا ومدد اعلیٰ اشرف الحقائق الانسانیة ومعدن الدقائق الایمانیة وطور التجلیات الاحسانیة ومهبط الاسرار الرحمانیة وواسطة عقد النبیین ومقدمة جیش المرسلین وأفضل الخلائق اجمعین [مجموعہ وظائف مع دلائل الخیرات شریف۔ص ۱۳۴]

یہ کتاب مکتبہ جام نور دہلی سے دلائل الخیرات شریف کے ساتھ شائع ہوئی ہے، بعض اہل علم نے اس کی شرح بھی لکھی ہے۔

(۹) الوصایا الغوثیہ

یہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصایا شریف ہیں جو بشکل ترجمہ جلاء الخاطر۔مطبوعہ اسپریچول پبلی کیشنز نئی دہلی کے اخیر میں چھپے ہوئی ہیں۔ان میں دنیا و آخرت کی بھلائی اور دیگر ضروری امور کی تلقین کی گئی ہے۔اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

اے بیٹے! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور خوف کرنے اور اپنے والدین اور سارے مشائخ کے حقوق کو ضروری سمجھنے کی وصیت کرتا ہوں۔چوں کہ اس سے اللہ اپنے بندہ سے راضی ہوتا ہے اور چھپے کھلے حق کی حفاظت کرو اور فہم وفکر غم وہم اور رونے کے ساتھ قرآن کی تلاوت کو ظاہر و باطن خفیہ وعلانیہ مت چھوڑو۔[وصایا غوثیہ،ص ۲۷۵]

ان وصایا پر اگر کوئی بندہ مومن کامل طور سے عمل کرے تو وہ دنیا میں بھی کامیاب ہوگا اور آخرت میں بھی فلاح پائے گا۔

یہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محض چند تصنیفات پر ایک تبصرہ ہے۔تنگی وقت دامن گیر ہے ورنہ ان تصانیف کے سمندر میں غواصی کر کے علوم ومعارف کے موتی نکالے جائیں اور ان کو صفحات قرطاس پر بکھیرا جائے تو ہر تصنیف پر تبصرہ کی مستقل کتاب تیار ہوسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق خیر سے نوازے۔آمین۔

فتوح الغیب-ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹرشجاع الدین فاروقی،D-59میڈیکل کالونی۔اے،ایم،یوعلی گڑھ

''فتوح الغیب'' شیخ الشیوخ، قطب ربانی، محبوب سبحانی حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی کی ان تقاریر کا خلاصہ اور مجموعہ ہے جوانھوں نے وقتاً فوقتاً بغداد کی جامع مسجد اور مختلف عوامی اجتماعات میں فرمائی تھیں۔اس میں ہر تقریر کو ایک مقالہ کہا گیا ہے،کل مقالات کی تعداد اسی ہے لیکن دراصل ان میں سے اٹھہتر تقاریر ہیں جب کہ آخری دو مقالات ''حضرت کی وصیتیں اور مرض الوصال'' اور ''حضرت کا بقیہ کلام'' کے عنوان سے مرتب کی تحریریں ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقالات طویل تقاریر کا خلاصہ اور بنیادی نکات ہیں کیونکہ تقریباً سبھی مقالات ایک،دو یا زیادہ سے زیادہ چار صفحات میں محیط ہیں۔

چونکہ یہ مختلف اوقات میں کی گئی تقاریر ہیں اس لئے اس مجموعہ میں ایک مرتب کتاب کا سا ربط وضبط نہیں ہے بلکہ چند اہم مضامین پر اصرار اور ان کی تکرار ہے۔یہ وہ بنیادی باتیں ہیں جنھیں شریعت اسلامیہ اپنے ماننے والوں میں پیدا کرنا چاہتی ہے اور یہی وہ باتیں ہیں جن پر تصوف بے پناہ زور دیتا ہے اور اہلِ تصوف میں رائج کرنا چاہتا ہے۔

پہلا مقالہ مومن کی تین بنیادی اور لازمی صفات بیان کرتا ہے جنھیں اوامر ونواہی کی پابندی اور رضا بالقضا کہا جا سکتا ہے۔فرماتے ہیں کہ مومن کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو ہمیشہ ان کی تلقین کرتا رہے اور ان کا پابند بنائے۔

دوسرے مقالے میں تعلیمات قرآن کی روشنی میں پند ونصائح کئے گئے ہیں۔فرماتے ہیں کہ سنت کی پیروی، بدعات سے اجتناب، اللہ ورسول کی اطاعت، توحید پر اصرار اور شرک سے اجتناب، اسلام کو حقیقی اور پسندیدہ دین سمجھنا، مصائب وآلام میں صبر وتحمل، مشکلات میں ثابت قدمی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا جویا رہنا اور اسی سے سوال والتجا

کرنا ایک مومن کا طریق ہے۔ وہ ہمیشہ رحمت خداوندی کا منتظر رہتا ہے، اسی سے امید رکھتا ہے اور کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اسی کے ذکر و عبادت میں مشغول رہتا ہے، ایسے ہی لوگ فوز وفلاح پانے والے ہیں اور انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے ساتھ رہنے والے ہیں۔

تیسرا مقالہ ''کامل تسلیم و رضا'' کی تشریح کرتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ ایک بندۂ مومن اس منزل پر کئی دشوار گزار راہوں سے ہو کر پہنچتا ہے۔ جب اسے مصائب و آلام میں مبتلا کیا جاتا ہے تو وہ اپنی قوت سے ان پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے، پھر مخلوق کی مدد لیتا ہے جب وہاں سے بھی مایوسی ہوتی ہے تو اپنے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، اس کی حمد وثنا کرتا ہے، اس سے دعائیں مانگتا ہے، اس سے مدد مانگتا ہے لیکن جب وہاں سے بھی خاطر خواہ جواب نہیں ملتا تو پھر ہر طرف سے مایوس و نامراد ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس پر قضا وقدر، افعال الٰہیہ اور توحید کے اسرار منکشف ہوتے ہیں اور وہ اسباب و تعلقات دنیوی سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور صرف احکام الٰہیہ پر نظر رکھتا ہے۔ اس وقت اسے یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں ہے، وہی مختار کل ہے۔ تب ہی اسے مشیت الٰہی کے مطابق بولنے، سننے، سمجھنے اور چاہنے کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ نورِ معرفت سے ہدایت پاتا ہے۔ یہی وہ منزل ہے جسے کامل تسلیم و رضا کی منزل کہا جا سکتا ہے۔

چوتھا مقالہ ''خدا کی لازوال نعمتیں'' بیان کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص مخلوق سے بے پرواہ ہو کر رضائے الٰہی کے دائرے میں زندہ رہتا ہے اسے اللہ تعالیٰ حقیقت میں زندہ کر دیتا ہے اور حیاتِ جاوداں عطا فرماتا ہے۔ اس حالت میں کوئی عُسرت نہیں، کوئی محتاجی نہیں، کوئی پریشانی نہیں، کوئی خواہش نہیں۔ یہ مقام اسے نبی و رسول و صدیق کا روحانی وارث اور اللہ کا محبوب بنا دیتا ہے اور اس حالت میں وہ محبوبِ خلائق بھی ہو جاتا ہے۔ عوام اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں اور اس کی اطاعت و فرماں برداری میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

پانچواں مقالہ ''دنیا کے فتنوں سے اجتناب'' کا طریقہ بتاتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جب تم دنیا کی آرائش و زیبائش، اس کی لذات، اس کے دلکش مناظر اور غافل دنیا پرستوں کو دیکھو تو ایسا سمجھو کہ تم رفع حاجت کے لئے گئے ہو اور غلاظت و بدبو کی وجہ سے ناک اور آنکھیں بند کر رہے ہو۔ پس اسی طرح دنیا اور دنیا والوں سے خود کو دور رکھو تا کہ روح کی فطری طہارت و پاکیزگی تلف نہ ہو جائے۔ سامان دنیا جس قدر تیرے مقدر میں ہے وہ

ضرور ملے گا اور تو اس سے ضرور متمتع ہوگا پھر اس کے پیچھے بھاگنے اور اس کے لئے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

چھٹا مقالہ ''نفس امارہ کی مخالفت کو توحید کی تکمیل'' قرار دیتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا احترام اور پابندی، اپنی خواہشات کو ختم کر دینا، فاسق و غافل سے قطع تعلق کر لینا، تعلق باللہ کو مضبوط کرتا ہے۔ اپنے نفع و نقصان، دفعِ ضرر اور جدوجہد میں خود پر بھروسہ شرک اور کلی طور پر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اسی کو قاضی الحاجات سمجھنا توحید ہے۔ جو خود کو فنا کر دیتا ہے، بقا کو پا لیتا ہے۔ وہ قضا و قدر کے شر سے بے خوف ہو جاتا ہے اور خیر کے دائرے میں آ جاتا ہے۔ پھر اس کا بولنا، چلنا پھرنا سب کچھ حکمِ الٰہی کی تابع ہوتا ہے تبھی کہا جاتا ہے۔

''گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گر چہ از حلقوم عبداللہ بود''

عاشقانِ حق کا مقصد اپنی خودی کو فنا کر کے خدا کے ارادے میں شامل ہونا رہتا ہے۔ نفس امارہ کی خواہشات سے انحراف ہی توحید کی تکمیل ہے۔

ساتواں مقالہ ''اطمینانِ قلب کا راز'' ظاہر کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس کی پابندیوں سے آزاد ہو کر اپنا ہر معاملہ کلی طور پر اپنے پروردگار کو سونپ دے۔ تیرے ارادے اور آرزوئیں بھی اسی کی مخلوق ہیں پس ان کی پیروی مخلوق کی پیروی اور پیروئ غیر اللہ شرک محض ہے۔ خود قرآن کریم میں ارشادِ باری ہے۔ ''اے نبی کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی ہوائے نفسانی کو ہی اپنا معبود بنا لیا ہے''۔

احکامِ الٰہی کی مکمل پابندی ہی اعلیٰ مقام دلاتی ہے، بلندئ درجات کا باعث بنتی ہے پس اس کے اوامر و نواہی کی تکمیل اور توبہ و استغفار کی کثرت نہ صرف قرب خداوندی عطا کرتی ہے بلکہ حقیقی اطمینان قلب کا راز بھی اسی میں پنہاں ہے۔

آٹھواں مقالہ 'قربِ خداوندی کے مراحل' سے آشنا کرتا ہے۔ ارشاد والا ہے کہ قربِ خداوندی کے بہت سے مراحل ہیں جیسے جیسے حاصل ہوں، خاموش اور باادب ہو کر حاصل کرنا چاہیئے۔ اس میں اپنی خواہش کو دخل نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کی نعمتوں پر شکر و رضامندی اور دنیاوی اشیاء سے ترکِ التفات ہی تمام نیکیوں اور برکتوں کی اصل ہے۔ جو کچھ مشیت الٰہی میں تیرا حصہ ہے وہ مل کر رہے گا اور اگر وہ شے مقدر نہیں ہے تو کوئی بھی

صاحبِ عقل وشعور اس کے لئے فتنوں اور پریشانیوں میں کیوں مبتلا ہوگا؟

پس خیر وسلامتی اور اطمینانِ قلب حفاظت احوال باطن اور تسلیم و رضا میں ہے۔

نواں مقالہ 'اللہ تعالیٰ کی صفات جلالی و جمالی' کو ظاہر کرتا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں اس کی صفات جلالی و جمالی کا واضح تذکرہ موجود ہے۔ اس نے بندوں کے طبائع میں بھی ان کو ظاہر فرمایا ہے۔ انبیائے عظام، صحابہ کرام اور اولیائے ذی شان میں مختلف صفات جلالی و جمالی ظاہر ہوتی ہیں۔

دسواں مقالہ "اتباع قرآن وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" کے بیان میں ہے۔ آپ کا فرمان ذی شان ہے کہ جہاد فی النفس ہی فلاح و بہبود کا ضامن ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کی ولایت وعبودیت پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ اپنی توقعات کو مخلوق کے بجائے خالق سے وابستہ کر، اپنے افعال واعمال کو مشیت الٰہی کا پابند بنا لے۔ احکم الحاکمین کے ہوتے کسی امر میں خود حاکم نہ بن بلکہ ہر کام کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے مطابق انجام دینے کی کوشش کر۔ جن کاموں کا حکم پایا جاتا ہے اور جن سے دل سکون واطمینان محسوس کرتا ہے انھیں انجام دے اور جن سے روکا گیا ہے اور جن کے کرنے سے دل میں ندامت وکراہت پیدا ہوتی ہے، ان سے اجتناب کر۔ مختصر یہ کہ نفس امارہ کی مخالفت اور اوامر ونواہی کی پابندی ہی قرآن وحدیث پر عمل ہے۔

گیارہواں مقالہ "صبر وتوکل کے بیان میں" ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی مشیت اور ترتیب عمل میں بالکل دخل نہ دے۔ خواہشات نفسانی سے احتراز کرتے ہوئے ذکر الٰہی کے ساتھ صبر وتحمل کا التزام کر۔ دستورِ قضا وقدر کی وفاداری اور امر ربی کی اطاعت کو شعار بنا۔ بلاشبہ صبر کرنے والوں کو بے حد وبے حساب اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔

بارہواں مقالہ اس امر کی تلقین کرتا ہے کہ "مال وجائداد کے باعث اطاعتِ حق سے گریز مت کر"۔ فرماتے ہیں کہ اگر تو اس مال وجائداد کے باعث اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت سے گریز کرتا ہے جو دراصل اسی کی عطا کردہ ہے تو اس غفلت ولاپرواہی کی بنا پر وہ نہ صرف تجھے اپنے قرب سے دور کردے گا بلکہ اس مال وجائداد کو بھی چھین سکتا ہے۔ منعم سے غافل ہوکر نعمت میں محو ہوجانا شرک ہے اور شرک ناقابلِ معافی جرم۔ پس اس کی نعمتوں سے فیض یاب ہو لیکن اس کے اصل مالک ومنعم سے غافل نہ ہو۔ اس کی عبادت واطاعت

میں مشغول رہ تا کہ صدیقین وصالحین کی جماعت میں شامل ہو سکے۔

تیرہویں مقالے میں ''شفائے روحانی پانے کا طریقہ'' بتایا گیا ہے۔ ارشادِ والا ہے کہ نعمت یا مصیبت جو کچھ قسمت میں ہے، پہنچ کر رہے گی خواہ تم اسے پسند کرو یا ناپسند۔ پس ہر معاملے میں اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کردو۔ نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر و تحمل اختیار کرو تا کہ اس شیوۂ تسلیم ورضا سے سلف صالحین میں شامل کئے جاؤ۔ صبر و ایمان کی قوت ہر بلا کو زائل کر سکتی ہے۔ ایسے فعل سے بچو جو اس کے اوامر و نواہی سے باہر ہو۔ اسباب شرک سے پرہیز کرو اور رب ہی کی طرف رجوع کرو۔

چودھواں مقالہ ''پرستارانِ دنیا و پرستاران عقبیٰ'' کی نشان دہی کرتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ بندۂ نفس دنیا کے پرستار ہیں، اپنی ہوا و ہوس کے غلام ہیں، دنیا کی لغویات و ہزلیات میں محو و مصروف ہیں۔ پرستاران عقبیٰ اپنے خالق و مولیٰ کے غلام ہیں، اس کے اوامر و نواہی کی پیروی کرتے ہیں، ان کے قلوب صرف رب واحد سے وابستہ ہیں جب تک زمین و آسمان قائم ہیں، حق تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے سلامتی ہے۔

پندرہواں مقالہ ''خوف و رجا کے متعلق'' ہے۔ اس میں حضرت قطب ربانی اپنا ایک خواب بیان فرماتے ہیں۔ دراصل 'بین الخوف والرجاء' یعنی خوف اور امید کے درمیان رہنا اہل اللہ کا طریق رہا ہے۔ وہ اللہ کے قہر وغضب سے بے پناہ ڈرتے بھی ہیں اور ہر وقت اس سے پناہ بھی مانگتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے رحم و کرم کے امیدوار بھی رہتے ہیں۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے بلکہ ارحم الراحمین ہے اس لئے ہر وقت اس سے رحم و کرم کی ہی امید رکھتے ہیں۔

سولہواں مقالہ ''توکل علی اللہ کے درجات'' بیان کرتا ہے۔ محض اپنی صلاحیت پر بھروسہ یا مخلوق سے امید یا اسباب و وسائل پر بھروسہ دراصل توکل علی اللہ کے منافی ہے اور حضرت شیخ نے اسے خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک کرنا قرار دیا ہے، اس لئے شرک ہے۔ یقین کامل ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی رازق اور مسبب الاسباب ہے، وہی توفیق محنت و کسب عطا فرمانے والا ہے، وہی مشکلات و موانع کو رفع کرنے والا ہے۔ یہی توکل علی اللہ ہے۔ اسی کامل توکل کی بنا پر اللہ تعالیٰ غیب سے ہر حاجت و ضرورت کو پورا کر دیتا ہے۔

سترہواں مقالہ ''واصل باللہ ہونے کا طریقہ'' بتاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

وصول الی اللہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ مخلوق کے علائق اور ذاتی خواہشات اور ارادوں کے بندھن سے آزاد ہو کر اللہ کے فعل وارادے کے ماتحت ہو جائے اور اس کا ہر قول وفعل امر الٰہی کے مطابق ہونے لگے۔ واصل باللہ ہو جانے کے بعد وہ غیر اللہ سے بے غرض و بے خوف ہو جاتا ہے اور آخر میں وہ مقام بھی آجاتا ہے کہ اسے شیخ کی بھی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں آجاتا ہے، پھر اس کا قول وفعل مشیتِ الٰہی کے تابع ہو جاتا ہے اور وہ ہر طرح کے شرک سے آزاد ہو جاتا ہے۔

اٹھارہواں مقالہ تنبیہ کرتا ہے۔ ''مشیت الٰہی کے خلاف شکوہ وشکایت مت کر''۔ حضرت والا تاکید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو امور ظاہر ہوں ان کے خلاف کسی کے سامنے شکایت نہ کر۔ مصیبت ومسرت دونوں اسی کی طرف سے ہیں اور بلاشبہ مصیبت کے بعد مسرت ونعمت بھی ہے۔ اتنی وسیع وبسیط کہ اس کا شمار بھی ممکن نہیں۔ عرضِ حاجت کر تو اسی کے سامنے، اپنے حال کا شکوہ کر تو بھی اسی کے سامنے اور اسی سے، کیونکہ غیر اللہ کے سامنے شکوہ وشکایت کا حاصل بھی کیا ہے؟ وہ کیا مدد کر سکتے ہیں؟ ہاں بندہ آہ وزاری کر کے، شکوہ وشکایت کر کے، شکوہ وشکایت کر کے خود اپنی بات خراب کر لیتا ہے اور ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے، ان ہزاروں نعمتوں کی ناشکری کا جو اسے بہر حال حاصل ہیں۔ آلام ومصائب پر صبر وتحمل بندۂ مومن کی پہچان ہے۔ رضا بالقضا اور شیوۂ تسلیم ورضا ہی ولایت اور اس کے درجاتِ عالیہ تک پہنچاتے ہیں۔

انیسواں مقالہ ''ایمان کے درجات'' کی نشان دہی کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رحمت الٰہی سے مایوسی ایمان ویقین کی کمزوری کی علامت ہے۔ بندۂ مومن ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے رحم وکرم کا طالب اور اس کی رحمت ورافت کا طلب گار رہتا ہے۔ ایمان کا یہی درجہ اسے تسلیم ورضا کے مقام پر فائز کرتا ہے اور ہر قسم کے شرک کی آلائشوں سے پاک کر دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے تمام دروازے وا ہو جاتے ہیں اور بندہ محبوبِ خالق ہی نہیں، محبوبِ خلائق بھی ہو جاتا ہے۔

بیسواں مقالہ تاکید کرتا ہے کہ ''مشکوک ومشتبہ چیزیں چھوڑ دو''۔ حضرت قطب ربانی حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو چیزیں حرام وحلال کے لحاظ سے مشکوک ومشتبہ معلوم ہوں، انھیں چھوڑ دینا چاہیے۔ مخلوق کے عطیات سے

پرہیز کر، اور نہ اس سے خوف زدہ ہو کیونکہ یہ بھی شرک ہے اور شرک سے زیادہ مکروہ و مشتبہ اور کوئی چیز ہو نہیں سکتی۔ اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ۔ اس کا مقسوم کردہ رزق تجھے ضرور حاصل ہوگا۔ وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

اکیسواں مقالہ "خیر و شر کے متعلق ابلیس کی گفتگو" نقل کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے خواب میں ابلیس کو دیکھا اور مارنے کا ارادہ کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے کیوں مارتے ہو، میں نے مشیتِ ایزدی اور اپنی تقدیر کے مطابق عمل کیا۔ میں شر کو خیر میں بدلنے کے لئے کہاں قادر تھا؟ پس اس صورت میں مجھ پر لعنت و ملامت اور تشدد کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟۔ آپ نے خواب کی تاریخ ۱۲ ذی الحجہ ۴۹۱ھ بروز یک شنبہ بتائی ہے اور ابلیس کا حلیہ بھی بیان کیا ہے۔

بائیسواں مقالہ "ابتلاء باندازۂ ایمان" پر روشنی ڈالتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ معمول ہے کہ وہ بندۂ مومن کو اس کی ایمانی قوت کے مطابق ہی ابتلاء و آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ چنانچہ مدارج ایمان کے مطابق نبی کی ابتلا سے رسول کی ابتلا بڑھ کر ہوتی ہے۔ نبی کی آزمائش ابدال سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ ابدال کی ابتلا ولی سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ ابتلا و آزمائش میں ہی انسان فطرتاً صبر و شکر اور رضا بالقضا کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور اسی سے بلندئ درجات حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ کے قرب کے لئے اور اس کا محبوب بننے کے لئے ابتلا و آزمائش میں مبتلا ہونا بھی ضروری ہے۔

تیئسواں مقالہ تاکید کرتا ہے کہ "احکام و مشیتِ الٰہی سے موافقت کر"۔ اللہ کی عطا پر شکر و قناعت کر، شکرِ نعمت سے رزق میں اضافہ اور صحت و عافیت حاصل ہوتی ہے۔ ہر حال میں احکام الٰہی کا پابند رہ اور مشیتِ الٰہی کے مطابق زندگی گزار۔ اس لئے کہ اتباعِ نفس بذاتِ خود شرک ہے اور شرک ناقابلِ معافی جرم و غضبِ الٰہی کا باعث۔

چوبیسواں مقالہ بتاتا ہے کہ "ماسوا اللہ فتنہ ہیں"۔ فرماتے ہیں کہ یقین کامل ہونا چاہئے کہ ہم ہر حال میں اللہ کے بندے ہیں۔ پس معبودِ حقیقی کی عبادت، اس کے احکام کی پابندی ضروری ہے۔ مقدرات اٹل ہیں ان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی پھر اس سے فرار کیوں کر ممکن ہے، اس لئے ہر حال میں راضی برضا رہنا چاہئے۔ اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی سے مدد و استعانت طلب کرنی چاہئے۔ اس کے سوا ہر چیز میں فتنہ ہے۔ اس لئے ہر حال

میں اسی سے رجوع کرنا چاہئے۔

پچیسواں مقالہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ ایمان سب سے بڑی نعمت ہے۔ حضرت قطب ربانی ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایمان محکم کو بندے کے لئے تمام دنیوی واخروی سعادتوں کا سرچشمہ بتایا گیا ہے۔ پس دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق ونصرت وحمایت سے ہمارے ایمان کو محکم وتوانا بنائے اور ہمیں صراط مستقیم پر گامزن فرمائے۔

چھبیسویں مقالے کے مطابق ''صبر ورضا قرب الٰہی ہے''۔ درحقیقت مقدر کے مطابق مصائب وآلام تو پیش آتے ہیں، ان پر بے صبری وناشکری کا اظہار شکوہ وشکایت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب کے باعث بنتے ہیں جب کہ مصائب وآلام پر صبر وتحمل سے اللہ کی رضا وخوشنودی حاصل ہوتی ہے، اسرار الٰہی منکشف ہوتے ہیں اور مراتب بلند حاصل ہوتے ہیں۔

ستائیسواں مقالہ تلقین کرتا ہے کہ ''شر سے مجتنب رہو، راہِ خیر اختیار کرو''۔ فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں خیر وشر دونوں موجود ہیں اور انسان کے کردار وعمل میں دونوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ متعدد آیاتِ کلام اللہ کے مطابق عواملِ خیر اللہ کی جانب سے اور عواملِ شر ابلیس اور نفسِ امارہ کے پیدا کردہ ہوتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے کہ بندے کو جو نیکی پہنچتی ہے وہ اللہ کی جانب سے ہوتی ہے اور بدی خود اس کے نفس کی پیدا کردہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی یہ دعا اور التجا کرتے رہنا چاہئے کہ نیکی اور راہِ راست سے حصہ وافر عطا فرمائے اور شر وبرائی سے دور ونفور رکھے۔

اٹھائیسواں مقالہ ''موحد کی بشارتیں'' بیان کرتا ہے۔ ارشاد والد ہے کہ اللہ کی نصرت واعانت کے لئے توحید بنیادی عنصر ہے۔ اتباعِ نفس سے مجتنب رہ کر مشیتِ الٰہی کے مطابق زندگی گذارنے والے ہی اللہ تعالیٰ کی بشارتِ عظمیٰ کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ ان پر ہی اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ انھیں ہی قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

انتیسواں مقالہ بتاتا ہے کہ ''توکل علی اللہ کا فقدان کفر ہے''۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اللہ پر کامل توکل رکھتا ہے تو اللہ اس کے لئے کافی ہوتا ہے۔ کامل توکل کی بارہا تاکید کی گئی ہے اور اس سے حاصل ہونے والے فوز وفلاح پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تیسواں مقالہ "صبر و تحمل کے فوائد" بیان کرتا ہے۔ صبر و تحمل اور رضا بالقضا نہ صرف اللہ کی خوشنودی کا باعث اور قربِ الٰہی کا ذریعہ بنتے ہیں بلکہ بندے کے درجات کو بلند کرتے ہیں۔ "ان اللہ مع الصابرین" (اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) فرمانِ الٰہی ہے اور جس کے ساتھ اللہ ہے تو پھر اسے اور کیا چاہیئے؟۔

اکتیسواں مقالہ تلقین کرتا ہے "اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض" ہونا چاہیئے۔ ارشادِ گرامی ہے کہ ہماری محبت و نفرت میں ذاتی پسند یا ناپسند کا دخل نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ہمیں ان سے محبت کرنی چاہیئے جو اللہ کو دوست رکھتے ہیں اور ان سے نفرت ہونی چاہیئے جو اللہ کے باغی، نافرمان اور بدکردار ہیں۔ "الحب للہ و البغض للہ" پر عمل کرنے والے ہی اللہ کے پسندیدہ اور محبوب ہو جاتے ہیں۔

بتیسواں مقالہ بتاتا ہے کہ "غیر اللہ کی محبت شرک ہے"۔ ارشاد محبوب سبحانی ہے کہ محبت حقیقت میں صرف اللہ کے لئے خاص ہے اس لئے کہ قلب انسانی اللہ کا مسکن ہے اس میں اگر کسی دوسرے کو جگہ دے دی تو یہ شرک محض ہوگا اور شرک کسی حال میں قابلِ معافی نہیں۔ ہاں فطری رشتوں سے جو تعلق اور محبت ہوتی ہے وہ بھی اللہ ہی کے واسطے اور وسیلے سے ہونی چاہیئے۔ ان کی محبت اور ان سے تعلق اللہ سے غافل کرنے والا نہیں ہونا چاہیئے۔

تینتیسواں مقالہ "اہل اللہ کی محبت" پر روشنی ڈالتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کی محبت شرک اور اللہ تعالیٰ سے محبت توحید کی اساس ہے لیکن یہ محبت اہل اللہ سے محبت کرنے پر ہی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ کے ولی زمین میں اس کے خلیفہ، حاصلِ تخلیق اور روحِ کائنات ہوتے ہیں پس ان کی صحبت اور ان سے محبت اللہ تک پہنچانے والی ہوتی ہے۔ ان سے محبت اور فساق و فجار سے نفرت اور پرہیز لازمی ہیں۔ یہی مفید اور مضر افراد ہیں۔ اب یہ بندے پر منحصر ہے کہ وہ کن لوگوں کو عزیز رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پسندیدہ بندوں کی صحبت اور محبت کی توفیق عطا فرمائے۔

چونتیسواں مقالہ "عبادت میں اخلاص" کی نشان دہی کرتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر و عبادت میں اخلاص توحید کی روح اور قبولیت کی بنیاد ہے۔ اللہ کی اطاعت اور شریعت مطہرہ کا احترام ہی عبادت میں خلوص اور اس سے محبت پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اسی خاص صفت کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ کامل یکسوئی

سے اللہ کی عبادت کرتے تھے اور کسی حال میں کسی کو اس کا شریک و سہیم نہیں ٹھہراتے تھے۔ پس دین ابراہیم پر قائم افراد کو بھی توحید و اخلاص کا پابند ہونا چاہیئے۔

پینتیسواں مقالہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ "راست بازی تزکیہ باطن کی اصل ہے"۔ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اور راست گفتاری صراط مستقیم ہے۔ احادیث میں تقویٰ و پرہیز گاری کو دین کی اصل و بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ کلامِ الٰہی میں تقویٰ و پرہیز گاری اور راست بازی پر متعدد بار زور دیا گیا ہے اور ان پر عمل کرنے والوں کو ہی اللہ کے نیک بندے اور مومن قرار دیا گیا ہے۔

چھتیسویں مقالے میں تلقین کی گئی ہے کہ "دین و عقبیٰ کو دنیا داری پر مقدم رکھو"۔ ارشاد گرامی ہے دین کے اعتقادی اور عملی تقاضوں کو دنیا کے اشغال و ترغیبات سے مقدم رکھو اور دنیوی امور میں منہمک ہو کر احکامِ الٰہی کو فراموش نہ کرو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کاملہ اختیار کرتا ہے، تمام کائنات اس کی عزت و توقیر کرتی ہے اور جو شخص اس کی نافرمانی کرتا ہے تو پھر تمام کائنات اس سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتی ہے، پس دنیا میں مشغول ہو کر نفرت و حقارت کے سزاوار نہ بنو اور عاقبت خراب نہ کرو۔

سینتیسواں مقالہ "مذمت حسد" کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حسد کمزور ایمان اور کمزور توکل کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اختیار اور تصرف سے اگر کسی کو دیتا ہے تو کون اسے روک سکتا ہے۔؟ جذبہ حسد دنیا و عقبیٰ دونوں کے لئے انتہائی مضر ہے۔ دنیا میں حاسد ہمیشہ پریشان اور حسد کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ عقبیٰ میں اس کی جو سزا ہے وہ انتہائی عبرتناک ہے۔ پس حسد سے ہر حال میں پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ قرآن حکیم اور احادیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس کی بے پناہ مذمت آئی ہے۔

اڑتیسواں مقالہ "اہل اللہ کا اجر" بتاتا ہے۔ حضرت والا کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین برحق کی خدمت اور تبلیغ و اشاعت میں صدق و خلوص کے ساتھ مشغول رہتا ہے، اللہ تعالیٰ خود اس کا اجر و ثواب بن جاتا ہے اور اس کی نصرت و حمایت اور اعانت ہر حال میں اس کی شامل حال رہتی ہے۔

انتالیسواں مقالہ "ردنعمت کفران نعمت ہے" کا اعلان کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عبادتِ الٰہی سے غفلت و روگردانی اس کی نعمتوں کو حقیر جاننا اور ان کا انکار کرنا ہے۔

چالیسواں مقالہ "درجہ ولایت کی تفسیر" بیان کرتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ نفس امارہ کی مخالفت اور شریعت کا اتباع اولیاء اللہ کے زمرے میں شامل کرا دیتا ہے۔ اوامر ونواہی کی پابندی اس کا ذریعہ ہے۔

اکتالیسواں مقالہ بتاتا ہے کہ "ابتلا کے بعد الطاف الٰہیہ" کا ظہور ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں ابتلاء وآزمائش ترقی درجات کا باعث ہوتی ہے۔ کبھی ابتلاء وآزمائش خود اپنی بداعمالیوں کے نتیجے میں آتی ہیں۔ صدق دل سے توبہ واستغفار کے بعد نہ صرف مصائب وآلام کا خاتمہ ہوتا ہے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ الطاف وعنایات کی جاتی ہیں۔

بیالیسواں مقالہ "نفس انسانی کی دو حالتیں" بیان کرتا ہے۔ انسان کبھی عیش وعشرت اور کبھی عُسرت ومصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ دونوں حالتوں میں آزمائش ہوتی ہے، عموماً ہوتا یہ ہے کہ عیش وعشرت میں غفلت اور غرور وتکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے اور عُسرت ومصیبت میں شکوہ وشکایت کرنے لگتا ہے۔ اگر بندہ ہر حال میں صبر وشکر کرتا ہے اور غفلت وشکایت سے دور رہتا ہے تو پھر اسے دہ چند دیا جاتا ہے۔

تینتالیسواں مقالہ "غیر اللہ سے سوال کرنے کا سبب" بتاتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ غیر اللہ اور مخلوق سے وہی سول کرتے ہیں جن کا اللہ پر ایمان ویقین کمزور ہوتا ہے، جن میں صبر وتوکل ناپید ہوتا ہے جو توحید الٰہی کی معرفت نہیں رکھتے۔

چوالیسواں مقالہ "مومن کی بعض دعائیں قبول نہ ہونے کی وجہ" بیان کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مومن کی تمام دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ عدم قبولیت میں بھی بڑی حکمت اور فوائد ہیں جنھیں عالم الغیب ہی جانتا ہے نیز دعاؤں کے بدلے میں جو اجر وثواب ملنے والا ہے اس کی قدر وقیمت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ آخرت میں بندہ اس کے اجر وثواب کو دیکھ کر یہ آرزو کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی۔

پینتالیسواں مقالہ "اصحاب عُسر اور اصحاب یُسر" پر روشنی ڈالتا ہے۔ اصحاب عُسر وہ لوگ ہیں جو مصائب وآلام میں مبتلا رہتے ہیں اور اصحاب یُسر وہ ہیں جو خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی گذارتے ہیں۔ دونوں کی آزمائش کا انداز جدا ہے۔ اصحاب عُسر اگر صبر وتحمل سے کام لیتے ہیں، ہر حال میں شاکر رہتے ہیں تو اجر عظیم کے حقدار بن جاتے ہیں۔ اصحاب یُسر اگر عیش وعشرت میں رہ کر بھی اللہ سے غافل نہیں ہوتے، اللہ کے بندوں کی مدد

کرتے ہیں، صدقات وخیرات کا اہتمام کرتے ہیں اور غرور وتکبر میں مبتلا نہیں ہوتے تو وہ بھی اجر عظیم کے حقدار بن جاتے ہیں بصورت دیگر قہر وغضب الٰہی کا شکار ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں تو دردناک عذاب ان کا منتظر ہے۔

چھیالیسواں مقالہ حدیث قدسی ''جس کو میرے ذکر نے سوال سے باز رکھا'' بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس کو میرے ذکر نے مخلوق کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے باز رکھا تو میں اس شخص کو سوال سے بھی زیادہ عطا کرتا ہوں اور اپنا محبوب وبرگزیدہ بندہ بنالیتا ہوں۔

سینتالیسواں مقالہ ''قربِ الٰہی کی ابتدا وانتہا'' بتاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ قرب الٰہی کی ابتدا تقویٰ وپرہیزگاری اور انتہا تسلیم ورضا اور توکل ہے۔

اڑتالیسواں مقالہ ''مدارج عبادت'' پر روشنی ڈالتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ مومن کو چاہئے کہ وہ فرائض وسنن اور نوافل کو اپنے اپنے مقام پر رکھے اور بتدریج ان کی تعمیل کرے، ایسا نہ ہو کہ فرائض سے زیادہ نوافل پر زور دینے لگے۔ فرائض کی ادائیگی کے بغیر نوافل درجہ قبولیت نہیں پا سکتے۔

انچاسواں مقالہ ''نیند اور اکل حرام کی مذمت'' کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ سونے کو جاگنے پر ترجیح دینے والا دونوں جہان میں خسارہ پانے والا ہے۔ نیند کی کثرت سے دل سخت اور تاریک ہو جاتا ہے۔ بندۂ مومن اور اولیاء وصلحاء ہمیشہ کم سوتے اور زیادہ جاگتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہ سکیں۔ اکل حرام سراپا شر ہے، اس سے قلب تاریک اور زنگ آلود ہو جاتا ہے اور ذکر ومعرفت الٰہی کے قابل نہیں رہتا اس لئے اس سے بہر حال پرہیز اور دوری ونفوری لازمی ہے۔

پچاسواں مقالہ بتاتا ہے کہ قرب الٰہی کا حصول کس حد تک ممکن ہے۔ نفس امارہ کی مخالفت اور اخلاص وصدق دل کے ساتھ اوامر ونواہی کی پابندی قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس صورت میں حکمت کبریٰ اور کرامت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے۔

اکیانواں مقالہ ''غیر اللہ سے منقطع ہونے کا اجر وثواب'' بتاتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ جب بندہ غیر اللہ سے لاتعلق ہو کر ذکر وفکر الٰہی میں محو اور فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو وہ دوہرے اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے، شکر گذاری کے

جذبے کے ساتھ ان کا استقبال کرتا ہے اور شکر گذاری کے ساتھ ان سے متمتع ہوتا ہے۔

باون واں مقالہ "اولیاء اللہ کے ابتلاء کا سبب" بیان کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ اللہ اپنے محبوب بندوں کو ابتلاء و آزمائش میں گرفتار کر کے انھیں اپنی طرف رجوع کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرتا ہے کیونکہ فطری طور پر انسان پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ رجوع ہوتا ہے، دوسرے ان کے ذریعہ درجات و مقامات میں اضافہ کیا جاتا ہے۔

ترپنواں مقالہ بتاتا ہے کہ "رضائے الٰہی کا مطالبہ" کیا ہے۔ رضائے الٰہی کی شرط اولین ہے نفس امارہ اور اس کی خواہشات کی مخالفت۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں ہی رضائے الٰہی پوشیدہ ہے۔ اللہ کی حمد بجالانا اور ہر حال میں صابر و شاکر رہنا بھی رضائے الٰہی کا حصول آسان بنا دیتے ہیں۔

چونواں مقالہ "زہد و تقویٰ کی تشریح و توضیح" کرتا ہے۔ قطب ربانی، محبوب سبحانی کا ارشاد گرامی ہے کہ عقبیٰ میں فلاح و عافیت کے لئے نفس اور اس کی خواہشات سے کنارہ کشی اور اللہ کی رضا کے لئے اپنے نیک اعمال کی جزا کا خیال بھی ترک کر دینا چاہئے۔ اللہ کی رضا اخلاص و محبت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ یہی حقیقی زہد و تقویٰ ہے اور یہی اطمینان عطا کرتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے "اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" (اللہ کے ذکر سے ہی قلب انسانی اطمینان و سکون پاتے ہیں) پس بے غرض ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہونا چاہئے۔

پچپنواں مقالہ "تکمیل ولایت" پر روشنی ڈالتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہوا و ہوس اور نفس امارہ کی پیروی سے اجتناب ہی تکمیل ولایت کا ذریعہ ہے۔ بے غرض ذکر الٰہی میں محو ہونا ہی اصل ہے، اس کا مقصد صرف رضائے الٰہی ہونا چاہئے۔ نہ دنیوی آرام و آسائش کی تمنا نہ جہنم کا خوف اور نہ جنت کا لالچ۔ جو ان سب سے آزاد ہو کر ذاکر بنتا ہے وہی ولایت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچتا ہے۔

چھپنواں مقالہ "باقی باللہ ہونے کا مطلب" بیان کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب بندۂ مومن مخلوقات اور خواہشات نفسانی خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے، پوری طرح بے تعلق ہو کر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے ذکر میں محو ہو جاتا ہے تو وہ فانی بغیر اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے۔ یہی توحید کی منتہا ہے۔

ستاونواں مقالہ "احوال اولیاء میں قبض وبسط کی وضاحت" کرتا ہے۔ قبض اس باطنی کیفیت کو کہتے ہیں جو روحانی حجاب وغفلت کا حکم رکھتی ہے اور جس سے قلب مومن پر کثافت وانقباض طاری ہوجاتا ہے، جو روحانی اور ذہنی پریشانی اور درد وکرب پیدا کرتا ہے۔ بسط وکشاد اس کے برعکس کیفیت ہے۔ دونوں کیفیات قضائے الٰہی سے ہیں اس لئے بخوشی برداشت کرنی چاہئیں۔ اول الذکر کیفیت خواہشات نفسانی کی بدولت بھی ہوسکتی ہے جس قدر ان پر قابو پالیا جاتا ہے اسی قدر بسط وکشاد کی راہیں وا ہوجاتی ہیں اور ترقی درجات حاصل ہوتی ہے۔ "خود اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ایک حال سے نکال کر دوسرے حال میں پہنچاتا رہتا ہے۔

اٹھاونواں مقالہ تلقین کرتا ہے "اپنی نگاہ کو ہستی باری تعالیٰ پر مرتکز کر"۔ ارشاد والا ہے: اپنی ظاہری وباطنی آنکھوں کو غیر اللہ سے ہٹا کر صرف ہستی باری تعالیٰ پر مرتکز کر دینا چاہئے۔ مخلوق کو نہیں خالق کو دیکھئے، مصنوعات کو نہیں صانع کو دیکھئے۔ اگر مخلوق کا مشاہدہ کرنا ہی ہے تو خالق وصانع کو نظر کا منتہا بنایئے اور اس کی عظمت وصنعت وخلقت کا عرفان حاصل کیجئے۔ اگر نظر خالق پر رہے گی تو اس کا حقیقی عرفان حاصل ہوجائے گا اور بندہ فانی بغیر اللہ اور باقی باللہ ہوجائے گا۔

انسٹھواں مقالہ "صبر وشکر کی تاکید" کرتا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی کا ارشاد گرامی ہے کہ انسانی زندگی میں دو مختلف کیفیات وحالات رہتے ہیں، یا تو انسان مصائب وآلام کا شکار ہوتا ہے یا راحت وآرام میں زندگی بسر کرتا ہے۔ پس ہر مومن کو کلام الٰہی اور احادیث نبوی کے مطابق مصائب وآلام میں صبر وتوکل اور عیش وآرام میں شکر وذکر الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہئے، نہ شکوہ وشکایت کرنا چاہئے اور نہ غرور وتکبر۔ یقیناً دونوں کیفیات اللہ ہی طرف سے ہوتی ہیں پس ہر حال میں صابر وشاکر رہنا ہی بندۂ مومن کی پہچان ہے۔

ساٹھواں مقالہ "اتباع کتاب وسنت" پر زور دیتا ہے۔ حضرت والا کا ارشاد گرامی ہے کہ کتاب وسنت اور اوامر ونواہی کا کامل اتباع ہی مومن کی معراج ہے اور سلوک کی ابتدائی منزل ہے۔ مقدرات الٰہیہ سے موافقت سلوک کا بلند تر درجہ ہے۔ اسوۂ حسنہ کی پیروی نہ صرف حب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تقاضہ ہے بلکہ حکم الٰہی بھی ہے۔

اکسٹھواں مقالہ بتاتا ہے کہ "مومن استعمال اشیاء میں احتیاط وتفتیش کرتا ہے"۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندۂ مومن اشیاء کو قبول کرتے وقت پہلے یہ دیکھتا ہے کہ ان میں کوئی

حرام شئے تو کجا، مشکوک و مشتبہ چیز تو شامل نہیں ہے۔ فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو چیز تجھے شک و شبہ میں ڈالے اسے چھوڑ دے اور جس میں شک نہ ہو اسے اختیار کر۔

باسٹھواں مقالہ "محبت اور محبوب کے متعلق" ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ جو عشق و محبت اللہ کے لئے خاص ہے اس میں کسی اور کو ہرگز شریک نہ کیا جائے۔ یہ شرکت ہی مصائب و آلام کی وجہ بنتی ہے۔ محبت خود مخلوق ہے پس اسے مخلوق سے مخصوص کرنے کے بجائے خالق سے منسوب کر، جذبہ محبت ایک جاودانی شئے ہے اور زندۂ جاوید ہستی کے ساتھ ہی باقی رہ سکتا ہے، پس اللہ کی ذات ہی اس کی صحیح حقدار ہے۔

تریسٹھواں مقالہ "ایک نکتۂ معرفت" کی نشان دہی کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عالم خواب میں کہا کہ اے انسان! تو اللہ کی مخلوق کو اس کے ساتھ شریک کرتا ہے، نفس امارہ جیسی رذیل شے کو اس کے ساتھ شریک کرتا ہے؟ مشیت الٰہی کے ساتھ اپنے ارادے کو شریک کرنا چاہتا ہے؟ توحید و اخلاص کو اپنے قلب میں جاگزیں کر۔ یہ سن کر ایک شخص نے سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ تو میں نے جواب دیا: "یہ توحید و شرک کا امتیاز اور معرفت کا ایک رمز ہے"۔

چونسٹھواں مقالہ اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ "دائمی موت اور دائمی حیات کیا ہے"۔ ارشاد محبوب سبحانی ہے کہ غیر اللہ سے امیدیں اور توقعات منقطع کر لینا اور بے تعلق ہو جانا نیز نفس امارہ کی خواہشات سے دور و نفور ہو کر صرف رضائے الٰہی کے حصول میں منہمک ہو جانا اور خود کو ہستی باری تعالیٰ سے وابستہ کر لینا ایسی حیات ہے جسے موت نہیں پس اسی کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کے برعکس حالت میں گرفتار ہونا یعنی نفس امارہ کی خواہشات اور غیر اللہ سے توقعات کا شکار ہونا ایسی موت ہے جس میں حیات کا شائبہ بھی نہیں۔

پینسٹھواں مقالہ اعلان کرتا ہے "اللہ کی طرف ظلم کو منسوب کرنا کفر ہے"۔ فرماتے ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم اور نصرت و اعانت پر کبھی شک نہیں کرنا چاہیئے اور نہ کسی رنج و اضطراب میں شکوہ و شکایت اور ظلم و زیادتی کو اس کی طرف منسوب کرنا چاہیئے۔ ظلم و زیادتی کو اپنے ہی نفس کی کج روی کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے اور یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ نفس اَمّارہ کی شامت اعمال کی پاداش میں مصائب و آلام نے اپنا شکار بنایا ہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ جو عذاب بھی بندوں پر آتا ہے وہ ان کی بداعمالیوں کے نتیجے میں آتا ہے۔

چھیاسٹھواں مقالہ "التزام دعا کی تاکید" کرتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ سوال

مخلوق کے سامنے معیوب وممنوع ہے نہ کہ خالق و مالک کے سامنے۔ پس اپنی تمام حاجات و ضروریات کے لئے اسی کے سامنے دست سوال دراز کرنا چاہئے۔ خود اللہ تعالیٰ نے متعدد بار سوال اور دعا کرنے کی تاکید و تلقین کی ہے۔ احادیث میں اس کے عوض میں اجر بے پایاں کی بشارتیں موجود ہیں۔

سڑسٹھواں مقالہ ''مجاہدۂ نفس'' کی تلقین کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ قرآن واحادیث میں مجاہدۂ نفس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ نفس امّارہ کے خلاف کام کرنا ہی مجاہدۂ نفس ہے، اسے جہاد اکبر قرار دیا گیا ہے۔ اتباع شریعت کے ذریعہ ہی مجاہدۂ نفس کیا جاسکتا ہے اور اسی کے ذریعہ اولیاء اللہ میں شامل ہوا جاسکتا ہے۔

اڑسٹھواں مقالہ ''ارشاد الٰہی کے معنی کہ اللہ ہر دن نئی شان میں ہے'' پر روشنی ڈالتا ہے۔ ارشاد والا ہے کہ مخلوق خواہ کسی نوعیت کی ہو، بہر حال زوال پذیر اور فانی ہے۔ صرف ذات واحد ہی 'حی وقیوم' ہے، اس کی حیات وقوت واختیار میں ہر دن فروغ وارتقا تو ہے، زوال وفنا نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے ''كل يوم هو في شان''۔ وہ جو چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے، خالق و مالک ومختار ہے۔

انہترواں مقالہ بتاتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ سے کون سی چیزیں مانگنی چاہئیں''۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اپنی مغفرت کا، گناہوں سے بچنے کی توفیق کا، اوامر ونواہی کی تکمیل کا، رضا بالقضا کا، ہر حال میں صبر وشکر کی توفیق کا اور آخرت میں اولیائے کاملین کے ساتھ حشر ونشر کا۔

ستّرواں مقالہ ''اپنی نیکیوں پر مغرور نہ ہونے کی تلقین'' کرتا ہے۔ حضرت قطب ربانی نے ارشاد فرمایا ''اپنی نیکیوں پر اترانا، انھیں اپنے نفس سے منسوب کرنا، خلق میں اپنی راست بازی پر فخر کرنا صریحاً شرک وگمراہی ہے۔ حالانکہ صراط مستقیم پر قائم رہنے اور نیکیوں کی توفیق محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے نتیجے میں ہی ہوتی ہے، ہر حال میں اسی کی نصرت و اعانت کی وجہ سے ہوتی ہے''۔

اکہترواں مقالہ ''مرید اور مراد کی وضاحت'' پیش کرتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر تو مرید ہے تو اتباع شریعت کا مکلف ہے۔ تیرے لئے عابد وزاہد ہونا ضروری ہے، ریاضت ومجاہدے کے بعد ہی اپنے مطلوب ومقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ اس راہ کے مصائب وآلام کو

برداشت کر کے ہی طہارت وتزکیہ باطن اور روحانی درجات حاصل کر سکتا ہے۔ تبھی درجہ مراد حاصل ہوتا ہے لیکن 'مراد' ہونا آسان نہیں ہے۔ اس کا مقام بڑا ہے اس لئے اس کے حصول میں بڑی ہی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا، ان کی سوا مشکل ہے

اسی لئے انبیاء و صالحین کو سخت آزمائش و امتحان سے گذر کر درجات رفیع حاصل ہوتے ہیں۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ان درجات کے اعلیٰ ترین مقام پر ہیں اس لئے آپ بقول خود تمام انبیائے کرام سے زیادہ مشکلات و مصائب سے دوچار ہوئے ہیں۔

بہتر واں مقالہ "بازار میں داخل ہونے والوں کی اقسام" پر روشنی ڈالتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے کہ بازار میں داخل ہونے والے مختلف ارادے اور تصورات لے کر داخل ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ بازار میں لذات و شہوات میں مبتلا کرنے والی اشیاء کو دیکھ کر انھیں میں پھنس جاتے ہیں، ان کی کشش و جاذبیت انھیں محو کر لیتی ہے۔ نفس امارہ انھیں فتنوں میں مبتلا کر دیتا ہے، کچھ لوگ وہ ہیں جو بازار میں خود کو صرف جائز و حلال چیزوں تک محدود رکھتے ہیں، کچھ وہ برگزیدہ بندے بھی ہوتے ہیں جو معصیت میں مبتلا لوگوں کے لئے دعائے مغفرت اور نیک اعمال کی طرف راغب ہونے کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی بندے اللہ تعالیٰ کے کوتوال اور محافظ کا کردار ادا کرتے ہیں۔

تہتر واں مقالہ بتاتا ہے کہ "اولیاء پر حالت فساق کا کشف" کس طرح ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولیاء و برگزیدہ بندوں کو فاسق و فاجر لوگوں کے ظاہری و باطنی عیوب سے آگاہ فرما دیتا ہے لیکن وہ حضرات فساق و فجار سے نفرت نہیں کرتے بلکہ انھیں اللہ کے گمراہ بندے سمجھ کر محبت و شفقت سے صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کرتے ہیں، اس دشوار عمل سے وہ بددل نہیں ہوتے، گھبراتے نہیں بلکہ تبلیغ و تلقین کا فرض ادا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق ارزانی فرما دیتا ہے۔

چوہتر ویں مقالے کے مطابق "کائنات توحید کے آثار سے معمور ہے"۔ ارشاد گرامی ہے کہ کائنات خالق کائنات کی صفات اور ان کے عجائب و غرائب سے معمور ہے۔ عمیق مطالعہ و مشاہدہ خالق کی عظمت و کبریائی کے مناظر آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور توحید کے اسرار منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ صنعت اپنے صانع کے

کمالِ فن کی ترجمان ہوتی ہے، فعل اپنے فاعل کی قدرت وصلاحیت پر دلالت کرتا ہے۔

پچھترواں مقالہ "تصوف کی صفات ومقتضیات" پر روشنی ڈالتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں تاکید کے ساتھ درج ذیل باتوں کی وصیت وتلقین کرتا ہوں:

☆ خوفِ خدا اور اس کی فرمانبرداری کی ☆ اتباع شریعت کی ☆ شرک وفسق کی کدورت سے دوری کی ☆ بخل سے بچنے اور عدل وسخا اختیار کرنے کی ☆ حقوق العباد کی ہر حال میں ادائیگی کی ☆ خوش خلقی کی ☆ بڑوں کے احترام اور چھوٹوں پر شفقت کی ☆ مصیبت زدوں کی حاجت برآری کی۔

ارشاد فرماتے ہیں کہ تصوف قیل وقال اور بحث وتمحیص سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ لذّات وشہوات کو چھوڑ دینے اور ذکر وفکر کا التزام کرنے سے وابستہ ہے۔

چھہترویں مقالے میں "مسلمانوں کو چند ضروری وصایا" دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض اہم اس طرح ہیں۔ امراء سے غیرت وخودداری اور فقراء سے عجز وتواضع وفروتنی اختیار کرو، اعمال کی بنیاد خلوص وللّٰہیت پر رکھو، اذکار وعبادات کا مرکز ذات الٰہی ہو، نفس امارہ کے اتباع سے سخت پرہیز کرو، مشرب واخلاق کو وسیع کرو، عہد وپیمان کا پاس ولحاظ رکھو، مسلمانوں سے نیک گمان رکھو، غیبت وبدگوئی سے بچو، اکل حلال کا اہتمام کرو، اہل وعیال کی خدمت کو بھی عبادت سمجھو، غرباء ومساکین کی اعانت کرو، مرحومین ومومنین کے لئے دعائے مغفرت کا اہتمام کرو۔

سترّواں مقالہ "خالق ومخلوق کے ساتھ برتاؤ" کا طریقہ بتاتا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر وعبادت میں اس طرح مشغول ومحو ہو جاؤ کہ گویا مخلوق موجود ہی نہیں اور مخلوق کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ گویا تیرا اپنا نفس موجود نہیں۔ مخلوق سے بے نیاز ہو کر خالق کے ساتھ کامل ربط قائم کیا جا سکتا ہے۔ جب بے نفس ہو کر مخلوق کے ساتھ شامل ہو گا تو عدل کرے گا اور حق وصداقت پر قائم رہے گا۔

اٹھہترواں مقالہ "اہلِ مجاہدہ کی دس خصلتیں" بیان کرتا ہے۔ فرمانِ ذیشان ہے کہ مجاہدۂ نفس کرنے والے اہلِ طریقت دس عمدہ خصلتوں پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں اور معرفت وروحانیت کے بلند مراتب حاصل کرتے ہیں۔ ان میں پہلی خصلت یہ ہوتی ہے کہ وہ کبھی اور کسی حال میں کسی چیز کی قسم نہیں کھاتے، دوسرے وہ احتیاطاً ہنسی مذاق میں بھی

جھوٹ نہیں بولتے، تیسرے عہد و پیمان کی خلاف ورزی نہیں کرتے، چوتھے کسی آدمی یا چیز پر لعنت نہیں بھیجتے کہ یہ فعل صرف خدائے واحد کو زیبا ہے، پانچوں کسی کے لئے بددعا نہیں کرتے اور تحمل و برداشت سے کام لیتے ہیں، چھٹے وہ مومنین اور اہل قبلہ میں سے کسی شخص پر یقین و وثوق کے ساتھ حکم کفر و شرک و نفاق نہیں لگاتے، ساتویں اوامر و نواہی کی تعمیل کرتے ہیں، آٹھویں مخلوقات میں سے کسی پر خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اپنا بوجھ نہیں ڈالتے، نویں حرص و ہوس سے دور رہتے ہیں، دسویں اور آخری خصوصیت یہ ہے کہ تواضع اور عجز و انکسار اختیار کرتے ہیں۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جو بندے کو اللہ تعالیٰ کا مقرب اور مقبول بندہ بناتی ہیں۔

انا سیواں مقالہ "حضرت کی وصیتیں اور مرض الوصال" کے عنوان سے ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریر کا حصہ نہیں بلکہ مرتب تقاریر کا اضافہ ہے۔

مرض الوصال میں آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالوہاب نے کچھ نصائح و وصایا کی فرمائش کی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ ہمیشہ صرف اللہ سے ڈرو، مخلوق میں سے کسی سے بھی خوف زدہ نہ ہو، اللہ کے سوا کسی مخلوق سے کوئی امید اور حاجت وابستہ نہ کرو، اللہ کے سوا کسی پر بھی بھروسہ نہ کرو، اسی پر توکل کرو، اسی سے تمام ضروریات طلب کرو۔

آپ نے اہل خانہ سے فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس سے ہٹ جاؤ کیوں کہ کچھ اور لوگ میرے پاس آرہے ہیں، ان کے لئے جگہ بناؤ اور ان کا احترام کرو۔ اس جگہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے، اس کے بعد اکثر سلام مسنون کا جواب دیتے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے رہے۔ بعض اوقات فرماتے "میں اللہ کے سوا مخلوق میں سے کسی سے نہیں ڈرتا، اے ملک الموت! صرف تیرے خالق سے ڈرتا ہوں، تجھ سے نہیں۔ یہ کہتے ہوئے بآواز بلند نعرہ لگایا اور روح پاک قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

اسیواں اور آخری مقالہ "حضرت کا بقیہ کلام" کے عنوان سے ہے۔ ظاہر ہے یہ بھی مرتب کا عطیہ ہے۔ آخری لمحات میں آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالرزاق نے کیفیت مزاج معلوم کی تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کے علم کے مطابق اس وقت ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہو رہا ہوں پھر آپ نے قرآنی آیات "یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ" (الرعد: ۳۸) (اللہ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور

جس چیز کو چاہتا ہے ثابت و قائم رکھتا ہے) کا ورد کیا۔

آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالجبار کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اس وقت میرے تمام اعضا میں درد و کرب محسوس ہو رہا ہے لیکن الحمد للہ کہ میرے قلب میں کوئی دکھ درد نہیں اور اس کا تعلق اللہ کے ساتھ بالکل درست ہے۔ آخر میں آپ نے تین بار اسم ذات۔ اللہ، اللہ، اللہ فرمایا، زبان تالو سے مل گئی اور واصل بحق ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کے درجات عالیہ میں مزید اضافے فرمائے، ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کے فیوض و برکات سے ہم سب کو خصوصاً سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں شامل افراد کو متمتع فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین و رحمت للعالمین و امام المتقین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم۔

....

ابتدا میں عرض کیا گیا تھا کہ یہ مقالات مختلف اوقات میں کی گئی تقاریر کا مجموعہ ہیں۔ ان تمام مواقع پر آپ نے ان بنیادی اسلامی تعلیمات پر زور دیا تھا جو ایک صالح زندگی گذارنے کے لئے ضروری ہیں۔ تصوف کا بنیادی مقصد ان تعلیمات پر عمل کرا کے صالحین کی جماعت تیار کرنا ہے۔ اسی لئے حضرت محبوبِ سبحانی کی تقاریر میں اساسی تعلیمات پر شدت اصرار اور ان کی تکرار ہے۔ اگر ان استی مقالات کا خلاصہ تیار کیا جائے تو درج ذیل اٹھ نکات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ توحید خالص پر یقین کامل اور عمل۔ اس کے لوازمات ہیں۔ ہر قسم کے شرک سے کامل اجتناب کیا جائے، عبادت و استعانت صرف ذات واحد سے وابستہ ہو، اسی کو قاضی الحاجات اور مسبب الاسباب سمجھا جائے، اپنی قوت یا وسائل یا مخلوق کی مدد پر بھروسہ کرنے کے بجائے صرف اسی کی مدد اور توفیق پر تکیہ کیا جائے۔ عرض حاجت ہو تو اسی سے اور اپنے حال کا اگر شکوہ ہو تو بھی اسی سے ہونا چاہئے لیکن ہر حالت میں مشیتِ الٰہی پر کاربند رہا جائے۔ محبت ہو تو اسی سے۔ تعلق باللہ اور توکل علی اللہ پر اس طرح قائم ہونا چاہئے جیسا کہ ان کا حق ہے۔ کتاب اللہ کا کامل اتباع کیا جائے۔

۲۔ حب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا لازمہ ہے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی پیروی اور اُسوۂ حسنہ کا کامل اتباع، ان کے اصحاب واہلِ بیت سے محبت۔

۳- الحُب للہ و البغض للہ - محبت ہو تو اللہ ہی کے لئے ہو اور کسی سے بغض و نفرت ہو تو وہ بھی اللہ کے دشمنوں سے ہو۔ اپنی ذاتی پسند یا ناپسند کا دخل نہیں ہونا چاہیئے۔

۴- جہاد فی نفس یا مجاہدۂ نفس پر شدت سے عمل کیا جائے، نفس امارہ کی مخالفت کو شیوۂ زندگی بنایا جائے۔

۵- اوامر و نواہی کی پابندی کی جائے۔ اکلِ حلال اور صدقِ مقال کا ہر لمحہ خیال رکھا جائے، حرام تو کجا مشتبہ چیزوں سے بھی پرہیز کیا جائے، حرص وہوس، حسد اور غیبت و بہتان جیسی صفات رذیلہ سے ایسے دور بھاگا جائے جیسے بھڑکتی ہوئی آگ سے بھاگا جاتا ہے۔

۶- توبہ واستغفار اور صلوٰۃ وسلام کی کثرت کی جائے۔ ہمیشہ خوف ورجا کے درمیان رہا جائے۔

۷- کامل تسلیم ورضا یا شیوۂ تسلیم ورضا کو شعار زندگی بنایا جائے۔ ہر حال میں راضی برضا رہا جائے۔

۸- انسانی زندگی ہمیشہ دو حال سے خالی نہیں ہوتی۔ عُسرت یا عشرت، مصیبت یا مُسرت، تنگی یا فراخی۔ اول الذکر حال میں صبر وتحمل اور مؤخر الذکر میں شکر وحمد اور خالق ومالک سے غفلت ولاپرواہی سے اجتناب ہونا چاہیئے کیونکہ عیش وعشرت اور خوش حالی میں محو ہو کر اکثر خالق ومالک اور ان نعمتوں کے عطا کرنے والے کو ہی انسان بھول جاتا ہے اور شکر وحمد کا فریضہ ادا نہیں کرتا۔

مذکورہ بالا آٹھ نکات اسلامی تعلیمات اور فلسفہ تصوف کا وہ خلاصہ اور نچوڑ ہیں کہ اگر صدق دل سے ان پر عمل کر لیا جائے تو یہ عمل فلاح دین ودنیا اور زمرۂ اولیاء میں شامل کرانے کا ضامن ہوگا اور ان کا عامل محبوبِ خالق ہی نہیں محبوبِ خلائق بھی ہو جائے گا۔

"وما علینا الا البلاغ، وما توفیقی الا باللہ"

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی عربی نثر

مولانا آل مصطفیٰ مصباحی، جامعہ رضویہ مسجدیہ، گھوسی

عربی زبان کی غیر معمولی فصاحت و بلاغت اور پاکیزگی و لطافت پر سب سے بڑھ کر دلیل یہ ہے کہ وہ قرآن کریم اور حدیث پاک کی زبان ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "اِنّـا أنزلناه قرآناً عربیًا" "ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا، اللہ عزوجل نے انسانوں سے جو خطاب فرمایا ان معانی و مفاہیم کی تعبیر کے لئے عربی زبان رکھی گئی، یعنی معنیٰ قرآن مدلول اور زبان عربی کے کلمات و عبارات اس پر دال، عربی نثر نگاری کو عرب و عجم کے ارباب علم و فضل نے اس لئے بھی اختیار فرمایا کہ وہ اپنے اندر ایسی خوبیاں رکھتا ہے جو دوسری زبانیں نہیں رکھتیں۔ دنیا کی تمام زبانوں کے مقابلے میں عربی کو جو فوقیت و قدامت اور فضائل و خصائص حاصل ہیں وہ ناقابل انکار ہیں۔

عربی زبان فصاحت و بلاغت اور دل کو موہ لینے والے اسالیب اور قرآن و حدیث کی زبان ہونے کے باعث نہ صرف عربوں میں رائج رہی بلکہ عجمیوں نے بھی اسے گلے لگایا، فقہا و محدثین کی جماعت پر نظر ڈالیں تو زیادہ تر عربی نثر کے ماہرین نہ صرف یہ کہ نظر آئیں گے بلکہ ان کی گراں قدر تصنیفات و تالیفات کا زیادہ تر حصہ عربی نثر میں ملے گا۔ انہیں جید علما، صلحا، فصحا، فقہا و مفسرین میں ایک اہم شخصیت کے مالک ہیں جن کا نام عبدالقادر، لقب محی الدین ہے جو مقام غوثیت پر فائز ہیں اور جن کے علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری کی دھوم چہار دانگ عالم میں ہے، سید الاولیا حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ گیلان میں پیدا ہوئے جسے عرب جیلان کہتے ہیں۔ مشہور مورخ جریر طبری اور مسعودی کے مطابق گیلان قدیم ایران کا ایک صوبہ تھا جو اقلیم ویلم کے توابع میں تھا، اس عہد کی جدید اصلاحات کے بعد گیلان ایک آزاد مملکت بن گیا تھا مگر اس کی آزادی و خودمختاری

صفوی دور میں ختم ہوگئی اور عباس اول نے اسے ایران میں شامل کرلیا، مگر آج جدید ایران میں اس نام کا نہ کوئی صوبہ ہے نہ ولایت، اسی گیلان کے قصبہ "نیف" میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔

الغرض آپ عربی نہ تھے عجمی تھے مگر اللہ عزوجل نے آپ کو علم باطن کے ساتھ ساتھ علم ظاہر سے بھی ایسا آراستہ فرمایا اور عربی زبان وادب میں ایسا شعور عطا فرمایا کہ بڑے بڑے اہل علم فصحائے عصر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر آپ سے اکتساب فیض کو اپنی فیروزمندی سمجھتے، آپ نے علوم وفنون میں مہارت، مرکز علم وفن اور گہوارۂ تہذیب اسلامی، بغداد میں رہ کر حاصل کی۔ اکابر فقہائے عصر میں قاضی ابوسعید مخزومی سے فقہ، شیخ ابو الخطاب اور علی بن عقیل حنبلی وغیرہ علمائے اصولیین سے اصول فقہ، مشاہیر محدثینِ عصر سے حدیث اور ادبیات میں منفرد مقام رکھنے والے شہرۂ آفاق ادیب ابوزکریا تبریزی سے "ادب" کی تکمیل فرمائی۔

اور عربی نثر ونظم میں ایسا عبور حاصل کیا کہ فصحائے عرب آپ کی عربی دانی سے ششدر رہ گئے۔ عربی نثر میں آپ کی مہارت کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ چونکہ آپ گیلان کے تھے، جو ایران کا ایک حصہ تھا، اس لئے آپ کی مادری زبان فارسی تھی اور بغداد عربی ادب کا گہوارہ تھا اور فصحائے عرب کی آماجگاہ، اس لئے آپ کو وعظ ونصیحت کے لئے عربی زبان خصوصا عربی نثر کا سہارا لینا لازمی تھا۔ مگر علوم وفنون اور ادبیات عالیہ کے باوجود آپ اپنے اندر عربی میں وعظ وتقریر کی ہمت نہیں جٹا پا رہے تھے، حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ خود فرماتے ہیں:

۵۶۱ھ ۱۶/شوال سہ شنبہ کے روز میں حضور اکرم ﷺ کے دیدار سے عالم رویا میں مشرف ہوا، میں نے دیکھا حضور مجھے وعظ کہنے کی ہدایت فرمارہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور میں عجمی ہوں۔ بغداد کے فصحا کے سامنے زبان کھولتے ہوئے ڈرتا ہوں، میں ان حضرات کے سامنے کیوں کر کلام کروں، ایسا نہ ہو کہ بغداد کے فصیح وبلیغ حضرات یوں طعنہ زن ہوں کہ "اولاد نبی ہونے کے باوجود عربی سے نابلد اور پھر بھی وعظ وپند میں سرگرم ہے۔ میری اس گذارش پر حضور ﷺ نے سات مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم فرمایا اور وعظ کا حکم دیا، دوسرے روز بغداد میں نماز ظہر کے بعد وعظ کہنے کے ارادے سے میں منبر پر

بیٹھا اور سوچتا رہا کہ کیا کہوں؟ میرے اردگرد خلقت کا ہجوم تھا اور ہر ایک میرا وعظ سننے کا مشتاق تھا، ہر چند کہ میرے سینہ میں دریائے علم موجزن تھا مگر زبان نہیں کھلتی تھی، کہ اسی وقت میرے جدامجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور چھ مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے سینہ پر دم کیا، میری زبان فوراً کھل گئی اور میں نے وعظ شروع کر دیا، اب میری طلاقت لسانی کی سارے بغداد میں دھوم مچ گئی، خود میرے دل میں جوش سخن کا یہ عالم تھا کہ اگر کچھ عرصہ خاموش رہتا اور وعظ نہ کہتا تو میرا دم گھٹنے لگتا تھا۔ اول اول میری محفل تذکیر میں تھوڑے لوگ ہوا کرتے تھے مگر اخیر میں نوبت یہاں تک پہونچی کہ ہجوم کی وجہ مسجد میں گنجائش ناممکن ہوگئی، بالآخر عیدگاہ میں ممبر رکھا گیا اور میں نے وہاں وعظ کہنا شروع کر دیا۔ ستر ہزار افراد مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے سوار اتنے آتے تھے کہ ان کی گرد سے عیدگاہ کے گرد ایک حلقہ بن جاتا تھا'' (مقدمہ غنیۃ الطالبین ص ۸)

پھر آپ کی عربی میں وعظ و نصیحت کی ایسی دھوم مچی کہ ستر ہزار افراد آپ کی مجلس پاک میں شریک ہوتے اور چار سو افراد قلم و دوات لے کر بیٹھتے تھے، جو کچھ آپ سے سنتے اس کو لکھ لیا کرتے تھے، اخبار الاخیار میں حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

در مجلس وعظ حضرت غوث الثقلین چہار صد نفر دوات و قلم گرفتہ می نشستند وآنچہ از وے می شنیدند املامی کردند۔ (اخبار الاخیار)

عربی نثر میں خطاب کا یہ عالم تھا کہ جب ۵۶۱ھ میں آپ نے بغداد شریف میں بزبان عربی پہلی تقریر فرمائی تو ہر طرف تہلکہ مچ گیا اور نہ صرف عراق و عجم کے باشندے بلکہ عربی النسل فصحا بھی آپ کی فصاحت و بلاغت، زبان و بیان اور حسن اسالیب کے معترف نظر آئے۔

عربی نثر میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مہارت کے ثبوت کے طور پر ہم ذیل میں آپ کے مواعظ و خطبات اور نثری افادات سے چند اقتباس پیش کر رہے ہیں جن سے عربی نثر میں حضور غوث پاک کی دسترس اور مہارت کے جلوے بھی نظر آئیں گے اور عوام و خواص کی اصلاح کا دل نشین انداز بھی سامنے آئے گا کیوں کہ آپ نے لوگوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا تھا۔ یہاں تک کہ ہزاروں لوگ آپ کی مجلس وعظ میں تائب ہوتے، بہت سے یہود و نصاریٰ اسلام قبول

کرتے، فاسد الاعتقاد اپنے عقیدۂ بد سے تائب ہوکر صحیح الاعتقاد بن جاتے، جرائم کے مرتکب جرائم سے صحیح سچی توبہ کرکے بلند مرتبوں پر فائز ہوجاتے، خطابت کی دل نشینی کا یہ حال تھا کہ کوئی مجلس وعظ میں اپنا گریبان پھاڑ دیتا، کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپتا، اور کوئی چیخ مار مار کر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتا۔

عربی نثر میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلوب بیانؒ کی شگفتگی اور محاسن وخصوصیات کے ثبوت میں آپ کی فصاحت و بلاغتؒ سے پُر انشا سے چند اقتباس حاضر ہیں۔

آپ کی ایک اہم تصنیف ہے ''فتوح الغیب'' جس میں اسّی مقالات ہیں جو شریعت وتصوف کے منبع ہیں اور عربی ادب کے شاہکار، مولیٰ عزوجل کے ساتھ سچائی و خلوص کا معاملہ اور وحدانیت پر یقین رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے اڑتیسویں مقالے میں حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے دل نشین انداز میں فرماتے ہیں:

''من عامل مولاہ بالصدق والنصاح استوحش ممّا سواہ فی المساء والصباح ،یاقوم لا تدعوا ما لیس لکم ووحّدوا ولا تشرکوا و تهدّفوا سهام القدر یصیبکم خدشًا لاقتلاً ،ومن کان فی اللہ تَلَفُہ کان علی اللہ خَلَفُہ'' (ص ۲۲٤ فتوح الغیب) ''جس نے اپنے مولیٰ کے ساتھ سچائی اور خلوص کا معاملہ کرلیا، وہ صبح وشام ماسوای اللہ سے نفرت کرتا ہے۔ اے قوم! جو تمہارے پاس نہ ہواس کا دعویٰ نہ کرو، خدا کو ایک جانو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، قضاوقدر کے تیروں کا نشانہ نہ بنو، جو تمہیں صرف زخمی کرنے کو لگتے ہیں، ہلاک کرنے کے لئے نہیں۔ جو اللہ کی راہ میں مارا جائے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم میں ہے''۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت کا ایک اچھوتا انداز عربی نثر میں ملاحظہ فرمائیے:

''أحذر معصیة اللہ عزوجلّ جدًا و الزمْ بابَه حقًّا وابْذُلْ طوقَكَ و جهدَكَ فی طاعته مُتعذرًا متضرّعًا مُفتقرًا خاضعًا مُتخشّعًا و مُطرقًا غیر ناظر الی خلقه ولا تابع لِهوَاكَ ولا طالبًا لأعواض دُنیا وأُخریٰ والارتقاءِ الی المنازل العالیة والمقامات الشریفة'' (فتوح الغیب ص ۲۷۲)

اللہ عزوجل کی نافرمانی سے پورے طور پر پرہیز کرو، اس کا دروازہ مضبوطی سے تھام لو، اس کی طاعت وبندگی میں اپنی قوت وتوانائی صرف کرو، اپنی کوتاہیوں پر معذرت کرتے رہو، گریہ وزاری کرو، اس کی بارگاہ میں حاجت مندی ظاہر کرو، خشوع وخضوع سے پیش آؤ، نگاہوں کو جھکا کر رکھو، نہ مخلوق کی طرف دیکھو، نہ خواہش نفس کی پیروی کرو، نہ دنیاوآخرت میں عبادت وبندگی کا صلہ چاہو، نہ بلند مقام ومنزل کی آرزو کرو۔

تینتیسویں مقالے میں لوگوں کی قسم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الناس اربعة رجل لا لسان له ولا قلب وهو العامی الغِرّ الغبی سفساف لا يعبأ الله به ولا خير فيه۔هو و امثاله حثالة لا وزن له الا ان يعمهم الله برحمته فيهدى قلوبهم للايمان به ويحرك جوارحهم بالطاعة له فاحذر ان يكون منهم ولا تو يهم ....والرجل الثانى لسا ن بلا قلب فينطق بالحكمة ولا يعمل به يدعوا الناس الى الله وهو يعد منه فيستقبل عيب غيره ويدوم وهو على مثله فى نفسه يظهر للناس تنسّكاً يبارز الله بالعظائم من المعاصى واذا خلا كانه ذيب عليهثياب.........فابعد منه وهرول ....والرجل الثالث قلب بلا لسان و هو مومن ستره الله عن خلقه و أسبل عليه كنفه وبصّره بعيوب نفسه ونوّر قلبه وعرّفه غوائل مخالطة النّاس و شئوم الكلام والنطق، و تيقّن ان السلامة فى الصمت والا نزواء، فهذا الرّجل ولى الله فى ستر الله محفوظ ذو سلامة وعقل وافر جليس الرّحمان منعم غليه فالخير كل الخير عنده فدونك و مصاحبته و مخالطته و خدمته. ....الرجل الرابع المدعو فى الملكوت بالعظمة كما جاء فى الحديث "من تعلّم و عمل به و علّم دعى فى الملكوت عظيما وهو العالم بالله وآياته و استودع قلبه غرائبَ علمه..........فهذا هو الغاية والمنتهى فى بنى آدم لا منزلة فوق هذه المنزلة الا النبوة فعليك به" احذر ان تخالفه و تنافره و تجانبه و تعادبه ان السلامة فى ما يقول وعنده والهلاك والضلال عند غيره هدانا الله واياك مما يحبّه و يرضاه دنيًا واخرى"۔(فتوح الغيب ص ۳۵۵)

"آدمی چار طرح کے ہوتے ہیں۔ایک وہ جن کے پاس نہ زبان ہوتی ہے نہ

دل، یہ عامی غافل اور ذلیل شخص ہے جس کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی قدر و منزلت نہیں، اس میں کوئی بھلائی نہیں، ایسے لوگ بھوسے کی طرح ہیں، جن کا کوئی وزن نہیں مگر یہ کہ اللہ عزوجل انہیں اپنی رحمت میں لے لے، ان کے دلوں کو ایمان کی ہدایت و نور عطا فرمائے اور ان کے اعضا کو اپنی اطاعت و محن میں متحرک فرمادے، ایسے لوگوں سے بچو، ان کی پناہ میں نہ آؤ۔......

دوسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جن کے پاس زبان ہے، دل نہیں، علم و حکمت کی باتیں کرتے ہیں مگر ان پر خود عمل نہیں کرتے، وہ دوسروں کو خدا کی طرف بلاتے ہیں لیکن خود اس سے بھاگتے ہیں، دوسروں کے عیب ذکر کرنے کو برا گردانتے ہیں، مگر خود وہی عمل کرتے ہیں، لوگوں کے سامنے اپنے کو صالح و پرہیزگار بتاتے ہیں اور خود کبائر کا ارتکاب کر کے خدا کے ساتھ اعلان جنگ کرتے ہیں، جب وہ خلوت میں ہوتے ہیں تو آدمی کے لباس میں بھیڑیئے ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کی ملاقات سے اجتناب کرو اور ان سے دور بھاگو۔......

تیسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جن کے دل ہیں مگر زبان نہیں، یہ ایمان والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو مخلوق سے مخفی رکھا ہے، اور ان پر پردہ ڈال دیا ہے، اور انہیں نفس کے عیوب دکھا کر ان کے دلوں کو روشن کر دیا ہے اور لوگوں سے ملنے جلنے کی وجہ سے پیدا ہونے والی برائیاں اور گفتگو کی خرابیاں بتادی ہیں، اور انہیں یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ خاموشی اور علیحدہ رہنے میں ہی سلامتی ہے، یہ لوگ ہیں جو اسرار الٰہی میں خدا کے ولی ہیں، محفوظ ہیں، سلامتی والے ہیں، کامل عقل والے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ کے مقربین ہیں، الٰہی انعام یافتہ ہیں، ساری بھلائیاں ان کی صحبت میں ہیں، اس لئے تم اپنے اوپر ایسوں کی خدمت اور صحبت لازم کرلو۔..........

چوتھی قسم ایسے لوگوں کی ہے جو دل بھی رکھتے ہیں اور زبان بھی، جنہیں عالم ملکوت و ارواح میں عزت کے ساتھ مدعو کیا جاتا ہے، چناں چہ حدیث پاک میں ہے: جس نے علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دی وہ عالم ملائکہ میں بزرگی کے ساتھ بلایا جائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی معرفت رکھتے ہیں اور آیات الٰہیہ کو جانتے ہیں۔ ان کے پاس علوم غریبہ ودیعت کے طور پر رکھے ہوئے ہیں۔..........

یہ وہ اوصاف ہیں جو انسان کا اصل نصب العین ہیں اور مقصود حقیقی ہیں، ان سے

اور صرف نبوت کا مرتبہ ہے۔ تم پر لازم ہے کہ ان سے عقیدت ومحبت رکھو، ان کی مخالفت کرنے، ان سے نفرت کرنے، ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے سے اجتناب کرو اور ان کی دشمنی سے بچو، کیوں کہ سلامتی انہیں کے پاس ہے اور انہیں کی باتوں میں ہے اور ان کے غیر کے پاس گمراہی اور ہلاکت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی باتوں کی توفیق وہدایت عطا فرمائے جو دنیا وآخرت میں اسے محبوب ہیں اور اس کی رضا کا سبب ہیں۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عربی نثر میں ایک اہم کتاب "الفتح الربانی" ہے جو ان کے مواعظ وملفوظات کا بہترین ذخیرہ ہے جس میں خطیبانہ انداز بیان کی چاشنی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے جملوں میں وسیع معنی ومفہوم پنہاں ہے جو ایجاز وابہام سے خالی ہے، اور استعارات وتشبیہات کا استعمال بھی بہت کم ہے، جس کی وجہ سے عربی الفاظ و عبارات کی تاثیر غیر معمولی ہے، ذیل میں حضور غوث صمدانی محبوب سبحانی کی کتاب سے عربی نثر کے چند نمونے حاضر ہیں..............

لوگوں کو ان کی غلط حرکات وسکنات پر تنبیہ کرتے ہوئے بڑے دلنشین انداز میں حقائق کا اظہار یوں فرماتے ہیں "انتم غفل عما القوم فيه تواصلون الضياء بالظلام في الكد على النفوس التي هي عدوّكم ترضون ازواجكم بسخط ربكم عزوجل كثير من الخلق يقدمون رضا ازواجهم واولادهم على رضا الحق انني ارى حركاتك و سكناتك و همك لنفسك وزوجتك و ولدك و ما عندك من الحق عزوجل خبر" (الفتح الربانی ص ۱۲۹)

''اللہ کے ولیوں کے شغل سے تم غافل ہو تم روز وشب ان نفوس کے لئے محنت میں لگے رہتے ہو جو تمہارے دشمن ہیں۔ اپنے رب عزوجل کو ناراض کرتے اور اپنی بیویوں کو خوش کرتے ہو، بہت سے لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کی رضا کو مولا عزوجل کی رضا پر مقدم رکھتے ہیں، میں دیکھتا ہوں کہ تیری ساری حرکات وسکنات اور تیری تمام تر کوششیں اپنے نفس، بیوی اور بچوں کے لئے ہیں، اور تو حق تعالیٰ سے بے خبر ہے، تجھ پر افسوس تو مرد کہلانے کا حقدار نہیں''۔

ایک دوسرے مقام پر تنبیہ فرماتے ہیں: ایسے لوگوں کو جو علم تو حاصل کریں اور عمل نہ کریں مگر انداز بیان کی شگفتگی دیکھئے، حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی

اٹھائیویں مجلس میں فرماتے ہیں، "کم تتعلّم و کم لا تعمل أطو دیوان العلم ثم اشتغل بنشر دیوان العمل مع الاخلاص و إلا فلا فلاح لك تتعلّم العلم فحسب، انت مجتر علی الحق عزّوجلّ بأفعالك قد القیت جلباب الحیاء من عینیك، یاعالما لاتدنس الذی فی أیدیهم من الدنیا ،الخلق لا یقدرون ان یعطوك ما لیس لك مقسوم انما قسمك یجری علی ایدیهم" (الفتح الربانی ص ۲۰٤) "کب تک تیرا یہ حال رہے گا، کہ علم حاصل کرے گا اور عمل نہ کرے گا علم کی کتاب تہہ کر اور اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی کتاب کھولنے میں مشغول ہو جا، ورنہ تیرے لئے فلاح نہیں تو صرف علم حاصل کرتا ہے تو اپنے افعال و کردار کے ذریعہ حق تعالی پر بڑا دلیر ہے، تم نے اپنی آنکھوں سے حیا کی چادر ہٹا دی، اے عالم تو اپنے علم کو دنیاداروں کے پاس میلا نہ کر، باعزت چیز کو ذلیل شئی کے عوض نہ بیچ علم تو عزت رکھتا ہے، اور ذلیل وہ دنیا ہے۔ جو ان کے ہاتھوں میں ہے۔ مخلوق قادر نہیں ہے، کہ جو چیز تیری قسمت میں نہیں ہے وہ تجھ کو دے دے، ہاں تیرا مقسوم صرف ان کے ہاتھوں جاری ہوتا ہے"۔

بیماری اور دوا در حقیقت کیا ہیں؟ اس کی تفصیل حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی گیارھویں مجلس میں ذکر فرمائی ہے، اس کا ایک دل نشین اقتباس ملاحظہ فرمائیے "انّ الله عزوجل خلق الداء و الدواء، والمعاصی داء والطاعة دواء، والظلم داء والعدل دواء ،والخطاء داء والصواب دواء ،ومخالفة الحق عزوجل داء والتوبة من سکر الذنوب دواء، و انما یتمّ لك الدواء اذا فارقت الخلق بقلبك و اوصلته ربك عزوجل" (الفتح الربانی ص ۷۵) "اللہ عزوجل نے بیماری اور دوا دونوں پیدا فرمائی ہے، گناہ بیماری ہے اور طاعت دوا ہے، ظلم بیماری ہے اور عدل دوا ہے، خطا بیماری ہے اور ثواب دوا ہے، حق تعالی کی مخالفت بیماری ہے اور گناہ کے نشے سے توبہ کرنا دوا ہے دوا کی کامل تاثیر اس وقت ہوگی جب تو مخلوق کو اپنے دل سے جدا کر دے اور اپنے رب سے اس کو ملا دے"۔

حضور غوث پاک رضی اللہ تعالی عنہ کی مشہور زمانہ تصنیف "الغنیۃ لطالب طریق الحق" معروف بہ "غنیۃ الطالبین" کا موضوع شریعت مطہرہ ہے، یعنی فرائض اسلامی، سنن نبوی، معرفت الہی، آداب اسلامی اوامر پر عمل، نواہی سے اجتناب اور اطاعت و فرمانبرداری،

ان مباحث کو آپ نے قرآن و احادیث کے نصوص سے ثابت و مبرہن فرمایا ہے۔ بیان عقائد کے ساتھ ساتھ اعمال و اذکار و اشغال کا بھی ذکر ہے۔ یہ کتاب عربی نثر کے خوبصورت جملوں اور فصیح و بلیغ انشا سے پر ہے۔ ان کے حسن بیان کے نمونے کے لئے صرف دو چھوٹے اقتباسات اس کتاب سے نقل کر رہا ہوں:

(۱) تقوی اور متقی کی تشریح کرتے ہوئے حضور محبوب سبحانی ''غنیۃ الطالبین'' میں ارشاد فرماتے ہیں "اختلف العلماء فی معنی تقوی و حقیقۃ المتقی ،فالمنقول عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال جمیع التقوی فی قوله عزوجل ان اللہ یأمر بالعدل والإحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء و المنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون ،وقال ابن عباس رضی اللہ عنھما :المتقی الذی یتقی الشرك والکبائر والفواحش ،وقال ابن عمر رضی اللہ تعالی عنھما ،التقوی ان لاتری نفسك خیرا من احد ،وقال الحسن رحمه اللہ :المتقی الذی یقول لکل من راہ ،ھذا خیر منی ،وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنه لکعب الاحبار حدثنی عن التقوی ،قال: ھل اخذت طریقا ذا شوك قال: نعم قال :فما عملت فقال حذرت و شمرت قال کعب: کذالك التقوی "(غنیة الطالبین ص ۱۲٦)

''معنی تقوی اور متقی کی حقیقت کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے نبی اکرم ﷺ سے جو منقول ہے کہ آپ نے فرمایا مکمل تقوی اللہ عزوجل کے اس قول میں بے شک اللہ تم کو عدل، احسان اور قرابت دار کو مال دینے کا حکم دیتا ہے اور تمہیں بدکاری اور منکرات اور نافرمانی سے روکتا ہے، تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ متقی وہ ہے جو شرک و کبائر اور بے حیائی سے بچے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: تقوی یہ ہے کہ تو اپنے کو کسی سے بہتر نہ سمجھے، حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: متقی وہ ہے جو کسی دوسرے شخص کو دیکھے تو کہے یہ مجھ سے بہتر ہے، حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت کعب احبار سے فرمایا مجھے تقوی کے بارے میں کچھ بتاؤ، تو انہوں نے فرمایا کیا آپ کبھی خاردار راستے سے گزرے ہیں، حضرت عمر نے فرمایا ہاں، حضرت کعب نے فرمایا اس وقت آپ اس راہ سے کس طرح

گزرے، فرمایا دامن سمیٹتے ہوئے، حضرت کعب نے فرمایا یہی حال تقویٰ کا ہے۔ پھر تقویٰ کا طریقہ بتاتے ہوئے حضرت غوث اعظم ارشاد فرماتے ہیں:

"فطريق التقوى اوّلا التخلص من مظالم العباد وحقوقهم، ثم من المعاصي الكبائر منها و الصغائر ثم الاشتغال بترك ذنوب القلب التي هي أمهات الذنوب واصولها، منها يتفرّع ذنوب الجوارح من الرياء و النفاق و العجب و الكبر و الحرص و الطمع و الخوف من الخلق و الرّجاء لهم طلب الجاه و الرياسة" (الغنية لطالبِ طريقي الحق عزوجل مطبع مصر ص ۱۲۹)

"تقویٰ حاصل کرنے کی ابتدائی صورت یہ ہے کہ پہلے بندوں پر کیے گئے مظالم سے توبہ کرے، اور ان کے حقوق سے اپنے کو آزاد کرے، اس کے بعد گناہ صغیرہ وکبیرہ سے چھٹکارا حاصل کرے، پھر دل سے گناہ کو ترک کرنے میں مشغول ہو کہ یہی گناہ تمام گناہوں کی جڑ اور اصل ہیں کہ دل ہی اعضا و جوارح کے گناہ کے ارتکاب کا باعث ہے جیسے ریا و نفاق، عُجب، تکبر، حرص و طمع، بندوں کا خوف اور بندوں سے امید اور جاہ و مرتبت کی خواہش"۔ یہ چند اقتباسات ہیں جو فقیر راقم الحروف نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عربی نثر میں غیر معمولی مہارت کے تعلق سے، پیش کیے، وقت کی قلت کے پیش نظر اس پر سیر حاصل گفتگو نہ ہو سکی ورنہ ان اقتباسات میں معانی، بیان، بدیع اور استعارات وتشبیہات، نحوی وصرفی نقش آرائیوں اور اسلوب نگارش کی خوبیوں کا اگر تفصیل سے ذکر کیا جائے تو ایک موٹی کتاب تیار ہو جائے گی، پھر میں کیا میری بساط کیا، یہ تو اس مقام رفیع پر فائز شریعت وطریقت کے کوہ ہمالہ کی باتیں ہیں جن تک کما حقہ بڑے بڑے اہل علم ادیب و نقاد کا پرواز خیال نہیں پہونچ سکتا، بہر حال ان چند اقتباسات سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مادری زبان گوکہ عربی نہ تھی مگر آپ کی زبان مبارک سے عربی نثر پر مشتمل جو جملے سرزد ہوتے تھے وہ عربی النسل فصیح کے فصاحت اور بلاغت سے پر جملوں سے کم نہ ہوتے، پھر ان میں شریعت وطریقت کا ایسا شاندار اور ضوبار درس بھی ہے جسے دیکھ کر اہل علم کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیض سے ہمیں بھی مستفیض فرمائے اور "اہل سنت کی آواز" کو بلند سے بلند تر رکھے۔ آمین

غوث اعظم رضی اللہ عنہ منبر خطابت پر

مولانا نفیس احمد مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

شمالی ایران کے مشہور صوبہ "جیلان" کے "نیف" (Niff) نامی قصبہ میں ۴۷۰ھ کو حسنی سادات کے گھرانے میں پیدا ہونے والا فرزند ارجمند ۴۸۸ھ میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے اس وقت کی دنیا کے سب سے متمدن، ترقی یافتہ اور سب سے بڑی آبادی والے شہر "بغداد" پہنچتا ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر ہے، عنفوان شباب کا عالم ہے، ساتھ میں صرف چالیس اشرفیاں ہیں جو اس کی صداقت اور راست بازی کی برکت سے راستے میں رہزنوں کے ہاتھوں میں جاتے جاتے بچی ہیں۔ بغداد جیسے ترقی یافتہ اور گراں شہر میں چالیس اشرفیوں سے کیا ہونے والا ہے۔ جلد ہی یہ مختصر سی پونجی ختم ہو جاتی ہے مگر یہ سعادت مند فرزند ارادہ کا مضبوط اور دھن کا پکا ہے۔ مشقتوں اور پریشانیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ دیکھنے کے بعد بھی ہمت نہیں ہارتا ہے، اس بلند نگاہ نوجوان کی نگاہ اپنے عظیم مقصد پر ہے۔ طلب علم کی راہ میں آنے والی ہر پریشانی کا بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کرتا ہے، تکلیفوں پر تکلیفیں اور فاقوں پر فاقے جھیلنے کے بعد اس وقت کے تمام مروجہ علوم وفنون کا جامع کامل بن کر بغداد کے علمی وروحانی افق پر نیر تاباں کی طرح اپنی تابانیاں بکھیرتا نظر آتا ہے، خود انہوں نے اس حقیقت کا اظہار اپنے ایک شعر میں یوں کیا ہے:

دَرَستُ العلمَ حتی صرت قُطبًا

وَ نِلتُ السَّعدَ مِن مَّولَی المَوَالِی

(میں نے اتنا علم حاصل کیا کہ وقت کا قطب ہو گیا، اور رب کائنات کی بارگاہ سے فیروز بختی کی دولت پائی)

پھر حالت کیا ہوئی؟ مصنف قلائدالجواہر شیخ محمد یحییٰ تادفی، علیہ الرحمۃ والرضوان کی زبانی سنیے:

"جب (آپ کے استاد اور پیر و مرشد) حضرت ابو سعید مخرمی[۲] نے اپنا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا تو آپ وہیں پر لوگوں کو رشد و ہدایت کی تعلیم دینے لگے، اور یہیں سے آپ کی کرامتوں کا ظہور شروع ہوا۔ اور آپ کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ مدرسے کی زمین حاضرین کے لیے تنگ ہو گئی۔ لوگ ملحقہ سرائے کے دروازے پر بیٹھنے لگے۔ حاضرین کی کثرت کو دیکھتے ہوئے مدرسے سے ملحقہ سرائے اور مکانات ان کے مالکان سے لے کر مدرسے میں شامل کر لیے گئے۔ اور مدرسہ کی جدید تعمیر ہوئی۔ ۵۲۸ھ کو توسیع و تعمیر کا کام مکمل ہوا۔ پھر یہ مدرسہ "مدرسہ قادریہ" کے نام سے مشہور ہوا۔ جہاں آپ درس و تدریس، فتویٰ نویسی اور رشد و ہدایت کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی شہرت اطراف و اکناف میں پھیلی اور دور دراز سے خلق خدا آپ کی جانب رجوع کرنے لگی۔ علما و صلحا کی ایک بہت بڑی تعداد نے آپ سے شریعت و طریقت کا علم حاصل کیا، احادیث نبوی کی سماعت کی۔ عراق کے مریدین کی تربیت گاہ بھی یہی مدرسہ بنا۔ عوام و خواص نے آپ کو مختلف بلند پایہ القاب سے یاد کیا۔ کسی نے آپ کو "ذو البیانین" کہا، کسی نے "کریم الجدین والطرفین" کا لقب دیا۔ کسی نے "ذوالسراجین و المنہاجین" کے لقب سے آپ کا ذکر کیا -- یہی وہ صفات تھیں جن کی وجہ سے اکابر علما کی ایک بڑی جماعت آپ کے حلقۂ شاگردی میں داخل ہو گئی اور بے شمار مشائخ نے بھی آپ سے علم طریقت حاصل کیا۔"[۳]

جانتے ہیں کہ یہ پاک باز اور بلند ہمت نوجوان کون تھا؟ یہ وہی باعظمت نوجوان ہے جسے دنیا محبوب سبحانی، قطب ربانی غوث اعظم، محی الدین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

آپ نے بغداد میں شریعت و طریقت کے علوم و معارف اور اسرار و رموز حاصل کرنے کے بعد مختلف طریقے سے خلق خدا کو فیض پہنچایا، اور انھیں جہالت و گمراہی کے اندھیرے سے نکال کر علم اور ایمان کے اجالے میں لا کھڑا کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے بڑے بڑے مجمع کے سامنے مؤثر تقریریں کیں، خلق خدا کی اس رہ نمائی میں آپ

کے بلیغ خطبات اور موثر تقریروں کا کلیدی کردار رہا ہے۔

آج میں اس مقالے میں آپ کی دل نشیں خطابت اور گرامی خطبات پر گفتگو سے پہلے فنِ خطابت کا ایک تاریخی جائزہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

فنِ خطابت:

فن خطابت اس فن کو کہتے ہیں جس میں کوئی شخص کسی مجمع میں حاضرین و سامعین کو مطمئن اور قائل کرنے یا ہم خیال بنانے کے لیے زبانی تقریر کرے۔

خطبے اور تقریریں چار طرح کی ہوتی ہیں:

۱۔ **سیاسی تقریریں:** یہ وہ تقریریں ہیں جو سیاسی جماعتوں کے لیڈر سیاسی پلیٹ فارم سے ملک یا بیرون ملک کے سیاسی مسائل کے تعلق سے کرتے ہیں۔ یوں ہی وہ تقریریں جو عوام کے منتخب نمائندے قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی میں کرتے ہیں۔

۲۔ **قانونی تقریریں:** یہ وہ تقریریں جو وکلاء کچہریوں میں اپنا مقدمہ پیش کرنے، اپنے موکل کی قانونی مدد کرنے کے لیے اور جج حضرات کسی مقدمہ میں اپنا فیصلہ سناتے وقت کرتے ہیں۔

۳۔ **سماجی تقریریں:** یہ وہ تقریریں ہیں جنھیں سماجی رہنما انسانی معاشرہ اور سوسائٹی کی اصلاح کرنے اور لوگوں کو اعلیٰ اخلاقی قدروں کا حامل بنانے کے لیے کرتے ہیں۔

۴۔ **مذہبی تقریریں:** اس ضمن میں وہ خطبات اور تقریریں آتی ہیں جو علمائے کرام دین و مذہب کی باتیں سمجھانے کے لیے حاضرین کے سامنے کرتے ہیں۔[۲]

خطیب کے اوصاف:

جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے کہ خطبہ اور تقریر کا مقصد حاضرین کو مطمئن اور قائل کرنا یا انھیں اپنا ہم خیال بنانا ہوتا ہے تو خطیب کے لیے درج ذیل اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے۔

۱۔ وہ سامعین کی عقلی سطح اور ذہنی کیفیت سے پوری طرح واقف ہو۔

۲۔ جس موضوع پر بول رہا ہو اس میں اسے مہارت تامہ حاصل ہو۔

۳۔ زبان پر اس بلا کی قدرت ہو کہ جب وہ مقررہ موضوع پر بولنا شروع کرے تو

اپنی قوت بیان کی جاذبیت، الفاظ کے زیر و بم، لہجے کی دل کشی، قوت استدلال کے اچھوتے پن، جملوں کے زور بلاغت اور مضامین و مقدمات کے حسن ترتیب سے سامعین کے دل و دماغ پر اس طرح چھا جائے کہ وہ پوری طرح مطمئن ہو کر وہ سب کہنے لگیں جسے خطیب ان سے کہلوانا چاہتا ہے، یا وہ سب کچھ کرنے لگیں جسے مقرر ان سے کرانا چاہتا ہے۔[5]

فن خطابت عہد بہ عہد:

زمانۂ جاہلیت کے نثری ادب کا مطالعہ کیجیے تو معلوم ہوگا کہ عربوں کے نزدیک خطابت کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس زمانے میں فن خطابت کے بہت سے ماہرین پیدا ہوئے جنھوں نے اس صنف میں ایسی دست رس، قادر الکلامی اور طلاقت لسانی کا ثبوت دیا کہ جس کی مثال شاید ہی ملے --- عرب والے نہایت غیور، خوددار، حساس اور بہادر تھے، دیگر غیر متمدن اقوام کی طرح انھیں باپ دادا کے حسب و نسب پر فخر، آبائی عزت و شرافت برقرار رکھنے کی خواہش، دو قبیلوں کے باہمی تعلقات کی اصلاح، قبائل کے سرداروں اور اپنے نوابوں یا حکمرانوں اور ان کے نائبوں کے درمیان سفارت وغیرہ کی بنا پر خطابت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ اس لیے وہ اس فن کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ وہ بچپن ہی سے اپنے بچوں کی تربیت میں اس کا بھرپور خیال رکھتے تھے کہ ان کے اندر خطابت کا ملکہ پیدا کیا جائے۔ ان کی دلی خواہش ہوتی تھی کہ ہر قبیلہ میں ایک باکمال خطیب اور قادر الکلام شاعر ہو جو ان کی تقویت کا باعث اور ان کا آوازہ بلند کرنے کا سبب بنے۔

اپنی تقریروں میں وہ دل نشیں اسلوب، سحر بیانی، سلیس عبارت، خوش نما الفاظ، صاف صاف باتیں، چھوٹے چھوٹے ہم وزن جملے اور زیادہ ضرب الامثال استعمال کرتے تھے۔ مضمون ذہن نشین کرانے اور اپنی تقریروں کو ہر دل عزیز بنانے کے لیے وہ اختصار اور جامعیت کو مدنظر رکھتے تھے۔

عربوں میں یہ دستور تھا کہ مقرر اونچی جگہ کھڑے ہو کر یا سواری پر بیٹھ کر تقریر کرتا۔ تقریر کے دوران ہاتھ ہلانا، مناسب اشاروں سے مفہوم کو واضح کرنا، ہاتھ میں

عصا یا نیزہ اور تلوار کا سہارا لینا یا ان سے اشارہ کرنا بھی ان کے یہاں رائج تھا۔

وہ مقرر ان میں درجۂ قبولیت حاصل کرتا تھا جو خوش وضع اور خوش شکل ہونے کے ساتھ بلند آواز، خوش بیان، دلیر اور بے باک ہوتا۔ زمانۂ جاہلیت کے مشہور، قابل ذکر مقررین میں درج ذیل اہمیت کے حامل ہیں:

(۱) قس بن ساعدہ الایادی (۲) عمرو بن کلثوم تغلبی (۳) اکثم بن صیفی تمیمی (۴) عمرو بن معدی کرب زُبیدی (۵) حارث بن عباد البکری (۶) قیس بن زہیر العبسی۔

ان میں قس بن ساعدہ الایادی بہت بلند پایہ خطیب مانا جاتا ہے۔ یہ قبیلۂ ایاد کا نامور خطیب، نجران کا پادری، اور عرب کا مشہور فلسفی اور سرپنچ تھا۔ اسے صرف جاہلی دور ہی کا مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق خطیب نہیں سمجھا جاتا بلکہ راویوں کے بیان کے مطابق وہ پوری عرب قوم میں سب سے ممتاز، قادر الکلام، شعلہ بیان اور سحر طراز مقرر گزرا ہے۔ فصاحت و بلاغت اور زبان پر پوری قدرت رکھنے کی وجہ سے اس کی مثال دی جاتی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس دورِ جہالت میں یہ پہلا شخص تھا جس نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور مرنے کے بعد پھر سے اٹھائے جانے اور حساب و کتاب دینے کے عقیدہ کا پرچار کیا۔ عربوں کو بت پرستی چھوڑ کر صرف ایک خالق کے سامنے سرِ اطاعت خم کرنے کی دعوت دی اور عام جلسوں، میلوں ٹھیلوں اور جشنوں کے موقعوں پر لوگوں کو عبرت و موعظت کے قصے اور حکمت و فلسفہ کی باتیں سنا کر ایمان و عمل اور حسن اخلاق کی طرف مائل کرتا تھا۔ لوگ اس کی نیک دلی، دانش مندی، معاملہ فہمی اور بے لوثی سے اس قدر متاثر تھے کہ اپنے پیچیدہ معاملات میں اس سے مشورہ لیتے، اپنے مقدمات اس کے سامنے فیصلہ کرنے کے لیے پیش کرتے اور اس کے فیصلے کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیتے تھے۔

اس کے متعلق مشہور ہے کہ اونچی جگہ کھڑے ہو کر تقریر کرنے کی ابتدا اسی نے کی۔ تلوار کا سہارا لینا اور خطبہ میں "اَمّا بَعدُ" کہنا بھی اسی کی ایجاد ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار عُکاظ میں جب اس کی تقریر سنی تو پسند فرمائی۔ آخری عمر میں اس نے بالکل دنیا ترک کر دی تھی، روکھی پھیکی کھا کر عبادت و ریاضت میں زندگی گزارتا تھا۔ اس نے بڑی عمر پائی۔ ۶۰۰ء میں بعثتِ نبوی سے پہلے ہی اس نے انتقال کیا۔[۶]

خطابت صدر اسلام میں:

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جب بھی کسی ملک یا قوم میں کوئی تحریک یا مشن ابھرتا ہے، خواہ وہ سیاسی ہو یا مذہبی، سماجی ہو یا معاشرتی، اس کو روشناس کرانے کے لیے سب سے پہلے خطابت یا تقریر ہی کو ذریعہ اور وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے اپنی بات پڑھے لکھے لوگوں، اصحاب فکر ونظر اور سوجھ بوجھ رکھنے والے طبقہ سے لے کر اَن پڑھ اور معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے طبقہ تک آسانی سے پہنچائی جاسکتی ہے اور انھیں اپنی تحریک ودعوت سے متاثر کیا جاسکتا ہے۔

اسلام کی دعوت بڑی حد تک نئی، اچھوتی اور بڑے دوررس نتائج کی حامل تھی۔ اس لیے اس کے داعی پیغمبر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس دعوت کو فروغ دینے کے لیے ہر قسم کے اوصاف سے آراستہ کر کے اور ہر قسم کے اسلحہ سے مسلح کر کے بھیجا اور ان میں سب سے موثر ذریعہ اور سب سے اہم ہتھیار زبان تھی، اور اس کا مظہر خطابت اور تقریر تھی۔

تمام اہل علم اور نقادوں کا اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد کے سب سے بڑے فصیح وبلیغ مقرر اور باکمال اور مؤثر خطیب تھے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفا کا نمبر آتا ہے اور ان میں سب سے اچھے خطیب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے جو زبان وادب کی حیثیت سے نہ صرف خلفائے راشدین میں بلکہ صدر اسلام کے پورے دور میں ممتاز تھے۔ عہد اموی کے مقررین میں سرفہرست حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔ ؎

صدر اسلام میں خطابت کی امتیازی خصوصیات:

صدر اسلام کی خطابت کا اگر زمانہ جاہلیت کی خطابت سے موازنہ کریں تو درج ذیل خصوصیات نظر آئیں گی:

۱۔ صدر اسلام میں پہلی مرتبہ جمعہ وعیدین میں اور حج کے موقع پر خالص دینی تقریر کا رواج ہوا۔ ان کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے حسب موقع وعظ وارشاد کے لیے بھی تقریریں کیں۔

۲- دینی وسیاسی جماعتوں کے قیام اور خلافت وحکومت کے افتتاح کے موقع کی تقریریں، جیسے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خطبہ جو آپ نے خلیفہ ہوتے وقت سقیفۂ بنی ساعدہ میں دیا تھا جو اتنا اثر انگیز تھا کہ اس کے بعد خلافت کے مسئلہ میں اختلاف ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا۔

۳- تقریروں میں ایسی قوت تاثیر کا پایا جانا جس سے بعض اوقات سخت سے سخت دل بھی پگھل کر موم ہو جاتے تھے اور غصہ سے سرخ آنکھوں سے اشک ندامت کی برسات ہونے لگتی تھی۔ جیسے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تقریر جو آپ نے انصار کے سامنے اس وقت کی تھی جب آپ کو مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں انصار کی شکایت پہنچی تھی اور جسے سن کر سب زار و قطار رونے لگے تھے، اور ایک زبان ہو کر بول پڑے تھے کہ ہمیں آپ کا فیصلہ دل و جان سے قبول ہے، اور آپ کی ذات گرامی سب سے زیادہ محبوب و مقبول ہے۔

۴- کاہنوں اور پروہتوں کی مبہم زبان اور مقفّی و مسجّع جملوں کے بجائے خوبصورت، چیدہ اور موزوں الفاظ وکلمات کے سہارے ایسے فصیح و بلیغ جملوں کا استعمال جن کے معانی ومطالب بغیر کسی تردد کے سامعین کے دل و دماغ میں اترتے چلے جاتے تھے۔ انداز اتنا گٹھا ہوا اور پیرایۂ بیان اتنا دلکش ہوتا تھا کہ تقریر ادبی شہ پارہ بن جاتی تھی۔

۵- اس زمانے میں پہلی بار اللہ کی حمد وثنا سے تقریر کی ابتدا۔

۶- لوگوں کو اپنی بات سمجھانے اور مختلف مسائل میں انھیں قائل کرنے کے لیے قرآن کریم کے انداز سے مدد اور طریقۂ استدلال کا استعمال، اور موقع محل کے لحاظ سے کبھی لمبی اور کبھی اتنی مختصر تقریر کرنا کہ چند جملوں میں ہی ختم ہو جائے۔

اس طرح صدر اسلام میں عربی خطابت کو اتنی ترقی حاصل ہوئی اور اس کے ایسے نمونے سامنے آئے جو بعد میں آنے والوں کے لیے مشعل راہ اور عربی ادب کے عدیم المثال شہ پارہ بن گئے۔ جو آج تک پڑھے اور پڑھائے جاتے ہیں۔[۸]

خلفائے اربعہ کے بعد خطیبوں میں سحبان وائل، زیاد بن ابیہ، حجاج بن یوسف اور قطری بن فجاءۃ کے نام قابل ذکر ہیں۔

سحبان بن زفر بن ایاد نے زمانۂ جاہلیت میں قبیلہ ربیعہ کی شاخ ''وائل'' میں پرورش پائی، مسلمان ہونے کے بعد وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جا ملا، جہاں اسے بڑی عزت ملی، انھوں نے اسے اپنا خاص خطیب بنالیا۔ سحبان برجستہ گو، پرزور اور خوش بیان خطیب تھا، تقریر کے تمام طریقوں پر اسے کامل قدرت حاصل تھی۔ اس کی تقریر میں ایسی روانی ہوتی جیسے وہ رٹی ہوئی عبارت بار بار پڑھ رہا ہو، اپنی انھیں خصوصیات کی بنا پر وہ خوش بیانی میں ضرب المثل ہے۔

ایک دفعہ خراسان سے ایک وفد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو انھوں نے سحبان کو بلوایا۔ وہ اپنے گھر میں نہ تھا، تلاش و جستجو کے بعد حاضر ہوا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تقریر کرو۔ اس نے کہا: میرے لیے عصا لاؤ۔ لوگوں نے کہا: امیر المومنین کی موجودگی میں تم عصا سے کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا: ''وہی جو موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ہم کلامی کے وقت اپنے عصا سے کرتے تھے''۔ حضرت معاویہ ہنسے اور اس کے لیے عصا لانے کا حکم دیا۔ جب عصا آیا تو اس نے اسے ناپسند کیا اور لات ماردی، چنانچہ لوگوں نے اسے خاص عصا لاکر دیا۔

پھر اس نے ظہر کی نماز سے عصر تک تقریر کی، اور اس دوران نہ تو کھانسا، نہ کھنکارا، نہ کہیں اٹکا، نہ کہیں سوچنے کے لیے ٹھہرا، نہ کسی موضوع کو تشنہ اور نامکمل چھوڑ کر آگے بڑھا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر حاضرین محو حیرت ہو گئے۔ پھر حضرت معاویہ نے اسے ہاتھ سے تقریر ختم کرنے کا اشارہ کیا۔ سحبان نے اشارہ سے کہا: مجھے نہ روکیے۔ حضرت معاویہ نے کہا: نماز کا وقت ہو گیا۔ اس نے کہا: نماز میں دیر ہے۔ ہم حمد و صلاۃ اور وعد و وعید میں مشغول ہیں۔ حضرت معاویہ نے کہا: ''واقعی تم عرب کے سب سے بڑے خطیب ہو''۔ سحبان نے کہا: ''نہ صرف عرب کا، بلکہ عجم کا بھی اور جن و انس کا بھی''۔ اس کی وفات ۵۴ھ میں ہوئی۔[9]

خطابت عہد عباسی میں:

حکومت عباسیہ کا زمانہ اسلام کا وہ زریں عہد ہے جس میں مسلمان تہذیب و تمدن اور عمران و اقتدار کے لحاظ سے اس قدر بلند مقام پر پہنچ گئے تھے کہ اس سے قبل یا

اس کے بعد پھر کبھی اس بلندی پر نہ پہنچے، اسلامی علوم وفنون اس دور میں خوب پھلے پھولے، آداب عربیہ نے نشو ونما پائی، غیر ملکی کتابوں کے عربی زبان میں ترجمے کیے گئے۔ عقلِ عربی پک کر تیار ہوگئی اور اس نے غور وفکر، بحث وتمحیص کے لیے ایک وسیع جولانگاہ پائی۔ اس حکومت کے فرماں روا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کی اولاد سے ہیں۔ جنھوں نے ایرانیوں کی مدد سے خلافت کو امویوں کے ہاتھ سے بزور وجبر چھین کر اس کا پایہ تخت عراق بنایا جہاں پانچ صدی سے کچھ زیادہ میں ان کے سینتیس خلفا باری باری تخت سلطنت پر بیٹھے، یہاں تک کہ ہلاکو خاں نے ۶۵۶ھ میں اس حکومت کا تختہ الٹ دیا۔[1]

حکومت کے پایے کو مستحکم کرنے، لشکر کو لڑائی پر ابھارنے اور باہر سے آنے والے وفود کا استقبال وخیر مقدم کرنے کے لیے اس دور کے آغاز میں خطابت کو بڑی قدر ومنزلت حاصل تھی۔ پہلے خلفاء اور ان کا پروپیگنڈہ کرنے والوں کو اس فن میں بڑا ملکہ حاصل تھا، اس ضمن میں منصور، مہدی، ہارون رشید، مامون رشید اور داؤد بن علی، خالد بن صفوان اور شبیب بن شبیبہ کے نام لیے جاتے ہیں۔

لیکن جب حکومت کی باگ ڈور پوری طرح بنی عباس کے ہاتھوں میں آگئی، امور جہاں بانی، اور لشکر کی سربراہی کا انتظام ایرانی عجمیوں نے سنبھالا اور نیزوں اور زبانوں سے مقابلہ بازی میں کمی ہوئی تو فن خطابت پر دست گاہ حاصل نہ ہونے اور اس کی ضرورت باقی نہ رہنے کی وجہ سے یہ فن زوال پذیر ہونے لگا اور بڑے بڑے معاملات طے کرنے اور باہمی عداوتیں دور کرنے کے لیے شاہی مراسلات اور فرامین نے تقریروں کی جگہ لے لی۔ خطبات صرف جمعہ، عیدین اور نکاح کے موقعوں تک محدود ہوگئے تاہم خلیفہ راضی باللہ کے زمانے تک خلفاء بذات خود تقریریں کرتے اور نمازیں پڑھاتے رہے۔ لیکن جب خاندان بویہ نے اپنے غلبہ کے بعد ان کے ہاتھ جکڑ کر انھیں ان کے گھروں میں نظر بند کر دیا تو خطابت وامامت کا منصب بھی انھوں نے قابل، باصلاحیت اور ہوشیار علماء کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ اس دور کے آخر میں مقرروں اور ادیبوں کی ایک جماعت خطیب بغدادی، خطیب تبریزی جیسے حضرات پر مشتمل تیار ہوگئی تھی۔ پھر جب مسلمانوں میں عجمیت آگئی واعظوں کی زبانوں میں قوت گویائی نہ رہی اور

ان میں مختلف موضوعات پر تقریریں کرنے کی طاقت مفقود ہوگئی تو انھوں نے شیخ ابن نباتہ مصری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۶۸ھ) جیسے اسلاف کے خطبات سے مدد لینی شروع کر دی اور معنی و مطلب سمجھے بغیر ان لکھے ہوئے خطبوں کو حفظ کر کے منبروں پر پڑھ پڑھ کر سنانے لگے اور کئی صدیوں تک اسی رسمی طریقے پر گامزن رہے، یہاں تک کہ مصر میں نئی بیداری کی لہر پیدا ہوئی اور جامعہ ازہر نے شعبہ وعظ و تبلیغ و دعوت قائم کر کے اس فرسودہ طریقے میں کچھ تبدیلی پیدا کی، اور فنِ خطابت کو ترقی سے ہم کنار کیا۔[11]

حضرت غوث اعظم کا زمانہ:

آپ کی ولادت ۴۷۰ھ/۱۰۷۸ء کو شمالی فارس کے گیلان نامی صوبہ کی ایک بستی نیف (Niff) میں ہوئی۔ ۴۸۸ھ میں اٹھارہ برس کی عمر میں علم حاصل کرنے کے ارادے سے آپ بغداد تشریف لائے۔ جب آپ بغداد پہنچے اس وقت عباسی خلیفہ ابوالعباس مستظہر بامر اللہ کا دور تھا، اس کا دورِ حکومت ۴۸۷ھ سے ۵۱۲ھ تک رہا۔ پھر درج ذیل خلفا یکے بعد دیگرے تختِ حکومت پر متمکن ہوئے۔

۲- مسترشد باللہ، دورِ حکومت ۵۱۲ھ سے ۵۲۹ھ تک

۳- راشد باللہ، دورِ حکومت ۵۲۹ھ سے ۵۳۰ھ تک

۴- مُقتفی لأمر اللہ، دورِ حکومت ۵۳۰ھ سے ۵۵۵ھ تک

۵- مُستنجِد باللہ، دورِ حکومت ۵۵۵ھ سے ۵۶۶ھ تک[12]

جب کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا وصال ماہ ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو ہوا تو اس طریقے سے آپ نے پانچ خلفائے عباسیہ کا دورِ حکومت بغداد میں رہتے ہوئے دیکھا۔ یہ عباسی سلطنت کا آخری دور تھا، بنی بویہ کے بعد آل سلجوق کی حکومت قائم ہو چکی تھی، اس وقت سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی کشمکش شباب پر تھی۔ حکومت و اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے بے دریغ مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا تھا، گویا خوفِ خدا اور خوفِ آخرت لوگوں کے دلوں سے نکل چکا تھا اور اس کی جگہ حکومت و اقتدار کی ہوس اور حطامِ دنیا کی محبت کا سودا ذہن و دماغ پر مسلط ہو چکا تھا۔ امت مسلمہ گوناگوں فتنوں کی زد میں تھی۔ ایسے نازک وقت میں آپ نے کشتی ملت کو سہارا دیا۔ اربابِ اقتدار کی رسہ کشی، علمائے سُو اور

ابن الوقت صوفیہ کی تبلیغ دین سے بے رغبتی، دنیوی جاہ و منصب اور مال وزر کی محبت اور مسلمانوں کے سیاسی اضمحلال کے نتیجہ میں جو فتنے پیدا ہوئے ان کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ان فتنوں کے سد باب کے لیے کیا تدبیریں کیں۔ اور ان روحانی ونفسانی بیماریوں کے علاج کے لیے کیا جتن کیے۔

۱۔ ارباب اقتدار کے باہمی مناقشات اور تخت حکومت پر قابض ہونے کی ہوس، حضرت شیخ نے اپنے خطبات میں اخلاص، للّٰہیت اور خشیت الٰہیہ پر زور دیا، دنیا کے مقابلے میں آخرت اور آخرت کے مقابلے میں رضائے الٰہی کے طلب کرنے کی تلقین فرمائی۔

۲۔ اسلامی خلافت کے روبہ زوال ہونے اور مسلمانوں کے سیاسی اور فکری اعتبار سے کمزور ہونے کے سبب عیسائیت نئے ہتھکنڈوں سے لیس ہو کر علمی، فکری اور معاشرتی لحاظ سے اسلام پر حملہ آور ہو رہی تھی اس لیے حضرت شیخ نے توحید اور اسلام کی حقانیت پر بہت زور دیا اور قوم مسلم کی کامیابی کا راستہ صرف اور صرف صحیح معنوں میں مسلمان بننے کو قرار دیا۔

۳۔ پانچویں اور چھٹی صدی میں اموی اور عباسی خلفا کے ابتدائی سلسلے نے منطق و فلسفہ اور دیگر علوم کا لٹریچر دوسری زبانوں سے عربی میں منتقل کیا۔ بڑے بڑے فضلا اس کام کے لیے مختص کیے اور یہ باور کر لیا گیا کہ یہ علم و دانش کی بہت بڑی خدمت ہے، لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمان فلسفیانہ افکار و نظریات کے زیر اثر عقلیت محضہ سے متاثر ہونے لگے یعنی وحی وہدایت سے بے نیاز ہو کر عقل آوارہ کی راہنمائی کو کافی سمجھنے لگے اور جو باتیں از قبیل معجزات و کرامات ان کی سمجھ میں نہ آتیں ان کی بے دھڑک تاویلیں کرنے لگے، حضرت شیخ نے اپنے خطبات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ، صحابۂ کرام اور اولیائے عظام کی پیروی کی اہمیت کو بھرپور انداز میں پیش کیا۔ اس طرح انھوں نے مسلمانوں کو معتزلہ، باطنیہ اور فلاسفہ کی راہ پر چلنے سے منع کیا۔

۴۔ اس دور میں شیعی تعصب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا، ان کے غلط رجحانات روز بروز زور پکڑتے جارہے تھے، بالآخر اس خلفشار نے عباسی خلافت کا خاتمہ کر دیا،

حضرت شیخ نے صرف صحابہ کرام کی عظمت کو اجاگر کیا اور ان کی پیروی کو ذریعہ نجات قرار دیا بلکہ ان کے ارشادات کو بہ طور سند و استشہاد پیش کیا۔

۵- فسق و فجور کی کثرت کا علاج، تقوی و پرہیز گاری، تزکیہ نفس اور خدا اور رسول کی اطاعت کی تعلیم سے کیا۔[۱۳]

دعوت وارشاد کی ابتدا:

بغداد میں آپ کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱- پہلا دور: یہ ۴۸۸ھ میں بغداد آنے سے لے کر ۵۲۱ھ تک جاتا ہے۔ یہ تینتیس سال کا طویل زمانہ آپ نے حصولِ تعلیم و تربیت اور ریاضت و مجاہدہ میں گزارا۔ اس دور کے تعلق سے آپ کے حالات کی زیادہ تفصیل کتابوں میں نہیں ملتی۔

۲- دوسرا دور: یہ دور ۵۲۱ھ سے شروع ہو کر ۵۶۱ھ میں آپ کے وصال پر ختم ہوتا ہے۔ آپ کے سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ آپ نے اپنے عہد طالب علمی کے آخری سالوں میں اپنے استاذ اور پیرو مرشد حضرت شیخ ابو سعید مبارک بن علی مخرّمی رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۲۸ھ) کی بارگاہ میں تعلیم و تربیت کے حصول کے لیے وقف کر دیا تھا۔ شیخ مخرّمی نے باب الازج (بغداد) میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور اس میں فقہ حنبلی کی تعلیم دیتے تھے۔ شیخ کے اصرار پر آپ نے انھیں کے مدرسے میں ۵۲۱ھ میں دعوت وارشاد اور تعلیم و تدریس کا آغاز کیا۔[۱۴]

شیخ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں:

ظهر (أي الشيخ عبدالقادر الجيلاني) للناس و جلس للوعظ بعد العشرين و خمس مائة، و حصل له القبول التام من الناس، و اشتهرت أحواله و أقواله و كراماته و مكاشفاته، وهابه الملوك فمن دونهم[۱۵]

جب کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سب سے پہلے اور مستند سوانح نگار شیخ علی بن یوسف شطنوفی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ جیلانی نے ماہ شوال ۵۲۱ھ/ ۱۱۲۷ء کو محلہ حلبہ برانیہ میں وعظ و تقریر کا آغاز فرمایا۔[۱۶]

وعظ وارشاد کی اثر انگیزی بارگاہِ نبوت کا فیضان:

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مواعظ وخطبات کی فصاحت وبلاغت، حیرت انگیز تاثیر اور دلوں کی کایا پلٹ دینے والا زور بیان بارگاہِ رسالت اور بارگاہِ مولا علی کرم اللہ وجہہ کا فیضان تھا۔ اس حقیقت کا اظہار خود آپ نے ایک دن وعظ کے دوران یوں فرمایا:

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ نے فرمایا: بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا: میں عجمی ہوں، بغداد کے فصحا کے سامنے لب کشائی کیسے کروں؟ حضور نے مجھے سات مرتبہ لعاب دہن عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: لوگوں سے خطاب کرو اور انھیں حکمت اور موعظہ حسنہ سے اپنے رب کی طرف بلاؤ۔ اتنے میں نماز ظہر پڑھی اور بیٹھ گیا، لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہے، مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت علی مرتضیٰ تشریف فرما ہیں، انھوں نے چھ مرتبہ لعاب دہن عطا فرمایا، عرض کیا سات کی تعداد پوری کیوں نہیں فرمائی؟ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر۔ [۷۲]

شیخ محمد یحییٰ تادفی نے قلائد الجواہر میں یہ واقعہ لکھنے کے بعد اس واقعہ کی ایک اور روایت نقل کی ہے، وہ رقم طراز ہیں:

بعض کتب میں یہی واقعہ اس طرح منقول ہے کہ کسی ہاتف غیبی نے کہا کہ "اے عبدالقادر بغداد میں داخل ہو کر لوگوں میں تبلیغ کرو" چنانچہ جب میں نے بغداد واپسی کے بعد لوگوں کو پہلی ہی جیسی حالت پر پایا تو پھر واپسی کا قصد کر لیا۔ لیکن ہاتف غیبی نے مجھ سے دوبارہ کہا "اے عبدالقادر! بغداد میں لوگوں کو نصیحت کرو کیوں کہ تماری ذات سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچنے والا ہے۔" مگر میں نے جواب دیا کہ مجھے لوگوں سے کیا غرض، میں تو اپنے ایمان کی سلامتی کا خواہاں ہوں۔ اس پر مجھے جواب ملا کہ "واپس جا تیرا ایمان سلامت ہے"۔ اس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے ستر عہد لیے جن میں سے دو یہ تھے:

۱۔ مجھے کبھی مکر میں مبتلا نہ کیا جائے۔

۲۔ میرا کوئی مرید بغیر توبہ کیے مرنے نہ پائے۔

اس کے بعد میں نے بغداد واپس آ کر لوگوں کو پند ونصائح شروع کر دیے۔

جس کے بعد میں نے مشاہدہ کیا کہ حجابات اٹھے اور انوار میری جانب متوجہ ہیں۔ جب میں نے پوچھا کہ یہ کون سی حالت ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ ان فتوحات پر مبارک باد دینے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ پھر ان انوار میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا اور مجھ پر خوشی کی کیفیت طاری ہوئی اور میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لا رہے ہیں اور عبدالقادر کہہ کر مجھے آواز دے رہے ہیں۔ چنانچہ میں فرط مسرت سے سات قدم ہوا میں اڑتا ہوا آپ کی جانب بڑھا تب آپ نے سات مرتبہ میرے منہ میں لعاب دہن لگایا اور آپ کے بعد تین مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے لعاب لگایا اور جب میں نے حضرت علی سے سوال کیا کہ آپ نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح کیوں نہیں کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ "حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے"۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خلعت پہناتے ہوئے فرمایا:

"یہ بڑی ولایت کی خلعت ہے جو اولیا واقطاب کے لیے مخصوص ہے۔"

اس کے بعد تقریر کرنا میرے لیے آسان ہو گیا۔ [۱۸]

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب (متوفی ۵۹۳ھ/ ۱۱۹۷ء) کی روایت ہے کہ میرے والد گرامی ہفتہ میں تین دن وعظ فرماتے تھے۔ جمعہ کی صبح مدرسہ (قادریہ) میں، منگل کی شام کو خانقاہ میں اور اتوار کی صبح سرائے میں۔ آپ کی مجلس میں علماء، فقہا وغیرہ جمع ہوتے تھے۔

طریقہ یہ تھا کہ پہلے کوئی قاری صاحب رعایت تجوید کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ کبھی قاری ابوالفتح مسعود ابن عمر ہاشمی تلاوت کرتے، کبھی دوسرے دو حضرات باری باری تلاوت کرتے۔ یہ دونوں بھائی تھے۔ تلاوت سادہ انداز میں لحن کے بغیر ہوتی۔ [۱۹]

مجلسِ وعظ میں خلائق کا مجمع:

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے جب وعظ کہنا شروع کیا تو ابتدا میں آپ کی مجلس میں سامعین کی تعداد بہت کم ہوتی تھی، پھر جب آپ کے مواعظ وخطبات کا

آوازہ بغداد کی گلیوں میں پھیلا تو آہستہ آہستہ خلائق کا ایک انبوہ کثیر آپ کی مجلس میں شریک ہونے لگا۔ جن کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔ خود حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں:

''ابتداء مجھ پر وعظ و تقریر کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ خاموش رہنا میری طاقت سے باہر ہوجاتا، میری مجلس میں دو یا تین آدمی سننے والے ہوتے، مگر میں نے سلسلۂ کلام جاری رکھا پھر لوگوں کا ہجوم اس قدر بڑھا کہ جگہ تنگ ہوگئی، پھر عیدگاہ میں خطاب شروع کیا، وہ بھی ناکافی ہوئی تو شہر سے باہر کھلے میدان میں اجتماع ہونے لگا اور ایک ایک مجلس میں ستر ہزار کے قریب سامعین جمع ہونے لگے۔ چار سو افراد قلم دوات لے کر آپ کے ملفوظات جمع کیا کرتے تھے۔''[۲۰]

علامہ ذہبی سیر اعلام النبلا میں آپ کا ارشاد ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

" كان يغلب عليّ الكلام و يزدحم على قلبي إن لم أتكلم به حتى أكاد أختنق ولا أقدر أن أسكت، وكان مجلس عندي رجلان و ثلاثة ثم تسامع الناس بي وازدحم عليّ الخلق حتى صار يحضر مجلسي نحو من سبعين ألفاً"[۲۱]

آپ کے ہم عصر نامور مصنف اور ناقد حدیث علامہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ/۱۲۰۱ء) اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: کان أبو سعد المخرّمي قد بنى مدرسة لطيفة بباب الأزج ففوضت إلى عبدالقدر فتكلم على الناس بلسان الوعظ وظهر له صيت بالزهد و كان له السمت والصمت وضاقت المدرسة بالناس، وكان يجلس عند سور بغداد مستنداإلى الرباط ويتوب عنده في المجلس خلق كثير۔''[۲۲]

مشائخ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ جیلانی جب وعظ کے لیے منبر پر بیٹھ کر الحمد للہ کہتے تو روئے زمین کا ہر غائب و حاضر ولی خاموش ہوجاتا۔ اسی وجہ سے آپ یہ کلمہ مکرر کہتے اور اس کے درمیان کچھ سکوت فرماتے، بس اولیا اور ملائکہ کا آپ کی مجلس میں ہجوم ہوجاتا، جتنے لوگ آپ کی مجلس میں نظر آتے ان سے کہیں زیادہ ایسے حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے تھے۔

آپ کے ایک ہم عصر شیخ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے جنات کی حاضری کے لیے وظیفہ پڑھا لیکن کوئی جن حاضر نہ ہوا بلکہ زمانہ معتاد سے دیر کی، مجھے بڑی حیرانی

ہوئی کہ اس تاخیر کا سبب کیا ہے، پھر ان میں سے چند جن حاضر ہوئے، میں نے تاخیر کا سبب دریافت کیا، کہنے لگے کہ حضرت شیخ عبدالقادر وعظ فرما رہے تھے، ہم سب وہاں حاضر تھے، اس کے بعد اگر آپ ہمیں بلائیں تو ایسے وقت نہ بلایا کریں جب حضرت شیخ وعظ فرما رہے ہوں، کیوں کہ لامحالہ ہمیں تاخیر ہوگی، میں نے کہا، تم بھی ان کی مجلس وعظ میں حاضر ہوتے ہو؟ کہنے لگے آدمیوں کے اجتماع سے زیادہ وہاں ہمارا اجتماع ہوتا ہے، ہم میں کے اکثر قبائل ان کے ہاتھ پر اسلام لائے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔[۲۳]

حضرت شیخ عموماً عربی میں خطاب فرماتے، بعض اوقات فارسی میں خطاب فرماتے، اسی لیے آپ کو ذوالبیانین واللسانین اور امام الفریقین کہتے ہیں۔[۲۴] آپ کی کرامت یہ بھی کہ دور نزدیک کے لوگ یکساں طور پر آپ کی آواز سنتے تھے۔[۲۵]

وعظ کی اثر انگیزی:

آپ کا وعظ نہایت اثر انگیز ہوتا تھا، جس سے بڑے سے بڑا سنگ دل بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ ہر مجلس میں بہت سے فساق و فجار اور جرائم پیشہ افراد اپنے جرائم سے توبہ کرتے۔ کفار، کفر و بد مذہبی سے توبہ کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ) رقم طراز ہیں:

جب آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو مختلف علوم میں گفتگو فرماتے اور ہیبت اتنی ہوتی کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا۔ پھر اچانک فرماتے: قال ختم ہوا، اب ہم حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ سنتے ہی سامعین کی حالت میں عظیم انقلاب رونما ہوتا۔ کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوتا، کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا، کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی، اور کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا۔ کچھ ایسے بھی ہوتے جن پر شوق اور ہیبت کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ طائر روح قفس عنصری سے ہی پرواز کر جاتا۔[۲۶] غرض یہ کہ حاضرین اور سامعین میں سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔

شیخ عمر کیسانی کا بیان ہے کہ آپ کی کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں کچھ یہود و نصاریٰ اسلام نہ قبول کرتے ہوں۔ چور ڈاکو اور بد معاش لوگ اپنے جرائم سے توبہ نہ کرتے ہوں اور رافضی وغیرہ اپنے غلط عقائد سے توبہ نہ کرتے ہوں۔

ایک بار آپ کے پاس ایک راہب آیا جس کا نام سنان تھا پھر اس نے بتایا کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں، جب میرے قلب میں اسلام قبول کرنے کا خیال پیدا ہوا تو میں نے تہیہ کرلیا کہ میں اسی کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں گا جو اہل یمن میں سب سے بہتر ہوگا، ابھی میں اسی خیال میں مستغرق ہو کر زمین پر بیٹھا ہوا تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور میں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرمارہے ہیں، اے سنان! تم بغداد جاؤ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر ایمان لاؤ۔ جو اس وقت روئے زمین کی سب سے عظیم شخصیت ہیں۔

شیخ عبدالوہاب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں تیرہ عیسائی آئے اور آپ کے ہاتھ پر مجلس وعظ میں مسلمان ہوئے۔ پھر کہنے لگے کہ ہم مغرب کے علاقے کے باشندے ہیں جس وقت ہم نے مسلمان ہونے کا ارادہ کیا تو ہمیں یہ خیال پیدا ہوا کہ کس کے ہاتھ پر ایمان لائیں کہ اچانک ہم نے ایک غیبی آواز سنی:

''اے فلاح کے طلب گارو! بغداد جاکر شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر ایمان لاؤ، کیوں کہ وہ اس وقت روئے زمین کی سب سے افضل شخصیت کے مالک ہیں۔ کیوں کہ ان کی برکت سے تمہارے دلوں میں اتنا مستحکم ایمان جاگزیں ہوجائے گا جو تمھیں کسی اور کے پاس نصیب نہ ہوگا۔''[47]

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ خطبات میں عموماً سادہ اور عام فہم باتیں ارشاد فرماتے، لیکن کبھی کبھی حسب موقع آپ کا دریائے علم موج زن ہوتا تو وہ عالمانہ اور محققانہ نکات بیان فرماتے اور آیتوں کی ایسی تفسیریں سناتے کہ بڑے بڑے علماء بھی انگشت بدنداں ہوجاتے۔

حافظ ابوالعباس احمد بن احمد بندنجی کہتے ہیں کہ میں اور شیخ جمال الدین ابن جوزی حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ قاری نے ایک آیت تلاوت کی، شیخ نے اس کی ایک تفسیر بیان کی، پھر دوسری تفسیر پھر تیسری۔ میں ابن جوزی سے پوچھتا کہ آپ کو اس تفسیر کا علم ہے وہ اثبات میں جواب دیتے یہاں تک کہ حضرت شیخ نے گیارہ تفسیریں بیان کیں۔ ابن جوزی یہی کہتے رہے کہ یہ تفسیر میرے علم میں ہے۔ جب سلسلہ اس سے آگے بڑھا تو انھوں نے کہا یہ تفسیر میرے علم میں نہیں ہے۔ حضرت

شیخ نے چالیس تفسیریں بیان فرمائیں اور ہر ایک کا قائل بھی بیان فرماتے گئے۔ ابن جوزی شیخ کی وسعت علمی پر انگشت بدنداں تھے، اتنے میں حضرت شیخ نے فرمایا:

اب ہم قال کی بجائے حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سامعین کی کیفیت اضطراب اپنی انتہا کو پہنچ گئی، خود ابن جوزی کا یہ حال تھا کہ فرط اضطراب میں اپنا گریباں چاک کر دیا۔[۲۸]

قول و فعل کی ہم آہنگی:

خطیب کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو، ورنہ سامعین پر کما حقہ اس کی خطابت کا اثر نہ ہوگا۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن مدرسہ میں خطاب فرما رہے تھے، فقراء اور فقہاء بڑی تعداد میں موجود تھے، اتنے میں چھت سے ایک بڑا سانپ آپ کی گود میں آ کر گرا، حاضرین خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے، وہ سانپ آپ کے کپڑوں میں داخل ہو گیا اور گردن کے گرد لپٹ گیا، آپ نے نہ تو سلسلہ کلام ختم کیا اور نہ ہی پہلو بدلا، پھر وہ آپ سے الگ ہو کر دُم کے بل کھڑا ہو گیا، اور کچھ باتیں کیں اور چلا گیا۔ حاضرین نے عرض کیا: یہ کیا ماجرا تھا؟ حضرت غوث اعظم نے فرمایا:

اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے بہت سے اولیاء کو اس طرح آزمایا، مگر کوئی بھی آپ کی طرح ثابت قدم نہ رہا۔ میں نے کہا کہ میں قضا و قدر کے موضوع پر تقریر کر رہا تھا اور تو ایک معمولی کیڑا ہے جسے قضا و قدر ہی حرکت و سکون میں لاتی ہے، میں نہیں چاہتا کہ میرے قول و فعل میں تضاد پایا جائے۔[۲۹]

خطبہ دینے کا انداز:

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے خطبات کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نہایت سادہ اور عام فہم انداز میں دین کے اسرار و رموز بیان فرما دیتے تھے، آپ کا خطاب نہ تو بہت طویل ہوتا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کا الجھاؤ پایا جاتا تھا، آپ کے یہاں فلسفیانہ موشگافی نہیں، بلکہ قرآن کریم کا حکیمانہ انداز پایا جاتا ہے۔ آپ کے خطبات کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ کسی ایک خاص موضوع کے پابند نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ ایک ہی مجلس میں مختصر جملوں میں متعدد موضوعات پر اظہار خیال ہوتا تھا۔ آپ کا

ایک ایک جملہ نہایت جچا تلا ہوتا تھا جو سامعین کے دلوں میں ایسے اترتا چلا جاتا تھا جیسے ''رحیق مختوم'' کا گھونٹ ہو۔

آپ دین متین کی تعلیمات کو بہت پُرکشش اور مؤثر انداز میں بیان فرماتے۔ کبھی کبھی موقع کی مناسبت سے پُرجلال کلمات بھی زبان مبارک سے صادر ہو جاتے جن سے ہر چھوٹا بڑا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ ضرورت کے مطابق قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کو بیان کرتے، بعض اوقات صحابۂ کرام اور اولیائے عظام کے ارشادات بھی زیب سخن بنتے، اسی طرح کبھی کبھی مقصد کو ذہن نشین کرانے کے لیے تمثیلات بھی بیان فرماتے تھے۔

آپ برسر منبر سلاطین اور خلفا و امرا کو بھی کارِ خیر کا حکم دیتے اور برے کاموں سے منع فرماتے، ظالموں کے والی بنانے پر بلا خوف نکیر فرماتے، جب خلیفۂ وقت مقتفی لامر اللہ نے ابوالوفاء یحییٰ بن سعید معروف بہ ابن مزاحم جیسے ظالم شخص کو قاضی بنایا تو آپ نے برسر منبر خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''تو نے ایک ظالم ترین شخص کو قاضی مقرر کیا ہے، کل قیامت کے دن خدائے قہار و جبار کو کیا جواب دے گا؟ یہ سن کر خلیفہ کانپ گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اسی وقت قاضی مذکور کو معزول کر دیا۔[۳۰]

خطبات غوثیہ کے مجموعے:

میرے علم کے مطابق غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرامی خطبات کے مجموعے درج ذیل کتابوں کی شکل میں موجود ہیں:

(۱) الفتح الربانی والفیض الرحمانی (۲) فتوح الغیب (۳) جلاء الخواطر (۴) الغنیۃ لطالبی طریق الحق معروف بہ غنیۃ الطالبین۔

۱- الفتح الربانی والفیض الرحمانی:

یہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہایت اثر انگیز اور بلیغ خطبات کا مجموعہ ہے۔ اس میں آپ کے باسٹھ خطبات و ملفوظات کو ''مجلس'' کے عنوان سے جمع کیا گیا ہے۔ اور ہر مجلس کے بارے میں وقت، تاریخ، سن اور مقام کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ مثلاً پہلے خطبہ سے پہلے ان الفاظ میں صراحت کی گئی ہے:

قال سيدنا الشيخ محي الدين أبو محمد عبدالقادر رضى الله عنه بكرة يوم الأحد بالرباط ثالث شوال، سنته خمس و أربعين و خمس مائة۔

(سیدنا غوث اعظم شیخ ابو محمد محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے ۳ رشوال ۵۴۵ھ کو اتوار کے دن صبح کے وقت خانقاہ (قادریہ) میں ارشاد فرمایا۔)

اس کے بیش تر خطبات مختصر اور بعض طویل ہیں۔ یہ گراں قدر کتاب ۱۲۸۱ھ اور ۱۳۰۲ھ میں قاہرہ میں طبع ہوئی۔ پھر دارالمعرفۃ، بیروت نے ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں اسے شائع کیا۔ اس وقت میرے پیش نظر دارالالباب، بیروت کا مطبوعہ جدید نسخہ ہے جس میں سن طباعت مفقود ہے، شیخ محمد سالم بوّاب نے اس کی آیات واحادیث کی تخریج کا کام کیا ہے۔

اس کتاب کا پہلا اردو ترجمہ اہل سنت و جماعت کے جلیل القدر عالم حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء) نے کیا ہے جو مشہور عالم دین مولانا محب احمد قادری بدایونی علیہ الرحمہ کے صاحب زادے اور شیخ طریقت حضرت مولانا سید مصباح الحسن مودودی چشتی، پھپھوند شریف کے استاذ گرامی، حضرت تاج الفحول علامہ شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ کے مرید اور حضرت شاہ مطیع الرسول مولانا محمد عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے۔

دوسرا ترجمہ مولانا محمد عبدالاحد قادری نے کیا ہے جو اسپریچول پبلی کیشنز، نئی دہلی کے زیر اہتمام چھپ چکا ہے۔

الفتح الربانی کا انداز بیان خطیبانہ اور ناصحانہ ہے، پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خطیب کی روحانیت، للّٰہیت اور اخلاص ہر ہر جملے میں پیوست ہے۔ بیان میں ایک عجیب و غریب روحانی جلال، دبدبہ اور طنطنہ ہے۔ خلق خدا کی ہدایت و رحمانی کا جذبۂ فراواں سطر سطر سے پھوٹتا نظر آتا ہے۔ ایک والہانہ جوش ہے جو ہر نقطہ نقطہ اور حرف حرف میں موجزن ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملے وسیع معانی و مفاہیم لیے ہوئے "کوزے میں دریا"۔ نمونے کا منظر پیش کرتے ہیں۔

۲- فتوح الغیب:

الفتح الربانی کی طرح فتوح الغیب بھی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مواعظ وخطبات کا گراں قدر مجموعہ ہے۔ اس میں آپ کے خطبات کو ''مقالہ'' کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں کل اسّی مقالات ہیں، جن میں آخری دو مقالے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فرزند گرامی حضرت شیخ عبدالوہاب قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے لکھے ہوئے ہیں۔ پہلے مقالے میں وصایائے غوثیہ اور دوسرے میں غوث پاک کے احوال وصال درج کیے ہیں۔ بقیہ اٹھہتر مقالات حضرت غوث اعظم کے گرامی خطبات ہیں۔

یہ کتاب استانبول (ترکی) میں ۱۲۸۱ھ میں طبع ہوئی۔ شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فارسی میں اس کے ترجمہ اور شرح کا کام کیا جو مطبع نول کشور، لکھنؤ سے ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے۔ اردو میں اس کے کئی ترجمے چھپ چکے ہیں، سید محمد فاروق القادری کا ترجمہ مکتبۃ المعارف، لاہور نے، راجا رشید محمود کا ترجمہ حامد اینڈ کمپنی، لاہور نے اور مولانا عبدالاحد قادری کا ترجمہ اسپریچول، پبلی کیشنز، نئی دہلی نے شائع کیا ہے۔

الفتح الربانی کی طرح فتوح الغیب کا انداز بیان بھی خطیبانہ اور ناصحانہ ہے، لیکن اس کے خطبات ومقالات میں وہ روحانی جلال، ہیبت اور شدت خطاب نہیں ہے جو الفتح الربانی میں ہے۔

۳- جلاء الخواطر:

یہ بھی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مواعظ وخطبات کا حسین گلدستہ ہے۔ اس میں پینتالیس خطبات کو ''مجلس'' کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے کچھ خطبے الفتح الربانی میں بھی آ گئے ہیں۔ اس لیے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجالس وعظ میں بیک وقت چار چار سو علمائے کرام قلم دوات لے کر بیٹھتے تھے اور آپ کے گرامی خطبات قلم بند کرتے تھے۔ یہ مجموعہ حضرت کے شہزادے شیخ عبدالرزاق جیلانی قدس سرہ کے ذریعہ قلم بند کیے گئے خطبات کا مجموعہ ہے، اس کتاب میں ان تقاریر کو جمع کیا گیا ہے جو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے ۹ رجب بروز جمعہ سے لے کر ۱۴ رمضان ۵۴۶ھ کے درمیان کی تھیں۔

۴۔ الغنیۃ لطالبی طریق الحق:

یہ کتاب ''غنیۃ الطالبین'' کے نام سے برصغیر ہندو پاک میں مشہور ہے۔ یہ کتاب صرف تقاریر وخطبات کا مجموعہ نہیں، لیکن اس میں بھی مجالس کے عنوان سے سیدنا غوث اعظم کی متعدد تقاریر ومواعظ کو جمع کیا گیا ہے۔

خطبہ کے ابتدائی کلمات:

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فرزندار جمند حضرت شیخ ابوالفرج عبدالجبار علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۵۷۵ھ/۱۱۸۰ء) نے بیان کیا کہ وعظ میں آپ کے خطبہ کے ابتدائی کلمات یہ ہوتے تھے:

پہلے آپ الحمدللہ رب العالمین کہتے اور چپ ہوجاتے۔ اس طرح تین باراسی جملہ کی تکرار کرنے کے بعد یہ پڑھتے:

عدد خلقه و زنة عرشه و مداد كلماته و منتهى علمه و جميع ماشاء وخلق ، و ذرأ وبرأ، عالم الغيب و الشهادة ، الرحمن الرحيم ، الملك القدوس العزيز الحكيم، وأشهد أن لا اله الّا الله وحده، لاشريك له،له الملك وله الحمد ،يحيى ويميت، بيده الخير،وهو على كل شيء قدير۔ و أشهد أنّ محمدا عبده ورسوله ،أرسله بالهدىٰ ودين الحق ليظهره على الدين كلّه ولوكره المشركون۔ ـــ اللّهم أصلح الإ مام و الأمّة والراعي والرعيّة ،وألّف بين قلوبهم في الخيرات، وادفع شرّ بعضهم عن بعض۔ اللّهم ، أنت العالمُ بسرائرِنا فأصلِحها ،وأنتَ العالمُ بحوائجنا فاقضها،لا تُذلنا حيث نهيتنا ولا تبعدنا من حيث امرتنا ،اللّهم أعِنّا علىٰ ذكرك وشكرِك وحسن عبادتك ۔

پھر آپ دائیں جانب متوجہ ہوتے اور فرماتے:

لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ ،مَاشَاءَ اللّٰهُ كانَ، لاحول ولا قوّة إلّا باللّٰهِ العلى العظيم۔

پھر بائیں طرف متوجہ ہوکر یہی کلمات دہراتے اور یہ عرض کرتے:

لا تبد اخبارنا، ولا تهتك استارنا، ولا تؤاخذنا بسوءِ أعمالنا ، لا

تحينا فی غفلة ، ولا تاخذ علی غرّة، ربنا ! لا تؤاخذنا إن نسينا أو اخطانا ۔ ربنا ولا تحمل علينا اصراً كما حملتهٖ علی الذين من قبلنا ۔ربنا! ولا تحملنا مالا طاقة لنا به، واعفُ عنّا ، واغفرلنا ، وارحمنا ء انت مولانا فانصرنا علی القوم الكافرين۔ یہ پڑھنے کے بعد آپ وعظ شروع فرماتے۔[۳۱]

مجلس وعظ کی دعا:

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند شیخ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ مجلس وعظ میں میرے والد گرامی کی دعائیں یہ ہوتی تھیں:

۱- اللهم انا نعوذ بوصلك من صدّك و بقربك من طردك و بقبولك من ردك و اجعلنا من اهل طاعتك وودك واهلنا بشكرك وحمدك يا ارحم الراحمين۔

۲- اللهم نسئلك ايمانا يصلح للعرضِ عَلَيك وايقانا نقف به فی القيامة بين يديك و عصمة تنقذنا بها من ورطات الذنوب ورحمة تطهرنا بها من دنس العيوب وعلما نفقه به أوامرك و نواهيك وفهما نعلم بهٖ كيف تناجيك واجعلنا فی الدنيا و الآخرة من اهل ولايتك واملأ قلوبنا بنورم بمعرفتك واكحلْ عيون عقولنا باثمدهد ايتك واحرس اقدام افكارنا من مذالق مواطئ الشبهات فامنع طيور نفوسنا من الوقوع فی شبّاك موبقات الشهوات واعنا فی اقامة الصلوٰة علی تركِ الشهوات وامحُ سطور سياتنا من جرائد اعمالنا بايدی الحسنات و كن لنا حيث ينقطع الرجاء منّا إذا أعرض أهل الجود بوجوههم عنّا حين تحصّل فی ظلم اللّحود رهائن افعالنا إلی يوم الشهود واجر عبدك الضعيف علی ماألّفَ واعصمه من الزلل ووقفه والحاضرين لصالح القول و العمل، واجر علی لسانه ما ينتفع به السامع و تذرف له المدامع و يلبين القلب الخاشع واغفرله وللحاضرين ولجميع المسلمين ۔[۳۲]

خطبات غوثیہ کے نمونے:

اب ہم ذیل میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی کتاب ''الفتح الربانی'' سے

آپ کے دو خطبات نمونے کے طور پر پیش کر رہے ہیں، اصل عربی عبارت بھی تحریر کر دی ہے تا کہ عربی داں حضرات آپ کے اصل کلام سے محظوظ ہوں، آپ کے طرز خطابت کا براہ راست لطف اٹھائیں، کلام کی فصاحت و بلاغت، لہجہ کا جلال اور دل کی گہرائیوں سے نکلنے والے ناصحانہ کلمات سے بہرہ مند ہوں، ساتھ ہی اردو ترجمہ بھی پیش کر دیا گیا ہے تا کہ اردو داں طبقہ بھی خطبات کے مضامین سے جھلکنے والی روحانیت اور خلقِ خدا کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کی بے پناہ قلبی تڑپ محسوس کر سکے اور ان پر عمل کر کے اپنے لیے دونوں جہان میں کامیابی و کامرانی کا سامان کرے۔

پہلا نمونہ:

المرائی ثوبه نظیف و قلبه نجس، یزهد فی المباحات و یکسل عن الاکتساب، ویأ کل بدینه ولا یتورع جملة ، یأ کل الحرام الصریح ، یخفی أمره علی العوام ولا یخفی علی الخواص ، کل زهده و طاعته علی ظاهره، ظاهره عامر و باطنه خراب، ویلك طاعة الله عزوجل بالقلب لا بالقالب، کل هذه الأشیاء تتعلق بالقلوب والأسرار والمعانی، تعرما أنت فیه حتی آخذلك من الحق عزوجل کسوة لاتبلی عوض اخلع أنت حتی یکسوك هو، اخلع ثیاب الشهوات والرعونات والعجب والنفاق، وحبك للقبول عند الخلق، وإقبالهم علیك، وعطایا هم لك، اخلع ثیاب الدنیا والبس ثیاب الآخرة ، انخلع من حولك و قوتك و جودك، واستطرح بین یدی الحق عزوجل بلاحول ولاقوة ولا وقوف مع سبب، ولا شرك بشیٔ من المخلوقات ، فإذا فعلت هذا رایت ألطافه حوالیك تأتیك، ورحمة تجمعك ونعمته ومنته تکسوك و تضمك إلیها، اهرب إلیه انقطع إلیه عیانا بلاأنت ولا غیرك، سر إلیه منقطعا منفصلا من غیره، سر إلیه متفرقا مفارقا حتی بجمعك وبوصلك بقوی ظاهرك و باطنك، حتی لو أغلق الاکوان علیك و حملك جمیع الأثقال لایضرك ذلك بل یحفظك فیه، من أفنی الخلق بید توحیده، وأفنی الدنیا بید زهده و أفنی ماسوی ربه عزو جل بیده.

الرغبة فقداستكمل للصلاح والنجاح، وحظی بخير الدنيا والاخرة عليكم بإماتة نفوسكم وأهويتكم وشياطينكم قبل أن تموتوا! عليكم بالموت الخاص قبل الموت العام۔

ياقوم! أجيبوا فإني داعي الله عزوجل أدعوكم إلى بابه و طاعته لا أدعوكم إلى نفسي، المنافق ليس يدعوالخلق الى الله عزوجل وهوداع إلى نفسه، هو طالب الحظوظ والقبول طالب الدنيايا جاهل تترك سماع هذا الكلام وتقعد في صومعتك مع نفسك وهواك، تحتاج أولا الى صحبة الشيوخ وقتل النفس والطبع و ماسوى المولی عزوجل تلزم باب دورهم، أعني الشيوخ ثم بعد ذلك تنفرد عنهم و تقعد في صومعتك وحدك مع الحق عزوجل ، فإذا تم هذالك صرت دواء للخلق ها ديا مهد يا بإذن الحق عزوجل ،أنت لسانك ورع وقلبك فاجر، لسانك يحمد الله عزوجل و قلبك يعترض عليه، ظاهرك مسلم و باطنك كافر، ظاهرك موحد و باطنك مشرك۔

زهدك على ظاهرك ،دينك على ظاهرك ، وباطنك خراب كبياض على بي ت الماء- أي الخلاء-وقفل على مزبلة۔ إذا كنت هكذا خيم الشيطان على قلبك وجعله مسكنا له، المؤمن يبتدئ بعمارة باطنه، ثم بعمارة ظاهره، كالذي يعمل دار ا ينفق على الداخل منها مبالغ من المال و بابها خراب، فإذا كمل عمارتها بعد ذلك يعمل بابها هكذا البداية بالله عزوجل ورضاه ثم الالتفات الى الخلق بإذنه البداية بتحصيل الآخرة ثم تتناول الأقسام من الدنيا۔ ۳۳

ترجمہ: ریا کار شخص کے کپڑے صاف ہوتے ہیں مگر دل اس کا نجس ہوتا ہےاور وہ مباح چیزوں میں رغبت کرتا ہے۔اور کمانے میں کاہلی کرتا ہےاور دین کے ذریعے سے کھاتا ہے۔پرہیز گاری نہیں کرتا، کھلا ہوا حرام کھاتا ہے۔اور اس کی یہ حالت عام لوگوں سے پوشیدہ رہتی ہے۔مگر جو خاصان خدا ہیں ان سے اس کی یہ حالت پوشیدہ نہیں رہتی۔اس کا سارا زہد اور ساری اطاعت ظاہری ہےاور اس کا ظاہر آباد ہےاور اس کا باطن ویران ہے۔

تجھ پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت قلب سے ہوتی ہے قالب سے نہیں

ہوتی۔ ان تمام چیزوں کا تعلق دل اور اسرار و معانی سے ہے نہ کہ ظاہر سے۔ اور تو جس حال میں مبتلا ہے اس سے برہنہ ہو جا۔ تا کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ایسا لباس لے کر دوں جو کبھی پرانا نہ ہوگا۔ تو کپڑے اتار دے تا کہ وہ تجھے خود خلعت خاص پہنا دے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کے متعلق کاہلی کے کپڑے اتار دے اور تو وہ اپنے کپڑے اتار ڈال جن سے تو مخلوق سے ملتا ہے اور جو تیرے شرک کا سبب بنتے ہیں اور اتار کر پھینک دے خواہشات نفسانیہ، رعونت، فخر اور نفاق کا جامہ۔ اور مخلوق میں اپنی مقبولیت اور ان کی توجہ اور عطا کا، جن کپڑوں کو استعمال کر کے تو خواہش مند ہوتا ہے سب اتار دے۔ دنیا کے کپڑے اتار کر آخرت کا لباس زیب تن کر لے۔ اپنی طاقت اور قوت اور وجود سے علاحدہ ہو جا بغیر اس کے کہ تو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ کرے اور اسباب کا متلاشی ہو اور مخلوقات میں سے کسی کو خدا کا شریک بنائے، آفت شرک سر لے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے بے طاقت و قوت بن کر جا، جب تو ایسا کرے گا تو دیکھے گا کہ اس کی عطائیں تیرے اردگرد ہوں گی، رحمت خداوندی تیرے پاس آ جائے گی اور تجھے اطمینان نصیب ہوگا اور اس کے نعمت و احسان تجھے لباس پہنائیں گے اور تجھے اپنی طرف ملا لیں گے۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ آ۔ اپنے آپ اور غیروں سے علاحدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف آ جا۔ سب سے قطع تعلق کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف آ جا۔ سب سے جدائی اور تفرقہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف چل پڑ۔ تا کہ وہ تجھے مطمئن کر دے۔ اور حقیقت پر پہنچا دے۔ اور تیرے ظاہر و باطن کو قوت عطا کر دے اور پھر اگر تیرے اوپر تمام دروازے بند کر دیے جائیں اور تیرے اوپر بوجھ ڈال دیا جائے تو بھی تجھے ہرگز نقصان نہ پہنچے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت تیرے شامل حال رہے گی۔ جس شخص نے مخلوق کو اپنے توحید کے ہاتھوں سے فنا کر دیا اور ماسوا اللہ تعالیٰ کو بے رغبتی کے ہاتھ سے فنا کر دیا پس اس نے پوری فلاح اور فتح کو حاصل کر لیا اور دنیا اور آخرت سے بہرہ یاب ہوا، اپنی موت سے پہلے اپنے نفسوں کو مارنے اور اپنی خواہشوں اور اپنے شیطانوں کے مارنے کو ضروری جانو، عام موت سے پہلے تم خاص موت کو لازم پکڑ لو۔ (وہ ماسوا اللہ سے جدائی ہے)

اے مسلمانو! میری نصیحت کو قبول کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت دینے والا ہوں اور میں تمہیں اس کے دروازے کی طرف بلاتا ہوں۔ نہ اپنے نفس کی

طرف۔ منافق تو مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں بلاتے بلکہ اپنے نفس کی طرف بلاتے ہیں اور منافق تو نفسانی حصوں اور مخلوق میں مقبولیت اور دنیا کا طلب کرنے والا ہے۔ اے جاہل! تو ایسے کلام کے سننے کو چھوڑتا ہے اور نفس اور خواہش کو لے کر اپنے خلوت خانہ میں تنہا بیٹھتا ہے۔ تو پہلے مشائخ عظام کی صحبت اور نفس و طبیعت کے قتل کرنے کا حاجت مند اور ماسوا اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کا محتاج ہے۔ اس لیے تو پہلے مشائخ عظام کی چوکھٹ اور دروازہ سے لپٹ جا۔ اور اس کے بعد تو ان سے علاحدہ ہو کر تنہا اللہ تعالیٰ کی معیت میں بیٹھ جا۔ پس جب تیری یہ حالت مکمل ہو جائے گی تو اس وقت تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کی دوا اور ان کا ہادی اور مہدی بن جائے گا۔ تیری زبان پرہیزگار ہے مگر تیرا دل فاسق و فاجر۔ تیری زبان اللہ تعالیٰ کی حمد کرتی ہے اور تیرا دل اس پر اعتراض کرتا ہے۔ تیرا ظاہر مسلمان ہے اور تیرا باطن کافر ہے۔ تیرا ظاہر موحد ہے اور تیرا باطن مشرک۔ تیرا زہد اور تیری دین داری سب ظاہری ہے اور تیرا باطن خراب و ویران ہے۔ جیسے بیت الخلاء پر قلعی یعنی سفیدی اور کوڑا گھر پر قفل۔ جب تیری یہ حالت ہے تو تیرے دل پر شیطان نے ڈیرہ لگالیا ہے اور اس کو اپنا مسکن بنالیا ہے۔ مومن تو پہلے اپنے باطن کو آباد کرتا ہے، اس کے بعد ظاہر کی آبادی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جیسے ایک شخص مکان تعمیر کرتا ہے پہلے اس کے اندرونی حصے پر بہت روپیہ خرچ کرتا ہے اور اس کا دروازہ خراب ہی پڑا رہتا ہے۔ پھر جب اندرونی عمارت مکمل ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ دروازہ بناتا ہے۔ اسی طرح سالک کے لیے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کی رضامندی ہونی چاہئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کی طرف توجہ۔ ابتدا تحصیل آخرت سے ہونی چاہئے پھر اس کے بعد دنیا میں جو کچھ مقسوم ہے اس کو کھانا مناسب ہے۔

دوسرا نمونہ:

الدنیا سوق عن قریب ینغلق، أغلقوا ابواب رؤیة الخلق وافتحوا باب رؤیة الحق عزوجل، أغلقوا أبواب الاکتساب والأسباب فی حال صفاء القلوب وقرب الشرفیما یخصکم لافیما یعم غیرکم من الأهل والأتباع فلیکن الکسب بغیرکم والنفع بغیرکم والتحصیل بغیرکم و

اطلبوا مايخصكم من طيف فضله واقعدوا نفوسكم مع الدنيا وقلوبكم مع الأخرىٰ وأسراركم مع المولىٰ إنك تعلم ماتريد۔

وقال رضي الله عنه: القوم أبدال الأنبياء فاقبلوا منهم مايأمرونكم به فإنهم يأمرونكم بأمرالله عزوجل ورسوله وينهون بنهيها، ينطقون فينطقون ،يعطون فيأخذون لايتركون حركة بطباعهم ونفوسهم، لايشاركون الحق عزوجل فى دينه بأهويتهم اتبعوا الرسول صلى الله عليه وسلم فى أقواله وأفعاله سمعوا قول الله عزوجل: وما آتاكم الرسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا۔اتبعوا الرسول صلى الله عليه وسلم حتى حملهم إلى المرسل ،قربوا منه فقربهم إلى الحق عزوجل، أخرج لهم الألقاب والخلع والإمارة على الخلق ،يامنا فقون حسبتم ان الدين مشمرو أن الأمرسدى لاكرامة لكم ولا لشيطينكم ولا لقرنائكم السوء۔

اللهم تب على وعليهم و خلصهم من ذل النفاق و قيد الشرك، أعبدو الله عزوجل واستعينوا على عبادته بكسب الحلال إن الله عزوجل يحب عبدامؤمنامطيعا آكلامن حلاله يحب من يأكل ويعمل و يبغض من يأكل ولا يعمل،يحب من يأكل بكسبه ويبغض من يأكل بنفاقه ويوكل على الخلق،يحب الموحد له و يبغض المشرك به ، يحب المسلم إليه و يبغض المنازع له ،من شرط المحبت الموافقة ومن شرط العداوة المخالفة سلموا إلى ربكم عزوجل وارضوا بتد بيره فى الدنيا والأخرة ، من أيام ابتليت ببلية فسألت الله عزوجل كشفها فزادني ببلية أخرى فوقها فتحيرت فى ذلك واذ قائل يقول لى: ألم تقل لنا فى حال بدايتك إن حالتك حالة التسليم فتأدبت وسكت۔

ويحك تدعى محبة الله عزوجل و تحب غيره هو الصفاء وغيره الكدر فإذا كدرت الصفاء بمحبة غيره كدر عليك۔ يفعل بك كمافعل بإبراهيم الخليل ويعقوب عليها السلام لما مالا إلى ولديهما بحرقة من قلبهما ابتلاهما فيهما، ونبينا محمد صلى الله عليه وسلم لما مال إلى

ولدی ابنته الحسن والحسین جاء ہ جبریل علیه السلام فقال أتجهما؟فقال نعم، فقال أما أحدهما فیسقی السم وأما الآخر فیقتل فخر جامن قلبه و فرغه لمولاہ عزوجل وانقلب الفرح بهما حزنا علیهما، الحق عزوجل غیور علی قلوب أنبیا ئه و أولیا ئه وعبادہ الصالحین۔ یاطالبُ الدنیا بنفاقه افتح یدك فماتری فیها شیئا، ویلك زهدت فی الکسب وقعدت تأکل أموال الناس بدینك۔ الکسب صنعة الأنبیاء جمیعهم ،مامنهم إلا من کان له صنعة وفی الاخرۃ أخذوامن الخلق بإذن الحق عزوجل ،یاسکران بخمر الدنیا و بشهواتها وهو ساتها عن قریب تصحوفی لحدك۔ ۳۴

ترجمہ: دنیا ایک بازار ہے جو عنقریب بند ہو جائے گا تم مخلوق پر نظر رکھنے کے دروازے کو بند کر دو اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر نظر رکھنے کے دروازے کو کھول لو۔ تم دل کی صفائی اور باطن کا قرب حاصل ہو جانے کے وقت اپنے مخصوص امور میں کسب اور اسباب کے دروازہ کو بند کر لو، نہ ان امور میں جو کہ تمہارے اہل وعیال اور متعلقین کے ساتھ عام ہیں۔ پس تمہاری کمائی، نفع اور تحصیل معاش دوسروں کے لیے ہو اور تم اپنے لیے خاص فضل خداوندی کے طبق کے طالب ہو اور اپنے نفسوں کو دنیا کے ساتھ بٹھا دو اور اپنے دلوں کو آخرت کے ساتھ اور اپنے باطن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کہتے رہو کہ اے پروردگار! تو ہمارے ارادوں کو خوب جانتا ہے۔

سیدنا غوث اعظم نے اس کے بعد ارشاد فرمایا: یہ لوگ انبیا کے نائب ہیں تو وہ جس بات کا تمہیں حکم دیں اس کو قبول کرو۔ کیوں کہ وہ تمہیں اللہ ورسول کے امر و نہی کے مطابق کرنے، نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں اور جب انھیں بولنے کا حکم ہوتا ہے تو بولتے ہیں اور نہ اپنی طبیعت اور نفس کی خاطر حرکت کرتے ہیں اور نہ ہی اپنی خواہشات نفس کی وجہ سے کسی کو دین الٰہی میں اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں۔ انھوں نے تمام اقوال وافعال میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع کیا اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سن لیا ہے۔

وماآتا کم الرسول فخذوہ ومانها کم عنه فانتهوا (الحشر ۷)

ترجمہ: جو کچھ تمہیں رسول دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔

انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی یہاں تک کہ حضور علیہ

الصلاۃ والسلام نے ان کو اپنے بھیجنے والے (اللہ تعالیٰ) تک پہنچا دیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیا اور ان کو دربار خداوندی سے القاب اور خلعتیں اور مخلوق پر حکومت عطا کروا دی۔

اے منافقو! تمہارا خیال ہے کہ دین ایک قصہ کہانی ہے اور امر دینی بیکار اور مہمل شئے ہے۔ تمھاری اور تمہارے شیطانوں اور تمہارے برے ہم نشینوں کی کوئی عزت نہیں ہے۔ اے اللہ! میری اور ان کی توبہ قبول فرما اور ان کو نفاق کی ذلت اور شرکت کی قید سے رہائی عطا فرما۔

تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر حلال کمائی سے مدد حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ مسلمان فرماں بردار اور حلال کھانے والے بندے کو محبوب بنا لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرتا ہے جو اپنے کسب سے کھاتا ہے اور اس کو دشمن سمجھتا ہے جو اپنے نفاق سے کھاتا ہے۔ اور مخلوق پر توکل کر کے کھاتا ہے۔ وہ موحد کو دوست رکھتا ہے اور مشرک کو دشمن۔ وہ تسلیم و رضا والے کو دوست رکھتا ہے اور جھگڑا کرنے والے کو دشمن۔ موافقت کرنا محبت کے لیے شرط ہے اور مخالفت کرنا شرط عداوت ہے۔ تم اپنے پروردگار کے سامنے اپنی گردنوں کو جھکا دو اور دنیا اور آخرت میں اس کی تدبیر پر راضی ہو جاؤ۔

ایک مرتبہ میں چند دن بلا میں مبتلا رہا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اس بلا کے دفع کرنے کی درخواست کی پس اس نے اس سے بڑھ کر دوسری بلا اس سے زیادہ مجھ پر ڈال دی۔ میں حیرت میں پڑ گیا اور ناگاہ ایک کہنے والے کی آواز آئی اور کہا گیا ہم نے تجھ سے ابتدائی حالت میں یہ نہ کہہ دیا تھا کہ تیری حالت تسلیم کی حالت ہونی چاہیے تو میں نے ادب کیا اور ساکت ہو گیا۔

تجھ پر افسوس ہے تو محبت خداوندی کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسروں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سراپا صفا ہے اور اس کا غیر سراپا کدورت۔ تو جب تو دوسروں کو محبوب سمجھ کر صفائی کو مکدر بنائے گا تو وہ تجھ پر کدورت ڈال دے گا۔ اور تیرے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جو کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ جب وہ دونوں حضرات تھوڑی سی محبت قلبی کے ساتھ اپنے صاحبزادوں (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام) کی طرف مائل ہوئے تو دونوں کا ان بچوں ہی کے

ساتھ امتحان لیا۔

اور ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنے دونوں نواسوں حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف مائل ہوئے تو آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور عرض کیا (یارسول اللہ) کیا آپ ان کو محبوب رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا: ہاں! تو یہ سن کر جبریل نے عرض کیا ان میں سے ایک کو تو زہر پلایا جائے گا اور دوسرے کو شہید کر دیا جائے گا۔ تو وہ دونوں آپ کے قلب مبارک سے نکل گئے اور آپ نے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالی کرلیا اور وہ خوشی غم سے بدل گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیھم السلام، اولیائے کرام اور اپنے نیک بندوں کے دلوں کے تعلق سے غیرت رکھنے والا ہے۔ (کہ ان کو غیر کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا)

اے نفاق سے دنیا کے طلب گار! تو اپنا ہاتھ کھول، اس میں تو کچھ بھی نہ پائے گا، تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے محنت اور کمائی کو ترک کر دیا ہے اور بے دین لوگوں کے مال سے کھاتا ہے۔ محنت مزدوری تو تمام انبیاء علیھم السلام کا پیشہ تھا۔ انبیائے کرام میں کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کے لیے کوئی صنعت نہ ہو اور آخر میں جا کر انھوں نے باذن خداوندی مخلوق سے کچھ لیا۔ اے دنیا کی شراب اور اس کی شہوتوں اور ہوس میں بدمست! بہت جلد تجھے اپنی قبر میں ہوش آ جائے گا۔

خطبات غوثیہ کے تراشے:

قلم روکتے روکتے بھی یہ مقالہ کافی طویل ہو گیا، مگر کیا کیجئے کہ سرکار سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذات والا صفات اور آپ کی حیات طیبہ کا قیمتی سرمایہ آپ کے خطبات علم وروحانیت کا وہ بحر بے کراں ہے کہ اس میں سے نہروں پر نہریں نکالتے جائیے مگر اس کا پانی کم ہوتا نظر نہیں آتا اور اس کی طغیانی میں کوئی فرق نہیں پڑتا:

نکالی سیکڑوں نہریں کہ پانی کچھ تو کم ہوگا
مگر پھر بھی مرے دریا کی طغیانی نہیں جاتی

اب ذیل میں آپ کے گرامی خطبات کے کچھ تراشے اور اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جن کو پڑھنے کے بعد بخوبی اس بات کا اندازہ لگایا

جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے دور کے بگڑے ہوئے معاشرے کو سدھارنے کے لیے کس بالغ نظری، حکمت وتدبر اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ کام کیا۔ وقت کی چیختی ضرورت کو پورا کیا، تشنہ لب انسانیت کو جامِ ہدایت سے سیراب کیا۔ اور ضلالت وگمراہی کی شب دیجور میں بھٹکنے والے مسافروں کو ہدایت ورہ نمائی کا اجالا عطا کیا اور انھیں ان کی منزل مقصود تک پہنچایا۔ آپ کے ارشادات کی اہمیت وافادیت آج بھی بدستور باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا غوث اعظم کے اس علمی وروحانی چشمے سے سیراب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ کی عبادت کرنے اور شرک سے بچنے کی تاکید:

افسوس تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اطاعت دوسروں کی کرتا ہے۔ اگر تو واقعی اس کا بندہ ہوتا تو تیری دوستی اور دشمنی اسی کی خاطر ہوتی، صاحب یقین مومن! اپنے نفس، شیطان اور اس کی خواہش پر عمل پیرا نہیں ہوتا، وہ شیطان کا شناسا ہی نہیں ہے، اس کی اطاعت کیوں کرے گا۔ وہ دنیا کی پرواہ نہیں کرتا، اس کے لیے ذلیل کیوں ہوگا، وہ تو خود اسے ذلیل کرتا ہے اور آخرت کا طالب ہے، اور جب اسے آخرت مل جاتی ہے تو اسے بھی ترک کر دیتا ہے اور اپنے مولا سے وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس نے اپنے رب کا یہ فرمان سن رکھا ہے: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدوا االله مخلصين له الدين حُنَفَآء (انھیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو اس کے لیے خالص کرتے اور ہر باطل سے منھ موڑتے ہوئے)۔ مخلوق کو شریک بنانا چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مان، وہی تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے، تمام چیزیں اسی کے دست قدرت میں ہیں، اس کے غیر سے طلب کرنے والے! تو بے عقل ہے، کوئی چیز ایسی بھی ہے جو اس کے خزانوں میں نہیں ہے (اس کا فرمان ہے): وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ (ہر شے کے خزانے میرے پاس ہیں)۔[۳۵]

اپنے پروردگار کو پہچانو:

اے مسلمانو! خالق کو پہچانو اور اس کے حضور ادب سے رہو، اور جب تک تمھارے دل اس کی ذات سے دور رہیں تم بے ادب بنے رہو گے۔ تو جب تمھارے دل اس کے نزدیک ہوجائیں گے تو تم باادب ہو جاؤ گے۔[۳۶]

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچانو اور اس سے ناواقف نہ رہو اور اس کی اطاعت کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ اس کے ساتھ موافقت کرو اور اس کی مخالفت نہ کرو اور اس کی قضا اور حکم پر راضی رہو اور اس سے مخاصمت نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی صنعت کی وجہ سے پہچانو کہ وہ پیدا کرنے والا ہے، وہ اوّل ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، وہی قدیم، ازلی اور ابدی ہے، جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو کچھ کرے اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں، مخلوق ہی سے پوچھا جائے گا۔[۳۷]

حقیقی بندگی اور سچی غلامی:

اے اللہ کے بندے! اللہ کی بندگی کہاں ہے۔ تو حقیقی بندگی اور سچی غلامی اختیار کر، اور اپنی تمام ضروریات میں صرف خدا کو کافی سمجھ۔ تو اپنے مالک سے بھاگا ہوا غلام ہے اسی کی طرف واپس جا۔ اور اسی کے حضور اپنا سر جھکا اور پست ہو جا۔ اس کے حکم کی بجا آوری کر اور اس کے منع کیے ہوئے کاموں سے باز آ جا، قضا و قدر پر صبر اور موافقت کر اور تواضع اختیار کر۔ جب تو ان باتوں میں کمال حاصل کر لے گا تب تیری بندگی اور غلامی اپنے آقا کے لیے مکمل ہو جائے گی۔ اور وہ تیری تمام ضروریات کا خود ضامن ہو گا اس لیے کہ اس کا فرمان ہے:

اَلَیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبدَہ (کیا اللہ اپنے بندے کی کفایت کرنے والا نہیں)

جب تیری غلامی اللہ کے لیے صحیح ہو جائے گی تو وہ تجھے اپنا محبوب بنا لے گا اور اپنی محبت تیرے دل میں مضبوط کر دے گا۔[۳۸]

مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں محوِ استراحت ہوتیں اور قلب مبارک بیدار ہوتا، اور آپ جس طرح آگے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے دیکھتے، ہر شخص کی بیداری اس کے حال کے مطابق ہے۔ کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ہی کوئی آپ کی خصوصیات میں شریک ہو سکتا ہے، ہاں! آپ کی امت کے ابدال، اولیا آپ کے بچے ہوئے کھانے اور پانی کو تناول کرتے ہیں۔ انھیں آپ کے مقامات کے دریاؤں میں سے ایک قطرہ اور آپ کی کرامات کے پہاڑوں میں

سے ایک ذرہ دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ آپ کے مقتدی ہیں، آپ کے دین پر عمل پیرا ہیں، آپ کے دین کی خدمت اور رہنمائی کرتے ہیں، اور آپ کے دین و شریعت کے علم کی اشاعت کرتے ہیں۔

کتاب وسنت کے پروں کے ساتھ بارگاہِ الٰہی کی طرف پرواز کر، اور دربار الٰہی میں اس طرح حاضر ہو کہ تیرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہو، حضور کو اللہ تعالیٰ کا وزیر اور اپنا معلم بنا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تجھے زیب و زینت دے کر بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں گے، آپ روحوں میں حکم فرمانے والے مریدین کے مربی، مقام محبوبیت پر فائز ہونے والوں کے سردار، اولیا کے امام، اور ان کے درمیان احوال و مقامات تقسیم کرنے والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کارِ تقسیم آپ کے سپرد کر دیا ہے، آپ کو سب کا امیر بنا دیا ہے، دستور یہی ہے کہ جب بادشاہ کی طرف سے لشکر کو خلعتیں دی جاتی ہیں تو انھیں امیر ہی تقسیم کرتا ہے۔ [۳۹]

کتاب وسنت کی پیروی پر زور:

تم شریعت کی پیروی کرو، اسی پر ثابت قدم رہو، اور بدعت سے بچو۔ سلف صالحین کے طریقوں کو اختیار کرو، اور سیدھی راہ پر چلو کہ جس میں نہ تشبیہ ہو اور نہ تعطیل۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اپنا کر بلا تکلف، بلا تصنع، بلا تشدد، بلا دریدہ ذہنی اور بغیر تامل کے اس کی پیروی کرو۔ اس سے تمہیں وہ وسعت مل جائے گی جو کہ تم سے پہلے کے لوگوں کو ملی تھی۔

تجھ پر افسوس ہے کہ تو قرآن مجید حفظ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ کو حفظ کرتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا۔ تو کیا کر رہا ہے۔ [۴۰]

جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا، ایک ہاتھ میں آپ کی شریعت اور دوسرے ہاتھ میں قرآن پاک نہیں تھامتا، اس کی رسائی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک نہیں ہو سکتی، وہ تباہ و برباد ہو جائے گا، گمراہی اور ضلالت اس کا مقدر ہو گی، یہ دونوں بارگاہ الٰہی تک تیرے رہنما ہیں۔ قرآن پاک تمھیں دربار خداوندی تک اور حدیث پاک بارگاہِ مصطفیٰ تک پہنچائے گی۔ [۴۱]

دینِ مصطفیٰ کی خدمت:

دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دیواریں گر رہی ہیں، بنیاد بکھر رہی ہے، اے زمین پر بسنے والو! آؤ جو منہدم ہو چکا ہے اسے مضبوط کریں اور جو گر چکا ہے اسے بحال کریں۔[۴۲]

فرائض اور نوافل کی ترتیب:

مومن کو چاہیے کہ پہلے فرائض ادا کرے، جب ان سے فارغ ہو جائے تو سنتیں ادا کرے، پھر نوافل اور فضائل میں مصروف ہو، فرائض سے فارغ ہوئے بغیر سنتوں کا ادا کرنا نادانی اور سرکشی ہے، فرائض کے ادا کرنے سے پہلے سنتوں اور نفلوں میں مصروف ہوا تو وہ مقبول نہ ہوں گے، بلکہ وہ ذلیل کیا جائے گا۔[۴۳]

صحابۂ کرام کی عظمت:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سچے تھے اس لیے تمام مال سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کر دیا، آپ کے وصف کے ساتھ موصوف اور فقر میں آپ کے شریک ہو گئے، یہاں تک کہ عبا پہن لی اور آپ کے ساتھ ظاہراً اور باطناً، سرّاً اور علانیۃً موافقت اختیار کر لی۔[۴۴]

صحابۂ کرام کے ورع و تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ستر قسم کے مباح اس خوف سے ترک کر دیتے ہیں کہ کہیں گناہ میں واقع نہ ہو جائیں، اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حلال کے دس حصوں میں سے نو حصوں کو اس لیے چھوڑ دیتے تھے کہ کہیں حرام میں واقع نہ ہو جائیں۔ انھوں نے اس احتیاط کے پیشِ نظر ایسا کیا کہ حرام کا ارتکاب تو دور کی بات ہے اس کے قریب سے بھی گزر نہ ہو۔[۴۵]

خاصانِ خدا کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین:

تیرا باطن اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کے نزدیک ظاہر ہے اور جب ان خاصانِ خدا میں سے کوئی تیرے ہاتھ لگ جائے تو ادب سے ان کے سامنے کھڑا رہ اور توبہ کر۔ اور ان سے ملاقات کرنے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کر، اور ان کے

سامنے اپنے آپ کو کم تر سمجھ اور عاجزی اختیار کر۔ جب تو صالحین اور خاصان خدا کے لیے عاجزی اختیار کرے گا تو تو اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرنے والا ٹھہرے گا اور جو شخص عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرماتا ہے۔ [۶۲]

دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ:

جب میں نے دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال دی تو مجھے یہ کمال حاصل ہوا۔ جب دنیا کی محبت تیرے دل میں موجود ہے تو تیری توحید کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ کیا تو نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا:

حُبُّ الدُّنیا رأسُ کُلِّ خَطِیئۃٍ (دنیا کی محبت ہر غلطی اور برائی کی جڑ ہے) [۶۳]

اب آخر اس اعتراف قصور کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں:

جمال یار کی رعنائیاں ادا نہ ہوئیں
ہزار کام لیا ہم نے خوش بیانی سے

حوالہ جات:

۱- حضرت غوث اعظم جس وقت ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لے گئے اس وقت بغداد علمی، تمدنی، تجارتی اور مالی ترقی کے نقطۂ عروج پر تھا، یہ دنیا کا سب سے بڑا شہر تھا، اس وقت اس کی آبادی دو ملین (یعنی بیس لاکھ) افراد پر مشتمل تھی۔ (دیکھئے الشیخ عبدالقادر الجیلانی، از ڈاکٹر عبدالرزاق گیلانی، ص-۱۰۱، ۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر گجرات)

۲- مُخَرّمی: (میم پر پیش، خا پر زبر، رائے مشدد پر زبر، اور آخر میں یا) یہ بغداد کے ایک محلّہ "مخرم" کی جانب منسوب ہے۔ (قلائد الجواہر، ص-۵) اس محلّہ میں بنی بویہ کے عالی شان محلات تھے۔ بعض لوگ مخرمی کی بجائے "مخزومی" کہتے ہیں۔ (دیکھئے الشیخ عبدالقادر جیلانی، ص-۱۱۸، از ڈاکٹر عبدالرزاق گیلانی، مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر گجرات)

۳- ذوالبیانین: (دو بیانوں والے) چوں کہ آپ کی اصل زبان فارسی تھی اور عربی پر بھی بھرپور دسترس تھی اور دونوں زبانوں میں آپ تقریر کر لیتے تھے

اس لیے آپ کو ''ذوالبیانین'' کہا گیا۔ کریم الجدین والطرفین : (شریف دادا و نانا اور ماں اور باپ والے) کیوں کہ آپ دادیہال کے اعتبار سے حسنی سید اور نانیہال کے اعتبار سے حسینی سید تھے۔ صاحب البرھانین: (دونوں دلیلوں والے) آپ کے پاس اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے ظاہری دلیل کے ساتھ روحانی اور باطنی قوت بھی تھی۔ امام الفریقین والطرفین: (دو فریقوں اور طریقوں کے امام) اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اہل شریعت اور اہل طریقت دونوں کے امام تھے ، علمائے کرام اور صوفیۂ عظام متفقہ طور پر آپ کو اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے تھے۔ یا یہ مراد ہے کہ آپ حنابلہ اور شافعیہ دونوں کے امام اور پیشوا تھے۔ کیوں کہ آپ دونوں فریقوں کو فتویٰ دیتے تھے۔ ذوالسِّراجَین والمنھاجَین: (دو چراغوں اور طریقوں والے)اس سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ کے ہاتھ میں شریعت و طریقت دونوں کے چراغ تھے۔ آپ جس طرح اہل شریعت کی رہنمائی فرماتے تھے اسی طرح اہل طریقت کی بھی۔

۴- الادب والنصوص فی العصرین : الجاھل وصدر الاسلام ، للدکتور محمد محمد خلیفة ،الأزھر الشریف، القاھرہ ،ص ۶۷، (مطبوعہ ۱۴۲۵ھ-۱۴۲۶ھ/۲۰۰۴ء-۲۰۰۵ء)

۵- عربی ادب کی تاریخ ، ڈاکٹر عبدالحلیم ، مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ، نئی دہلی ، ج -۱، ص -۸۶

۶- الف: تاریخ الأدب العربی ، أحمد حسن الزیات ، دارالمعرفة ، بیروت ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء ، ص ۱۹-۲۰

ب: عربی ادب کی تاریخ ، ڈاکٹر عبدالحلیم ، ج -۱، ص ۸۷-۹۱، ملخصاً

۷- الف: تاریخ الادب العربی ، احمد حسن زیات ، مطبوعہ دارالمعرفة بیروت (۱۴۱۳ھ/۱۹۱۳ء)، ص -۱۲۸

ب: تاریخ الادب العربی ، ڈاکٹر عمر فرّوخ ، مطبوعہ دارالعلم ، بیروت (۱۹۹۲ء)، ج -۱، ص ۲۵۵-۲۵۶

ج: عربی ادب کی تاریخ، ڈاکٹر عبدالحلیم، مطبوعہ قومی کونسل، نئی دہلی (۱۹۹۸ء)
ج-۲، ص-۶۷

۸- عربی ادب کی تاریخ، ج-۲، ص-۶۸
۹- تاریخ الادب العربی، از احمد حسن زیات، دار المعرفۃ، بیروت، ص-۱۳۷
۱۰- ایضاً ص-۱۵۳
۱۱- مصدر سابق ص-۱۵۸
۱۲- الشیخ عبدالقادر الجیلانی الامام الزاھد القدوۃ، للدکتور عبدالرزاق الکیلانی، مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا، پوربندر گجرات، ص-۱۰۱
۱۳- شاہ جیلاں از علامہ عبدالنبی کوکب، مطبوعہ رضا اکیڈمی لاہور، ص-۶۸، ۶۹
۱۴- الشیخ عبدالقادر الجیلانی، از ڈاکٹر عبدالرزاق الکیلانی ص-۱۱۹
۱۵- کتاب الذیل علی طبقات الحنابلۃ، نمبر ۱۳۴
۱۶- بہجۃ الاسرار (مترجم) ص ۲۶۵، مکتبہ جام نور، دہلی
۱۷- زبدۃ الآثار ص-۵۶، بک سیلنگ کمپنی، بمبئی
۱۸- قلائد الجواہر (مترجم) ص-۴۶، ۴۷
۱۹- بہجۃ الاسرار (مترجم) ص ۲۷۹-۲۸۰
۲۰- اخبار الاخیار فارسی ص-۱۲
۲۱- سیر أعلام النبلا للذھبی، ج-۱۵ ص-۱۸۷، دار الفکر بیروت (۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)
۲۲- المنتظم، ج-۱۰، ص-۸ ۴۷، دار الفکر، بیروت
۲۳- اخبار الاخیار (مترجم) ص-۳۸
۲۴- مصدر سابق ص-۵۰
۲۵- زبدۃ الآثار ص-۵۸
۲۶- اخبار الاخیار (مترجم) ص-۳۹
۲۷- بہجۃ الاسرار (مترجم) ص-۲۸۱
۲۸- قلائد الجواہر ص-۱۳۷، ۱۳۸
۲۹- مصدر سابق ص-۱۲۳

۳۰- مقدمہ فیوض غوث یزدانی، از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، ص ۴۱، اسلامک پبلشر، دہلی

۳۱- بہجۃ الاسرار (مترجم)، ص ۲۷۰-۲۷۱، مکتبہ جام نور، دہلی

۳۲- قلائدالجواہر (مترجم)، ص ۱۴۸-۱۵۰، مطبوعہ اسپریچول پبلی کیشنز، نئی دہلی

۳۳- الفتح الربانی، المجلس الثامن، ص: ۴۳، ۴۴، دارالالباب، بیروت

۳۴- الفتح الربانی، المجلس السادس والاربعون، ص- ۱۹۰، ۱۹۱، دارالالباب، بیروت

۳۵- الفتح الربانی، ص- ۱۰، المجلس الاول

۳۶- مصدر سابق، ص- ۴۸، المجلس العاشرہ

۳۷- مصدر سابق، ص ۵۳، المجلس الحادی عشر

۳۸- مصدر سابق، ص- ۳۲، المجلس الخامس

۳۹- مصدر سابق، ص- ۱۸۹، المجلس الخامس والاربعون

۴۰- مصدر سابق، ص- ۴۷، المجلس العاشر

۴۱- مصدر سابق، ص- ۹۱

۴۲- مصدر سابق، ص- ۳۰۱

۴۳- فتوح الغیب (مترجم)، ص- ۱۲۰، مقالہ ۴۸، مطبوعہ اسپریچول پبلی کیشنز، نئی دہلی

۴۴- الفتح الربانی، ص- ۹۰

۴۵- فتوح الغیب (مترجم)، ص ۹۴، مقالہ ۳۵

۴۶- الفتح الربانی، ص ۴۹، المجلس العاشر

۴۷- مصدر سابق، ص ۱۸۱، المجلس الثالث والاربعون

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اصلاحی خدمات

مفتی اختر حسین قادری، دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، یوپی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

برصغیر کا عظیم قادری میخانہ مارہرہ مطہرہ اسلامیان ہند و پاک کے لیے رب کائنات کی بہت [illegible] قادری جرعہ خواروں کے لیے دل کا سکون و چین ہے۔

میے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میری سرکاروں کے

اسی آستانہ عالیہ کے آقاؤں کے حکم پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصلاحی خدمات کے حوالے سے چند صفحات حاضر ہیں۔

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف
گر قبول افتد زہے عزوشرف

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس عہد میں آنکھیں کھولیں وہ عالم اسلام کے ادبار و انحطاط اور افتراق و انتشار کا عہد تھا۔ بدعملی و بدکرداری، اخلاقی زوال، قتل و غارتگری اور ظلم ستم کا ہر سو دور دورہ تھا۔ رعایا سے لے کر امرا و سلاطین تک سوز و ساز اور چنگ و رباب کے رسیا ہو چکے تھے۔

چنانچہ مشہور عالم دین اور ادیب و مترجم علامہ شمس بریلوی نے اس وقت کے مذہبی و سیاسی حالات کا تذکرہ یوں قلمبند فرمایا ہے:

”پانچویں چھٹی صدی ہجری کی وہ تباہ کاریاں و بربادیاں جنھوں نے عرب، عراق، شام اور مصر کو تہ و بالا کر دیا تھا۔ عالم اسلام میں قیامت صغرا برپا تھی۔ امن و امان رخصت ہو چکا تھا۔ ہر طرف افراتفری کا عالم تھا۔ خاص طور پر چھٹی صدی ہجری ایک بہت ہی پرآشوب اور پرفتن صدی گزری ہے۔ تمام عالم اسلام سیاسی انتشار کی زد میں تھا۔

بڑے بڑے فکری و علمی بحران آئے اور اچھے اچھوں کے پیر اکھڑ گئے۔ بغداد جس کو کبھی عالم اسلام میں مرکزیت کا شرف حاصل تھا اس کی مرکزیت رو بہ زوال تھی۔ سیاسی انتشار اور اقتدار کی کشمکش نے طوائف الملوکی کی صورت اختیار کر لی اور اس طوائف الملوکی نے اسلام کی عظیم سلطنت کے حصے بخرے کر دیئے۔'' (غنیۃ الطالبین اردو۔ مقدمہ، ص۔۲۲)

اللہ جل مجدہ نے ایسی تاریک فضا، پر آشوب ماحول اور عالم بلاخیز میں انحطاط و تنزل میں پھنسی قوم کو عروج و ارتقاء کی منزل عطا کرنے، انتشار بکف ملت کی زلف برہم سنوارنے، اخلاقی و مذہبی پستی سے نکال کر عظمت و رفعت اور علم و عمل کے بلند مینار پر پہنچانے، ایمان و یقین کی بہار لانے اور دین حنیف میں نئی زندگی اور تر و تازگی پیدا کرنے کے لیے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منصہ شہود پر جلوہ گر فرما کر مردہ دل انسانیت اور زوال پذیر ملت کو حیات نو بخشنے کا سامان فراہم فرما دیا۔ چنانچہ آپ کی ذات ستودہ صفات نے اپنے کردار و عمل، گفتار و کردار اور مواعظ و نصائح سے عالم اسلام کے اس تاریک دور کی اصلاح و فلاح کے لیے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اور دین متین کو جس آسمان عروج پر پہنچایا تاریخ کا ورق ورق اس کی شہادت دے رہا ہے۔ بطور نمونہ چند امور سپرد قرطاس کیے جا رہے ہیں۔

مختلف فیہ امور میں تشدد کرنے والوں کو تنبیہ:

فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے چاروں فقہی مسالک حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی حق و صداقت اور جادۂ مستقیم پر ہیں۔ جو ان سے منحرف ہوا وہ گمراہ بد دین ہے۔ چنانچہ علامہ طحطاوی قدس سرہ رقم طراز ہیں:

''وھذہ الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعة وھم الحنفیون و المالکیون و الشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالیٰ ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعة فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعة والنار (الطحطاوی علی الدر۔۴/۱۵۳)

مگر نیرنگیٔ زمانہ اور شومیٔ قسمت سے بعد کے دور میں ان ائمہ اربعہ کے کچھ مقلدین علماء کرام کی وجہ سے آپس میں دست بہ گریباں ہونے کا جو ماحول پیدا ہو گیا تھا

اور معمولی معمولی امر میں بھی جنگ و جدال کا جو بازار گرم ہو جاتا تھا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رویہ پر لوگوں کی سرزنش فرمائی اور راہ اعتدال اپنانے کی تلقین کی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''جن امور میں علما اور فقہا کا اختلاف ہے اور اجتہاد کی گنجائش ہو ان کا رویا انکار بھی جائز نہیں۔ جیسے امام ابو حنیفہ کے مقلد کا تہبند پہننا اور بغیر ولی کے عورت سے نکاح کرنا جیسا کہ حنیفہ کا مشہور مسلک ہے تو امام احمد اور امام شافعی کے مقلد کے لیے اس کے خلاف آواز اٹھانا جائز نہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ کسی فقیہہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنے مذہب پر ابھارے اور اس سلسلہ میں ان پر سختی کرے۔ حقیقت میں مخالفت کی آواز صرف اسی صورت میں اٹھانا درست ہے جب اجماع (علماء) کے خلاف ہو رہا ہو۔'' (غنیۃ الطالبین۔ص ۱۲۷)

مکار اور بے علم صوفیوں کی اصلاح:

یہ حقیقت مثل آفتاب درخشندہ ہے کہ شریعت مطہرہ کی پیروی ہی دارین میں فلاح و بہبود کی ضامن، آخرت کی کامیابی کا مدار اور قرب خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی حدود شرعیہ سے تجاوز کرتا ہے تو اسے منزل ولایت پانا تو بہت دور، وہ کمال ایمان کا درجہ بھی نہیں پا سکتا ہے۔ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر حدود شریعت میں سے کسی میں خلل آ جائے تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے بیشک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے۔'' (طبقات اولیا۔ ۱/۱۴۱)

مگر بعض نام نہاد صوفی شریعت سے بیگانہ، احکام شرع کا تمسخر و استہزا کرنے، علم اور علماء دین کا مذاق اڑانے اور رشد و ہدایت کے نام پر بدعت و ضلالت اور گمراہی و جہالت پھیلانے میں سرگرم تھے۔ آپ نے ایسے صوفیوں کی سخت تنقید فرمائی اور کھلم کھلا ایسی جماعت متصوفہ کی مذمت کی۔ چنانچہ اپنی ایک پاکیزہ مجلس میں ان نام نہاد صوفیوں پر یوں برق باری فرماتے ہیں:

''اے منافقو! اے آخرت کو دنیا کے عوض بیچنے والو! اے حق کو مخلوق کے عوض اور باقی کو فانی کے عوض بیچنے والو! تمہارے کاروبار تجارت میں ٹوٹا ہے اور تمہارا اصل

مال بھی غارت ہو گیا تم پر افسوس کہ تم اللہ کے غضب وغصہ کا خود کو نشانہ بنانے والے ہو کیونکہ جو ایسی چیز سے اپنا بناؤ سنگھار کرتا ہے جو اس میں نہیں ہوتی اسی پر اللہ تعالیٰ غصہ فرماتا ہے۔ تو مکاری نہ کر۔ اپنے ظاہر کو آداب شریعت سے اور اپنے باطن کو اس میں مخلوق کے نکال دینے سے آراستہ کر۔ (ارشادات غوث اعظم۔ ص ۲۴۴)

اے غلام! تیرا نفاق، تیری فصاحت و بلاغت اور چہرہ کے زار بنا لینے اور تیرے پیوند گانٹھ لینے اور مونڈھوں کے سکیڑ لینے اور رونے رلانے سے خدا کی بارگاہ سے تیرے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ یہ تمام باتیں تیرے نفس شیطانی اور مخلوق کو شریک خدا سمجھنے اور ان سے دنیا طلبی کے سبب سے پیدا ہو گئی ہیں۔ ذرا سوچ'' (ایضاً۔ ص ۲۰۸)

ایک بزم عالی میں آپ نے ایسے لوگوں کی یوں اصلاح فرمائی:

اے خانقاہوں میں اور گوشوں میں بیٹھنے والو! آؤ میرے کلام وعظ میں سے اگر چہ ایک ہی حرف کا ہو مزہ چکھ جاؤ۔ تم میری صحبت میں ایک دن یا ہفتہ بھر رہو تا کہ تم اپنے نفع کی باتیں مجھ سے سیکھ لو۔ تم پر افسوس تم میں سے اکثر تو سراپا ہوس ہی ہوس ہو۔ تم اپنی خانقاہوں میں بیٹھ کر مخلوق کی پوجا کرتے رہتے ہو۔ یہ امر محض خلوتوں میں بیٹھنے سے جہالت کے باوجود حاصل نہیں ہو سکتا ہے جہالت چھوڑ دو۔ (ایضاً، ص ۲۱۰)

علما وزہاد کی اصلاح کا چشم کشا اسلوب:

ہر دور میں ایسے علمائے سوء کا وجود رہا ہے جو امراء وسلاطین کی تملق و چاپلوسی اور خوشامد سے اپنی دنیا آباد اور آخرت برباد کرتے رہے ہیں۔ برصغیر میں ابوالفضل اور فیضی اور ننگ خاندان محمد اسمٰعیل دہلوی، محمد قاسم نانوتوی وغیرہ کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے جن کی بدولت ملت اسلامیہ نا معلوم کتنے فتنے میں مبتلا ہو گئی۔ کچھ ایسے ہی علماء حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں تھے۔ آپ نے ان کو مخاطب فرما کر بے خوف لومۃ لائم ان کی اصلاح یوں فرمائی:

''اے عالمو! اے زاہدو! تم کب تک بادشاہوں اور حاکموں کے لیے نفاق برتتے رہو گے تا کہ تم ان سے دنیا کا مال وزر، شہوات ولذات حاصل کرتے رہو۔ تم اور اکثر شاہان وقت اللہ کے مال اور اس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن ہو۔

اے اللہ منافقوں کی شوکت توڑ دے اور ان کو ذلیل فرما، ان کو توبہ کی توفیق دے اور ظالموں کا قلع قمع فرما۔ زمین کو ان سے پاک کر دے یا ان کی اصلاح فرما۔ آمین" (غنیۃ الطالبین، مقدمہ۔ص ۴۱)

سلاطین وقت کی اصلاح کا طریقہ:

سلطنت و اقتدار کی حرص و ہوس بے شمار مفاسد و منکرات کے ساتھ ساتھ ظلم و ستم اور جبر و تشدد بھی لاتی ہے۔ جب امرا و سلاطین ہوس اقتدار کا شکار ہوتے ہیں تو اس کے لیے ظلم و تعدی کی تمام حدود توڑ کر اپنی ناکام منزل تک پہنچنا ان کے نزدیک عین انصاف بن جاتا ہے۔ چنانچہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں بھی ایسے سلاطین اور خلفاء موجود تھے جن کے دست ظلم و بربریت سے ملت طمانچے کھا رہی تھی اور ان کے جور و استبداد کا نشانہ بنی ہوئی تھی مگر آپ کسی کی شان و شوکت جاہ و حشمت رعب و دبدبہ اور سطوت و حکومت سے کبھی مرعوب نہ ہوئے اور بے خوف و خطر ایسے ظالم حکمرانوں کو ظلم و ستم سے روکا اور ان کی اصلاح فرمائی۔ اس حوالے سے علامہ شطنوفی قدس سرہ نے متعدد واقعات بیان کیے ہیں۔ یہاں ایک واقعہ جو بڑا ہی نصیحت آمیز اور عبرت خیز ہے درج کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"غوث پاک کی خدمت میں بادشاہ مستنجد باللہ ابوالمظفر یوسف حاضر ہوا۔ اس نے آپ کو سلام کیا اور نصیحت چاہی۔ آپ کے سامنے دس تھیلیاں رکھ دیں جن کو دس غلاموں نے اٹھا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے ان کی حاجت نہیں اور قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس نے بڑی عاجزی کی تب آپ نے ایک تھیلی تو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑی اور دوسری بائیں ہاتھ میں اور دونوں کو ہاتھ سے نچوڑا تو وہ خون ہو کر بہہ گئیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوالمظفر کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کہ لوگوں کا خون پیتے ہو اور میرے سامنے لاتے ہو۔ وہ بیہوش ہو گیا۔ (بہجۃ الاسرار شریف۔اردو، ص ۱۸۷)

ایک مرتبہ بادشاہ وقت خلیفہ المقتفی لامر اللہ نے قاضی ابوالوفا یحییٰ بن سعید بن یحییٰ بن مظفر کو قاضی بغداد مقرر کر دیا۔ یہ شخص اپنی دراز دستی، ظلم و ستم رانی کی بدولت ابن الرحم الظالم کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ لوگوں نے حضرت قدس سرہ سے خلیفہ کی اس

عوام دشمنی کی شکایت کی تو آپ نے بر سرِ منبر خلیفہ کو جو آپ کی مجلس میں موجود تھا اس طرح پھٹکارا، تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنا دیا ہے جو اظلم الظالمین ہے۔ کل قیامت کے دن اس رب العالمین کو جو ارحم الراحمین ہے کیا جواب دو گے۔ یہ سن کر خلیفہ لرزہ براندام ہو گیا اور اس پر خشیت الٰہی سے لرزہ طاری ہو گیا۔ اس نے اسی وقت قاضی مذکورہ کو قضا کے عہدہ سے معزول کر دیا۔" (غنیۃ الطالبین۔ ص ١٦)

ظالموں کو قیامت کی ہولناکیاں بتا کر انھیں ظلم سے باز رہنے کے لیے ایک عموی خطاب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اے قوم! قیامت کے دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ اس دن قدم لغزش میں آجائیں گے۔ مسلمانوں میں سے ہر ایک اپنے ایمان و تقویٰ کے قدم پر کھڑا ہو گا۔ ثابت قدمی موافق اندازۂ ایمان کے ہو گی۔ اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا کہ کیوں اور کیسے ظلم کیا تھا۔" (ارشادات غوث اعظم ص ١٩٨)

اہل بغداد کو دل پذیر نصیحت:

بغداد معلیٰ جو کبھی علم وفن اور عظمت ووقار کا بلند مینار تھا، چھٹی دہائی میں اس کی عظمت کا بلند مینار بھی زمیں بوس ہو چکا تھا۔ طہارت و پاکیزگی اور شرافت و پرہیزگاری کے بجائے فسق و فجور، معصیت و نافرمانی، عیاشی و فحاشی اور بدکاری کا دور دورہ تھا۔ غرضیکہ بغداد کا پورا معاشرتی اور سماجی نظام ہلاکت کے بھنور میں پھنس چکا تھا۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغدادیوں کی عیش و عشرت میں ڈوبی ہوئی زندگی کو تباہی و بربادی کے طوفان سے نکال کر منزلِ مقصود تک پہنچانے اور ہر ممکن طریقہ سے ان کی اصلاح کی جدوجہد فرمائی۔ چنانچہ خصوصیت کے ساتھ اہل بغداد کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے بغداد کے رہنے والو! تمھارے اندر نفاق زیادہ اور اخلاص کم ہو گیا ہے۔ اقوال بلا اعمال بڑھ گئے ہیں اور عمل کے بغیر قول کسی کام کا نہیں۔ تمہارے اعمال کا بڑا حصہ جسم بے روح ہے کیونکہ روح اخلاص و توحید اور سنت رسول اللہ پر قائم ہے۔ غفلت مت کرو اپنی حالت کو پلٹو تاکہ تم کو راہ ملے۔ جاگ اٹھو اے سونے والو! اے غفلت شعار

وبیدلا ہو جاؤ اے سونے والو جاگ اٹھو۔ (غنیۃ الطالبین-مقدمہ، ص-۳۱)

ایک بزم پاک میں آپ نے اہل عراق کو یوں مخاطب فرمایا:

"اے اہل عراق تم علم وذکا کے مدعی ہو تم ذکا کا دعویٰ تو کرتے ہو حالانکہ تم پر یہ امر مخفی ہے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ تمہیں حق وباطل میں تمیز نہیں تمہارے جھٹلانے کا نقصان تمہیں پر لوٹنے والا ہے اور مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ خدا کا چاہنے والا، اس کی جنت کا چاہنے والا اس کی دوزخ سے خائف نہیں ہوتا بلکہ وہ تو صرف اسی کی ذات کو چاہتا ہے اور اس کی دوری سے ڈرتا ہے تو تو شیطان، نفس اور شہوات کا قیدی بنا ہوا ہے اور تو کچھ نہیں رکھتا تیرا قلب مقید ہے اور تجھے کچھ معلوم نہیں۔ (ارشادات غوث اعظم، ص ۲۸۱)

نوجوانان ملت کے نام آپ کا اصلاحی پیغام:

عہد شباب کو دیوانگی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انسان اس منزل میں آکر لذات و شہوات کی طرف زیادہ مائل ہو جاتا ہے اور فسق و فجور کا دلدادہ بن جاتا ہے۔ سرکار غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوجوانوں کے کردار وعمل کی درستگی کے پیش نظر بالخصوص ان کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"اے نوجوانو! تم توبہ کرو کیا تم اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتے کہ وہ بلا سے تمہاری آزمائش کرتا ہے تاکہ تم توبہ کرلو مگر تمہیں سمجھ نہیں آتی اور اس کے گناہوں پر اصرار کر رہے ہو۔ اس زمانے میں سوائے اکا دکا مخصوص آدمیوں کے جس کی بھی آزمائش بلا سے ہو رہی ہے، اس کے لیے آزمائش عذاب ہے نہ کہ نعمت۔ گناہوں کی سزا ہے نہ کہ درجوں میں اور کرامتوں کی زیادتی۔ (ایضا-ص ۲۶۰) اے قوم! تم بارگاہ خداوندی میں اپنے نفوس کے پیش کرنے اور ان کی جانچ پڑتال میں تاخیر نہ کرو۔ اس بارے میں اپنے نفوس پر قبل آخرت کے دنیا میں ہی جلدی کرلو۔ ارشاد نبوی ہے:

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں پر جنھوں نے دنیا میں پرہیزگاری کی ہے، حساب کرنے میں شرمائے گا، حساب نہ لے گا۔

تو تقویٰ اختیار کرو ورنہ کل تیرے گلے میں رسوائی کی رسی ہوگی۔ تو اپنے

تصرفات دنیوی میں تقویٰ کرو ورنہ تیری خواہشات دنیا و آخرت میں سراپا حسرتیں بن جائیں گی۔ (ارشادات غوث اعظم، ص-۲۵۲)

آپ کے ان مواعظ حسنہ، خطبات حکیمانہ کا یہ اثر ہوا کہ بغداد جو عیش وطرب کا گہوارہ اور رندی و سرمستی کا ٹھکانہ تھا، جہاں کے نوجوان رئیس زادے اور شرفاء آداب و شرافت اور سیادت بھلا چکے تھے، بہت جلد راہ راست پر آ گئے۔ ان کی سرمستیاں ماند پڑ گئیں، ہزاروں افراد نے آپ کے دست حق پر توبہ کی۔ صرف مسلمان ہی تائب نہیں ہوئے بلکہ صدہا یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بغداد کی آبادی کے بڑے حصے نے حضرت والا کے ہاتھ پر توبہ کی اور بکثرت یہود و نصاریٰ اور اہل ذمہ مسلمان ہوئے۔ (اخبار الاخیار مترجم ۳۸)

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا دفتر کرامت

مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

اس دنیا میں بہت سے اولیائے کرام جلوہ افروز ہوئے اور احکام خداوندی کی تبلیغ کر کے بامراد رخصت ہوئے۔ لیکن خاصان خدا اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کشف و کرامات اور مجاہدات و تصرفات کے لحاظ سے حضرت محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی المولیٰ عنہ کو جماعت اولیا میں امتیازی شان حاصل ہے۔ محبوبان خدا نے آپ کے ظہور کی بشارتیں دیں، علمائے ذوی الاحترام نے آپ کے درجات عالیہ اور کشف و کرامات کے سلسلہ میں اتنی کتابیں لکھیں کہ شاید ہی دوسروں کے تعلق سے اتنا کچھ لکھا گیا ہو۔

حضرت امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ کی کرامات حد تواتر سے ملتی ہیں، جتنی کرامات آپ سے وارد ہوتی ہیں اس قدر کسی دوسرے سے رونما نہیں ہوئیں [1]

خاندانی شرافت و نجابت کے علاوہ عظمت علم و دانش اور کمال کشف و کرامات آپ کی یہ وہ خصوصیات ہیں جو کم اولیا کو حاصل ہیں۔ بہت سے خاصان خدا اپنے اپنے وقت میں چمکے اور چمک کر ڈوب گئے لیکن حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی وفات کو آٹھ صدیاں گذر گئیں پھر بھی ان کی شہرت میں کمی نہیں آئی بلکہ آپ کی ولایت و کرامت کا چرچا روز افزوں ہوتا رہا...... امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے
افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا

اس تحریر کا موضوع ''حضرت غوث اعظم کا دفتر کرامت'' ہے اس لیے مناسب ہے کہ سر دست کرامت کا تعارف پیش کر دیا جائے تا کہ موضوع پر بھرپور روشنی پڑ سکے۔

حضرت غوث پاک رضی المولیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:
ولی کی کرامت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے قانون پر استقامت فعل ہے۔
ولایت کے سر کی باتیں کرنا نقص ہے اور اس کی نسیم کی گھات میں لگے رہنا کرامت ہے۔
مزید فرماتے ہیں: کرامت اس کا نام ہے کہ کسی ولی کے دل پر خدا کے نور کے عکس کا اثر نور کلی کی روشنی کے چشمہ سے فیض الٰہی کے واسطہ سے پڑے اور یہ امر ولی پر اس کے اختیار کے بغیر ہی ہوتا ہے، اولیاء اللہ کے ارشادات حقیقی اطلاعوں، نوری ارواح، قدسی اسرار، روحانی انفاس، پاکیزہ مشاہدات کے ساتھ خاص ہوتے ہیں [2]
کرامت کا اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ محبوبان خدا سے کوئی ایسے تعجب خیز اور خلاف عادت چیز صادر ہو جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی۔ خلاف عادات ظاہر ہونے والی چیزوں کی مختلف صورتیں ہیں، یہاں پر ان صورتوں کا ذکر بھی ضروری ہے تا کہ کرامت کا صحیح مطلب نکھر کر سامنے آ جائے۔ یہ کل آٹھ صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) ارہاص: وہ خلاف عادت چیز جو کسی نبی سے قبل بعثت ظاہر ہو، جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کے وقت رونما ہونے والے خلاف عادات امور، مثلاً نوشیرواں کے محل میں زبردست زلزلہ آنا اور چودہ کنگروں کا گر جانا، ہزار برس سے مسلسل جلنے والے آتش کدۂ فارس کا دفعتاً سرد پڑ جانا، بحیرۂ ساوہ کا خشک ہو جانا وغیرہ۔

(۲) معجزہ: وہ خلاف عادت چیز جو کسی نبی کے ہاتھوں بعد بعثت ظہور میں آئے۔ جیسے درختوں کا سجدہ کرتے ہوئے سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہو جانا، مقام صہبا میں ایک انگلی کے اشارہ سے ڈوبے ہوئے سورج کا پلٹ آنا، وغیرہ۔

(۳) کرامت: وہ خلاف عادت چیز جو کسی ولی سے رونما ہو۔

(۴) معونت: وہ خلاف عادت چیز جو کسی عام مومن صالح سے ظہور میں آئے۔

(۵) استدراج: وہ خلاف عادت چیز جو کسی مومن فاسق سے ظاہر ہو۔

(۶) سحر: وہ خلاف عادت چیز جو کافر یا فاسق سے رونما ہو اور اس میں تعلیم و تعلم اور سیکھنے سکھانے کا عمل دخل ہو۔

(۷) ابتلا: وہ خلاف عادت کام جو کسی کافر کے ہاتھوں رونما ہو اور اس میں سیکھنے

سکھانے کا دخل نہ ہو اور وہ اس کے مقصد کے مطابق ہو، جیسے دجال اکبر سے عالم وجود میں آنے والے امور و افعال۔

(۸) اہانت: وہ خلافت عادت کام جو کسی کافر کے ہاتھوں بلا تعلیم و تعلم ظاہر ہو اور اس کے مقصد کے خلاف ہو، جیسے مسیلمہ کذاب سے رونما ہونے والا خلافت عادت واقعہ کہ اس نے ایک بھینگے کی آنکھ صحیح ہونے کی دعا کی تو ان کی دوسری آنکھ بھی بھینگی ہو گئی۔ ۳

سطور بالا کی روشنی میں یہ بات ظاہر ہوئی کہ ہر خلاف عادت امور کا ظہور کرامت نہیں، بلکہ کرامت اس خلاف عادت چیز کو کہیں گے جو محبوبان خدا کے ہاتھوں ظہور پذیر ہو۔ اولیاے کرام کی کرامتیں برحق ہیں اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے۔ معتزلہ انکار کرتے ہیں، اس کے برخلاف عوام کا حال یہ ہے کہ کرامت ہی ان کے نزدیک معیار ولایت ہے، حالانکہ کرامت پروردگار عالم کا وہ عطیہ ہے جو اپنے محبوب بندوں کو وہ اتباع شریعت، تزکیۂ نفس اور دینی خدمات کے صلے میں عنایت فرماتا ہے۔

امام اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معجزات انبیائے کرام کی صداقت کے دلائل ہیں، جب کہ دلیل نبوت غیر نبی میں نہیں پائی جاتی، امام اسفرائینی نے مزید فرمایا کہ اولیائے کرام سے کرامات صادر ہوتی ہیں جو قبولیت دعا سے مشابہت رکھتی ہیں لیکن وہ انبیا کے معجزات کے جنس سے نہیں ہوتیں ۴

امام ابوبکر بن فورک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معجزات صداقت کی نشانیاں ہیں۔ اس سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ خلافت عادت چیز پیش کرنے والا اگر نبوت کا دعوی کرے تو یہ امر خارق معجزہ ہوگا، جو اس کے دعویٰ نبوت کی صداقت کی دلیل ہوگا اور اگر صاحب خارق عادت ولایت کا اشارہ اور دعوی کرے تو یہ فعل خارق اس کے حال کی سچائی پر گواہ ہوگا، اس صورت میں ہم اس کو کرامت کہیں گے اور وہ معجزہ نہیں کہلائے گا اگر چہ بہ ظاہر معجزات ہی کی صورت میں نظر آئے ۵

امام ابوبکر اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

معجزات نبیوں سے مختص ہیں جب کہ کرامات اولیائے کرام سے بھی ظاہر ہوتی ہیں اور انبیائے کرام سے بھی، کیوں کہ معجزہ کی ایک شرط تحدی یعنی نبوت کا دعویٰ اور چیلنج

ہوتی ہے۔ معجزہ بذات خود معجزہ نہیں ہوتا بلکہ بہت سے اوصاف مل کر اس کو معجزہ بناتے ہیں، اگر کوئی ایک شرط اس سے مفقود ہو جائے تو وہ خارق امر فعل معجزہ نہیں رہتا، چوں کہ ولی دعویٰ نبوت نہیں کرتا، لہٰذا اس سے صادر ہونے والا فعل خارق معجزہ نہیں ہوتا۔ امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی بات (قول اشعری) کے قائل ہیں اور اسی پر اعتماد و اعتقاد رکھتے ہیں، اس لحاظ سے معجزات کی ساری یا اکثر شرائط بجز ایک شرط کے (یعنی دعویٰ نبوت کے) کرامات اولیا میں پائی جاتی ہیں [1]

شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کے زندہ کرنے، مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینے کا جو عظیم و کریم مقام حاصل ہوا وہ سب اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھا، یوں ہی یہ مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوا جب انھوں نے پرندوں کو جمع کر کے مانوس کیا، پھر انھیں ذبح کر کے اور گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے باہم ملا دیا بعد ازاں ان اجزا کو مختلف پہاڑوں پر ڈال کر آواز دی تو وہ دوڑتے ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ سب اللہ کے اذن و عطا سے ہوا اور یہ قضیہ عقل سے بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو ایسے شرف سے نوازے اور اس کے ہاتھ پر ایسی کرامت ظاہر فرمائے، کیوں کہ ہر کرامت جو کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے اس کا شرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کی طرف لوٹتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ولی کو یہ مقام و مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور حدود شرعیہ کی پاسداری کے باعث حاصل ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں بعض علما کا اختلاف بھی ہے، کچھ کہتے ہیں کہ ولی کی کرامت دراصل نبی کا معجزہ ہوتی ہے، جب کہ بعض اس کا انکار کرتے ہیں، کچھ کا نقطۂ نگاہ یہ ہے کہ ولی کی کرامت مستقل ہوتی ہے، اس کا نبی کے معجزہ کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا۔ ہمارے سادات صوفیۂ کرام تو کسی صورت کرامات کی نفی نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ اپنی ذاتوں میں ان کرامات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور اپنے بھائیوں (اولیا) میں بھی ان کو ملاحظہ کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اہل کشف اور اہل ذوق ہوتے ہیں (مواقع النجوم و مطالع اہل الاسرار و العلوم لابن العربی) [2]

یہ ارشادات صوفیہ ان حضرات کے لیے بڑی اہمیت کے حامل ہیں جو کرامات

اولیا کے منکر ہیں اور معجزات و کرامات میں کچھ فرق نہیں کرتے، ان اقوال کی روشنی میں یہ بات منقح ہے کہ اگر خرق عادت چیز کے اظہار کے ساتھ دعویٰ نبوت پایا جائے تو معجزہ ہے اور یہی خرق عادت چیز اگر محبوبان خدا سے ظاہر ہو تو کرامت ہے، کرامت کی مزید وضاحت کے لیے اب ہم شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تحریر پیش کرتے ہیں، حضرت ابن عربی الفتوحات المکیہ میں فرماتے ہیں:

''کرامت حق تعالیٰ کی طرف سے ہے، یہ اس کے اسم مبارک ''اَلْبَـــرُّ'' کی برکات ہیں۔ اس لیے یہ ''ابرار'' کے حصے میں پورے جمال کے ساتھ جلوہ ریز ہوتی ہے۔ اس لیے کہ مناسبت اس بات کی متقاضی ہے کہ ''بِر'' کے احسانات ابرار تک پہنچیں، اگر چہ انھیں خود کرامت کی طلب نہ ہو۔ کرامت کی دو قسمیں ہیں ایک حِسّی دوسری معنوی۔ عوام صرف حسی ہی کو کرامت جانتے ہیں جیسے دل کی باتوں پر مطلع ہونا، ماضی، حال اور استقبال کی اطلاع دینا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، زمین کا لپٹ جانا، نظروں سے اوجھل ہو جانا، دعا کا فوراً قبول ہونا، عوام صرف انھیں طرح کی چیزوں کو کرامت سمجھتے ہیں۔

معنوی کرامات:

معنوی کرامتوں کو اللہ کے خاص بندے ہی سمجھ سکتے ہیں، عوام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی۔ معنوی کرامات یہ ہیں۔ آداب شریعت اس بندۂ حق کے لیے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ مکارم اخلاق کو سامنے لانے کی اسے توفیق ملتی ہے۔ بداخلاقی سے اجتناب کرتا ہے۔ واجبات کی مطلقاً ان کے اوقات میں ادائیگی پر محافظت کرتا ہے۔ خیرات و حسنات کی طرف جلدی کرتا ہے۔ اس کا سینہ بغض و حسد، کینہ اور سوء ظن سے پاک ہوتا ہے۔ ہر صفت مذموم سے اس کا دل پاک ہوتا ہے۔ انفاس قدسیہ کے ساتھ اسے مراقبہ کرنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ وہ اپنی جان اور دیگر اشیا میں حقوق اللہ کی رعایت کو اپنا شعار بنالیتا ہے۔ وہ اپنے دل میں اپنے مولا کے آثار رحمت کو تلاش کرتا ہے۔ وہ سانسوں کے آتے جاتے پوری مراعات سے کام لیتا ہے۔ جب سانس آئے تو ادب سے اسے قبول کرتا ہے اور جب سانس نکلے تو اسے خلعت حضوری حاصل ہوتا

ہے۔ حضرت ابن عربی فرماتے ہیں کہ یہ سب (کرامات معنویہ) ہمارے نزدیک اولیا کی کرامتیں ہیں، ان میں نہ مکر کا دخل ہے نہ استدراج کا۔ یہ سب وفائے عہد کی دلیلیں ہیں کہ مقصود ٹھیک ہے اور مطلوب کے عدم حصول میں رضا بالقضا ہے اور وجود مکروہ کی صورت میں بھی قضائے خداوندی پر شاکر۔ ایسا ولی ان کرامات میں صرف مقرب فرشتوں اور برگزیدہ منتخب اولیاء اللہ کو ہی شریک کرتا ہے۔

حسی کرامات:

کرامت حسی جسے عام لوگ کرامت سمجھتے ہیں اس میں مکر خفی کا داخل ہونا ممکن ہے اگر ہم انھیں کرامت فرض کریں تو ضروری ہے کہ استقامت کا نتیجہ ہو یا استقامت پیدا کرنے کا ذریعہ ہو، اگر ایسا نہیں تو پھر وہ کرامت بھی نہیں۔ جب کرامت کا نتیجہ استقامت ہو تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے عمل کا حصہ یا فعل کی جزا بنا دے اور جب کسی سے یہ ظہور پذیر ہیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے محاسبہ فرمائے۔ ۸

علمائے ربانیین کے اقوال وارشادات کی روشنی میں کرامت اور صاحب کرامت کا اجمالی نقشہ سامنے آجاتا ہے کہ اصل کرامت تزکیۂ نفس اور شریعت کی پاسداری ہے اور حقیقی ولی وہی ہوسکتا ہے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی کو لازم جانے۔

امام ابو القاسم قشیری رضی اللہ عنہ رسالۂ قشیریہ (ص ۳۰) میں سیدی ابو العباس احمد بن الآدمی معاصر سیدنا جنید بغدادی قدس سرہما کا فرمان نقل کرتے ہیں:

مَنْ اَلْزَمَ نَفْسَهٗ اٰدَابَ الشَّرِيْعَةِ نَوَّرَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ بِنُوْرِ الْمَعْرِفَةِ وَلَامَقَامَ اَشْرَفُ مِنْ مَقَامِ مُتَابَعَةِ الْحَبِيْبِ فِيْ اَوَامِرِهٖ وَاَفْعَالِهٖ وَاَخْلَاقِهٖ.

جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن کردے گا اور کوئی مقام اس کے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، افعال، عادات سب میں حضور کی پیروی کی جائے (مقال عرفا از امام احمد رضا قادری بریلوی) ۹

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں:
اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے ایسی کرامت دی گئی کہ ہوا پر چارزانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو لو کہ فرض و واجب، مکروہ، حرام اور محافظت حدود و آداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے۔ [۱۰]

یہاں پر کرامت اور صاحب کرامت کا تعارف ختم ہوتا ہے۔ اب حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی کرامتوں کے تعلق سے عارفین کے آرا ملاحظہ فرمائیں:

شیخ علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: میں نے اپنے زمانے میں شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کرامت والا کوئی نہیں دیکھا۔ جس وقت جس کا دل چاہتا آپ کی کرامت کا مشاہدہ کر لیتا اور کرامت کبھی آپ سے ظاہر ہوتی کبھی آپ کے بارے میں اور کبھی آپ کی وجہ سے۔ [۱۱]

شیخ ابو مسعود احمد بن ابی بکر خزیمی اور شیخ ابو عمرو عثمان صرنفینی فرماتے ہیں: حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتیں اس ہار کی طرح ہیں جس میں جواہر تہہ بر تہہ ہیں کہ ایک کے بعد دوسرا ہے، ہم میں سے جو بہ کثرت روزانہ آپ کی کرامتوں کو شمار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ [۱۲]

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ طریقت اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے اور منجانب اللہ آپ کو تصرف کا ہمیشہ اختیار حاصل رہا۔ [۱۳]

امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں: آپ کی کرامتیں حد تواتر تک پہنچ گئی ہیں اور بالاتفاق سب کو اس کا علم ہے، دنیا کے کسی شیخ میں ایسی کرامتیں نہیں پائی گئیں۔ [۱۴]

حضرت اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فضل و کمال اور کشف و کرامات کا اعتراف کرنے والے یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جو اپنے وقت میں چرخ ولایت کے نیر تاباں تھے اور فلک زہد و ورع کے ماہ تمام۔

سطور بالا میں یہ ذکر ہو چکا کہ کرامتیں دو طرح کی ہوتی ہیں: ایک معنوی، دوسری حسی۔ پہلے حضرت غوث اعظم کی معنوی کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے بعد میں حسی کا بیان ہوگا۔

کرامت معنوی اور غوث اعظم:

یہ بیان ہو چکا ہے کہ کرامت معنوی آداب شرعیہ کی حفاظت، عمدہ خصلتوں کا حصول، بری عادتوں سے اجتناب اور تمام واجبات کو ٹھیک وقت پر ادا کرنے کے التزام کا نام ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ شریعت مطہرہ کے مطابق زندگی گزارتے، حسن اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے، بری عادتوں سے کنارہ کش رہتے اور ادائیگی واجبات کا بہر حال التزام کرتے۔ چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

احترام شریعت:

نابالغ بچے احکام شرع کے مکلف نہیں، لیکن حضرت شیخ مادرزاد ولی تھے، اس لیے وہ شیر خواری کے زمانے میں ماہ رمضان کا احترام کرتے ہوئے دن میں دودھ نہیں پیتے تھے، آپ کی والدہ فرماتی ہیں:

عبدالقادر رضاعت کے دوران رمضان میں دن کے وقت دودھ کو منہ نہیں لگاتے تھے۔ ایک مرتبہ رمضان کا چاند مشتبہ ہو گیا تو لوگوں نے آپ کی والدہ سے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ آج تو رمضان معلوم ہوتا ہے کیوں کہ آج دن میں عبدالقادر نے مجھ سے دودھ نہیں مانگا ہے، بعد میں شہادتوں سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ وہ یکم رمضان تھی۔ چناں چہ شہر جیلان میں اس واقعہ کی شہرت ہو گئی کہ ابو صالح کے خاندان میں ایک سعید فرزند رمضان میں دن میں دودھ نہیں پیتا۔ [۱۵]

رزق حلال:

صوفیۂ کرام باطن کی صفائی کے لیے صدق مقال اور رزق حلال کو بڑی اہمیت دیتے ہیں، آپ کے پاس مباح زرعی زمین کا ایک قطعہ تھا جس میں آپ دیہاتیوں سے کاشت کرواتے اور آپ کے بعض مصاحب غلہ پیس کر چار پانچ روٹیاں تیار کر دیتے پھر آپ ان روٹیوں میں سے ایک ایک ٹکڑہ حاضرین مجلس میں تقسیم فرما دیتے اور جو کچھ باقی بچتا اس کو اپنے لیے رکھ لیتے۔ روزانہ رات کو آپ کا ایک غلام روٹیوں کا طباق لیے

ہوئے دروازہ پر کھڑے ہوکر صدا لگاتا۔ کیا کسی کو روٹی کی ضرورت ہے؟ کیا کسی کو رات بسر کرنے کی جگہ درکار ہے؟ ٦١

راست گوئی:

راست گوائی انسان کی بہت بڑی خوبی ہے، اسی لیے صاحبان خدا ہمیشہ سچ کا دامن پکڑے رہے اور جھوٹ سے کوسوں دور رہے۔ شیخ محمد بن قائد الا یوانی کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے مسائل کی بنیاد کس چیز پر قائم کی ہے؟ آپ نے جواب دیا:

''صدق پر'' حتیٰ کہ مکتب کی تعلیم کے زمانہ میں بھی میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

پھر آپ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ بچپن میں ایک مرتبہ نو ذوالحجہ کو میں ایک دیہات کی جانب جا نکلا، راستہ میں ہل میں جوتے جانے والے ایک بیل نے میرا پیچھا کر کے کہا: ''اے عبدالقادر کہاں جا رہے ہو'' یہ سنتے ہی میں گھبرا کر بھاگ پڑا اور ایک مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ وہاں سے دیکھا کہ لوگ میدان عرفات میں کھڑے ہوئے ہیں، چھت سے اتر کر میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے لیے حصول علم کے واسطے بغداد جانے کی اجازت دے دیں۔ والدہ نے مجھ سے اچانک تبدیلی کا سبب دریافت کیا تو میں نے پورا واقعہ ان کے گوش گزار کر دیا جس کو سن کر وہ روتی ہوئی کھڑی ہو گئیں اور اسّی دینار نکال کر فرمایا کہ تمہارے والد نے یہ ورثہ چھوڑا ہے جس میں سے چالیس دینار تمہارے بھائی کے حصہ کے ہیں۔ انھوں نے چالیس دینار میری گدڑی میں سی دیے اور رخصت کرتے وقت مجھ سے یہ وعدہ لیا کہ میں کسی حالت میں بھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ پھر فرمایا کہ جاؤ اب روز قیامت ہی تم سے ملاقات ہوگی۔

اس کے بعد میں ایک قافلہ کے ہم راہ بغداد کی جانب روانہ ہو گیا۔ جس وقت ہم لوگ ہمدان سے نکل کر وادی ربیک میں پہنچے تو ساٹھ ڈاکوؤں نے ہمارے قافلے کو گھیر لیا اور قافلہ والوں کا مال و اسباب لوٹ لیا، لیکن مجھ سے تعرض نہیں کیا، ایک ڈاکو نے مجھ سے پوچھا کہ اے فقیر! تیرے پاس کیا ہے؟ میں نے جواب دیا چالیس دینار۔ یہ سن کر اس کو یقین نہ آیا تو اس نے پوچھا کہاں ہیں؟ میں نے کہا: میری گدڑی میں بغل کے

نیچے سلے ہوئے ہیں، مگر وہ میری بات کو مذاق سمجھ کر آگے بڑھ گیا، پھر دوسرے ڈاکو نے مجھ سے سوال کیا میں نے اس کو بھی وہی جواب دیا، یہ ڈاکو مجھ کو اپنے سردار کے پاس لے گیا جو ایک ٹیلہ پر کھڑا مال غنیمت تقسیم کر رہا تھا۔ اس نے جب میری تلاشی لی تو چالیس دینار میرے پاس سے نکلے، یہ دیکھ کر سردار نے پوچھا کہ تجھے سچ بولنے اور رقم کا اظہار کرنے پر کس شی نے مجبور کیا، میں نے جواب دیا کہ میں نے اپنی والدہ سے ہمیشہ سچ بولنے کا عہد کیا اور میں اس عہد کی کسی طرح بھی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر سردار نے روتے ہوئے کہا کہ آپ اپنی والدہ کے عہد میں خیانت نہیں کر سکتے اور میں آج تک خدا کے عہد میں خیانت کرتا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اور اس کے تمام ساتھیوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کر کے تمام لوگوں کا مال واپس کر دیا۔ اس طرح یہ سب سے پہلی جماعت تھی جس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ 17

حسن اخلاق:

حسن اخلاق انسان کو معزز بناتا ہے، حسن اخلاق حضرت شیخ کی فطرت میں داخلی تھا، آپ "انك لعلى خلق عظیم" کے نمونہ تھے، روزمرہ کی زندگی مکارم اخلاق اور حسن عادات سے عبارت تھی۔

شیخ معمر بیان کرتے ہیں کہ میری آنکھوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے سوا کسی کو اتنا خوش اخلاق، وسیع القلب، کریم النفس، مہربان، وعدوں اور دوستی کی پاسداری کرنے والا نہیں دیکھا۔ لیکن اتنے بلند مرتبت اور وسیع العلم ہونے کے باوجود چھوٹوں کو شفقت سے بٹھاتے اور بزرگوں کا احترام کرتے، سلام میں ابتدا کرتے اور درویشوں کے ساتھ حلم و تواضع سے پیش آتے، کبھی کسی حاکم یا بڑے آدمی کے لیے کھڑے نہ ہوتے، نہ کبھی سلطان و وزیر کے دروازے پر جاتے۔ 18

شیخ ابوالغنائم بطائحی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے در دولت پر حاضر ہوا، تو وہاں چار ایسے افراد کو دیکھا جنہیں اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا، جب یہ لوگ اٹھ کر چلے گئے تو حضرت شیخ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان لوگوں سے اپنے لیے دعائے خیر کراؤں، چنانچہ میں نے ان سے مدرسہ کے صحن

میں دعا کے لیے کہا تو ان میں سے ایک نے فرمایا:

تیرے لیے بشارت ہو، تو ایک ایسی ہستی کا خادم ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نرم وسخت سرزمین اور بحروبر کی حفاظت کرتا ہے، اس کی دعاؤں کی برکت سے تمام مخلوق نیک و بد پر رحم فرماتا ہے اور ہم تمام اولیا انھیں کے قدموں کی برکت اور انھیں کے دائرۂ حکم میں رہنے کی وجہ سے حفاظت میں ہیں۔

پھر جب وہ لوگ واپس چلے گئے تو میں تعجب کے عالم میں حضرت شیخ کے پاس واپس آیا، لیکن میرے سوال سے قبل ہی آپ نے فرمایا: ''اے عبداللہ میری زندگی میں یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا۔''

میں نے پوچھا یا سیدی یہ کون لوگ ہیں؟ اور کہاں کے باشندہ ہیں تو آپ نے بتایا کہ یہ سب کوہ قاف کے سردار ہیں اور اب بھی وہیں مقیم ہیں۔

اس پورے واقعہ میں حسن خلق کا پہلو اس حصہ میں نظر آتا ہے جہاں حضرت شیخ نے اپنے مہمانوں کی عزت افزائی کے لیے ایک خادم کو حکم دیا کہ ان سے دعائے خیر کرائے۔ حضرت شیخ سید الاولیا ہیں اور سارے اولیا ان کے ماتحت۔ اس صورت حال میں اپنے خادم کو ان سے دعائے خیر کرانے کی ترغیب دینا مہمانوں کی عزت افزائی ہے اور خود شیخ کے حسن اخلاق کا ایک روشن نمونہ ہے۔

بعض مشائخ وقت نے آپ کے اوصاف میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر بڑے باذوق، ہنس مکھ، خندہ رو، بڑے شرمیلے، وسیع الاخلاق، نرم طبیعت، کریم الاخلاق، پاکیزہ اوصاف اور مہربان و شفیق تھے، جلیس کی عزت کرتے اور مغموم کو دیکھ کر امداد فرماتے [19]۔

حفظ مراتب:

اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ کوئی ولی کتنا ہی صاحب کمال اور علم و عمل کا کوہ گراں ہو، کسی نبی کے مرتبہ کو کبھی نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے بلند تر ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے برہمی کا اظہار کیا۔

شیخ مظفر بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، اس دوران کسی نے عرض کیا کہ فلاں بزرگ جو اس وقت اپنی کرامات، عبادات اور اپنے زہد و تقویٰ میں مشہور ہے، وہ کہتا ہے کہ ''میں تو یونس بن متی علیہ السلام کے مقام سے بھی تجاوز کر چکا ہوں'' یہ سنتے ہی حضرت شیخ کو غصہ آ گیا اور آپ نے سیدھے بیٹھ کر تکیہ ہاتھ میں لے کر فرمایا:

''میں نے اس شخص کے قلب پر قبضہ کر لیا ہے۔''

یہ سنتے ہی ہم لوگ فوراً اس شخص کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ اچھا خاصا تھا، لیکن کسی مرض کے بغیر مر گیا، پھر جب لوگوں نے خواب میں اس کو بہت اچھی حالت میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کیا معاملہ رہا؟ اس نے کہا:

شیخ عبدالقادر جیلانی کی شفاعت کی وجہ سے میرا قول حضرت یونس علیہ السلام نے بھی معاف کر دیا اور خالق و مالک نے بھی معاف فرما دیا۔ مجھے حضرت شیخ کی برکت سے بہت سی بھلائیاں بھی حاصل ہو گئیں۔[۲۰]

بزرگ کے قول سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو غصہ اس لیے آیا کہ انھوں نے ایک نبی سے بلند و برتر ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ شریعت سے تجاوز کرنا ہے، شریعت کی خلاف ورزی حضرت شیخ کو کبھی گوارا نہ تھی۔

بزرگوں کا ادب و احترام اور ان کے مراتب کا پاس و لحاظ سعادت دارین کا سبب ہے حضرت شیخ ان کے مراتب کا بھی حد درجہ احترام کرتے۔ ابو سعید عبداللہ محمد بن ہبۃ اللہ شافعی نے دمشق میں ۵۸۰ھ میں کہا:

میں ایام جوانی میں علم کی طلب میں بغداد کی طرف کوچ کیا، ابن سقا ان دنوں مدرسہ نظامیہ میں میرا رفیق و ہم درس تھا، ہم عبادت کرتے اور صالحین کی زیارت کیا کرتے تھے، بغداد میں ان دنوں ایک شخص تھا جس کو غوث کہا کرتے تھے، اس کی نسبت یہ کہا جاتا تھا کہ جب وہ چاہتے ہیں ظاہر ہوتے ہیں اور جب چاہتے ہیں چھپ جاتے ہیں۔ تب میں نے، ابن سقا نے اور شیخ عبدالقادر جیلانی نے جوان دنوں جوان تھے ان کی زیارت کا قصد کیا، ابن سقا نے راستہ میں کہا کہ آج میں ان سے ایک مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہ دے سکیں گے۔ میں نے کہا: ایک مسئلہ پوچھوں گا، دیکھوں گا وہ کیا

جواب دیتے ہیں۔ تب شیخ عبدالقادر نے کہا: معاذ اللہ میں ان سے کوئی سوال کروں۔ میں تو ان کی خدمت میں ان کی زیارت کی برکات کا منتظر رہوں گا۔ جب ہم ان کی خدمت میں گئے تو ان کو ان کے مکان میں نہ دیکھا، پھر ہم تھوڑی دیر ٹھہرے رہے تو دیکھا کہ وہیں بیٹھے تھے۔ تب انھوں نے ابن سقا کی طرف غصہ سے دیکھ کر کہا: تجھے خرابی ہو، اے ابن سقا! تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھے گا جس کا جواب مجھے نہ آئے گا۔ سن وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ بے شک میں دیکھتا ہوں کہ کفر کی آگ تیرے اندر بھڑک رہی ہے۔ پھر انھوں نے میری طرف دیکھا اور کہا: اے عبداللہ کیا تم مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھو گے کہ تم دیکھو کہ میں اس کا کیا جواب دیتا ہوں وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے، تمہاری بے ادبی کے سبب دنیا تمہارے کانوں کی لو تک آ جائے گی۔ پھر شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف دیکھا، ان کو اپنے قریب کیا اور تعظیم کی اور ان سے کہا کہ اے عبدالقادر! تم نے اپنے ادب کی وجہ سے خدا اور رسول کی راضی کر لیا ہے، میں گویا تم کو بغداد میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کرسی پر چڑھے ہوئے ہو لوگوں کو پکار کر کہہ رہے ہو " قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ " کہ یہ میرا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے اور گویا میں تیرے وقت کے اولیا کو دیکھ رہا ہوں کہ انھوں نے تیرے جلال کی وجہ سے اپنی گردنیں جھکالی ہیں۔ پھر ہم سے اسی وقت وہ غائب ہو گئے اس کے بعد ہم نے ان کو نہ دیکھا[۲۱]۔

حضرت غوث اعظم کا عمل ہمیں درس دیتا ہے کہ جب ہم اپنے بزرگوں کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو باادب حاضر ہوں تاکہ ان کے فیوض و برکات سے سرفراز ہو سکیں اور ان کے خلاف کسی طرح کج فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اس کا نتیجہ بہتر نہیں ہوتا۔

تبحر علمی:

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ علم و دانش اور فضل و کمال کے جبل عظیم تھے، علوم نبویہ اور تعلیمات دینیہ کے سچے علم بردار اور ترجمان تھے، برکات نبوت کی موسلا دھار بارشیں ہوتی تھیں، یہی وجہ ہے کہ مشکل سے مشکل مسائل آپ بڑی آسانی سے حل فرمادیا کرتے تھے۔ سامعین آپ کے توضیح مسائل سے لطف اندوز ہوتے اور علمی نکات سن کر اہل علم عش عش کرتے۔

شیخ حافظ ابوالعباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور علامہ جمال الدین جوزی حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قاری ایک آیت کی تلاوت کر رہا تھا اور حضرت شیخ اس کی تفسیر بیان فرما رہے تھے، چناں چہ جب میں نے علامہ ابن جوزی سے پوچھا کہ کیا آپ کو اس توجیہ کا علم ہے تو انھوں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر حضرت شیخ نے دوسری توجیہ بیان فرمائی، میں نے پھر علاوہ ابن جوزی سے سوال کیا تو انھوں نے پھر اثبات میں جواب دیا، اس طرح حضرت نے دس توجیہات بیان فرمائیں اور ہر توجیہ پر علامہ ابن جوزی نے کہا کہ اس کا تو مجھے بھی علم ہے۔ لیکن جب اس کے بعد حضرت شیخ نے توجیہات بیان فرمائیں تو علامہ ابن جوزی نے کہا کہ ان کا مجھے علم نہیں، حتیٰ کہ حضرت نے چالیس توجیہات بیان فرمائیں اور ہر توجیہ کے ساتھ اس کے راوی کا نام بھی بیان کرتے گئے کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا، لیکن ابن جوزی مسلسل یہی کہتے رہے کہ ان توجیہات کا تو مجھے علم نہیں تھا اور انھوں نے فرمایا: ''اب ہم 'قال' سے 'حال' کی طرف رجوع کرتے ہیں'' یہ کہہ کر جب آپ نے فرمایا ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھا تو لوگوں میں شدید اضطراب پیدا ہوگیا اور علامہ ابن جوزی نے تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

محمد بن حسینی موصلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تیرہ علوم پر بحث کیا کرتے تھے اور مدرسہ میں دوران درس اپنوں اور غیروں پر بے لاگ تبصرہ فرمایا کرتے، دن کے ابتدائی حصہ میں تفسیر اور حدیث واصول کی تعلیم دیتے اور ظہر کے بعد قراءت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے ۲۲۔

حضرت غوث الثقلین چوں کہ مرجع خلائق تھے، اس لیے اکناف عالم سے لوگ اپنے مسائل لے کر حاضر ہوتے جن کا شریعت کی روشنی میں حل پیش کیا جاتا، عمر بزار بیان کرتے ہیں:

حضرت شیخ کے پاس عراق کے مختلف علاقوں سے کثیر تعداد میں استفتاء آیا کرتے تھے، لیکن آپ بلا مطالعۂ کتب بے ساختہ اتنی جلدی ان کا جواب دیتے تھے کہ کوئی فتویٰ ایک رات بھی آپ کے پاس نہ رہتا۔ آپ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل دونوں کے مسلک پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور جب آپ کا فتویٰ علمائے عراق کے پاس

پہنچتا تو وہ آپ کے اس قدر سرعت سے جواب دینے پر بے حد تعجب کرتے اور جو شخص شرعی علوم حاصل کرنا چاہتا وہ آپ ہی کی جانب رجوع کرنے پر مجبور ہوتا۔

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلادِ عجم سے بغداد میں ایک استفتا آیا جو تمام علمائے عراق کے سامنے پیش ہوا تھا، لیکن کوئی بھی عالم اس کا درست جواب دینے سے قاصر رہا۔

مسئلہ: علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے یہ قسم کھالی کہ وہ ایسی منفرد عبادت کرے گا جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو اور اگر وہ ایسا نہ کرسکا تو اس کی بیوی پر تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ چناں چہ جب یہ فتویٰ تمام علما کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت شیخ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فی الفور جواب دیا۔

جواب: "کچھ دیر کے لیے مطاف کعبہ خالی کرایا جائے اور مذکورہ شخص اس میں سات مرتبہ طواف کرے، اس طرح اس کی قسم پوری ہو جائے گی۔" چناں چہ مسئلہ دریافت کرنے والا اسی وقت مکہ معظمہ روانہ ہو گیا۔[۲۳]

صبر و استقامت:

حضرت غوث پاک کی پوری زندگی صبر و استقامت سے عبارت ہے، خصوصاً آپ کے تعلیمی ادوار بڑے صبر آزما تھے، طلب علم کے سلسلہ میں بیشتر اوقات بھوکے رہنا پڑتا، پھر بھی پائے استقلال میں لغزش نہ آتی۔ آپ بڑی ہی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ حصول علم میں مشغول رہتے اور ریاضت و مجاہد میں بھی کمی نہ آنے دیتے۔ درج ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں جس سے حضرت غوث کا صبر، بلندی ہمت اور استقلامت عیاں ہے۔

ابوبکر تیمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ قیام بغداد کے دوران مجھ پر ایک ایسا سخت وقت گذرا کہ میں نے چند روز تک کچھ نہیں کھایا، حتیٰ کہ شدت بھوک سے ایک دن دریا کے کنارے آیا تاکہ گری پڑی گھاس، پھوس سے ہی بھوک کا ازالہ کرلوں، لیکن جس جگہ پہنچا وہاں مجھ سے بھی پہلے کچھ لوگ پہنچے ہوئے تھے، میں نے یہ سمجھ کر کہ شاید یہ کوئی درویشوں کی جماعت ہے، لہٰذا ان سے مزاحمت کو نامناسب خیال کرکے واپس ہو گیا اور اسی کیفیت میں شہر کی ایک مسجد کے اندر پہنچا جو

ریحانین کے بازار میں تھی، اس وقت میں بھوک سے نڈھال تھا اور دست سوال دراز کرنا محال۔ قریب تھا کہ میری موت واقع ہو جائے۔ اس وقت ایک عجمی نوجوان روٹی اور بھنا گوشت لے کر مسجد میں داخل ہوا اور کھانے بیٹھ گیا۔ اس کو دیکھ کر بھوک کی شدت سے میرا منہ بار بار کھل جاتا تھا، حتیٰ کہ میں نے خود کو ملامت کر کے کہا یہ کیا حرکت ہے۔ رب العالمین میرے حال سے واقف ہے اور زیادہ سے زیادہ موت ہی تو واقع ہو سکتی ہے۔ یکایک نوجوان نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا: ''آیئے بسم اللہ کیجئے'' لیکن میں نے انکار کر دیا۔ پھر جب اس نے بہت اصرار کیا تو مجبوراً کھانے میں شریک ہو گیا۔

اس نوجوان نے پوچھا: آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ میں نے کہا کہ علم فقہ حاصل کر رہا ہوں۔ جب میں نے اس شخص کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے بتایا کہ میں جیلان کا باشندہ ہوں اور عبدالقادر کی تلاش میں آیا ہوں۔ میں نے اس کو بتایا کہ میں ہی عبدالقادر ہوں تو اس کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم جس وقت میں آپ کی تلاش میں بغداد پہنچا ہوں تو میرے پاس صرف تین یوم کا زادراہ باقی رہ گیا تھا، جب کسی سے بھی آپ کا پتا معلوم نہ ہو سکا اور میرے اوپر تین یوم ایسے گذرے کہ میرے پاس کھانا خریدنے کو بھی سوائے اس رقم کے جو آپ کے لیے میرے پاس تھی کچھ باقی نہ رہا اور مزید تین یوم گذرنے کے بعد میری حالت ایسی ہو گئی کہ جہاں شریعت مرآدار تک کھانے کی اجازت دے دیتی ہے تو میں نے آپ کی رقم میں سے یہ روٹی سالن خرید لیا ہے، لہٰذا یہ آپ ہی کا مال ہے، خوب اچھی طرح شکم سیر ہو کر کھایئے اور مجھے اپنا مہمان تصور کر لیجئے اور جب میں نے اس سے پوچھا کہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کی والدہ نے میرے ذریعہ آٹھ دینار بھجوائے تھے جس سے میں نے یہ روٹی سالن خرید لیا اور اس خیانت کے لیے آپ سے معذرت خواہ ہوں۔ [۲۴]

عبداللہ سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مجھے اپنا ایک واقعہ اس طرح سنایا کہ جس وقت میں شہر کے ایک محلہ قطبیہ شرقی میں مقیم تھا تو میرے اوپر چند یوم ایسے گزرے کہ نہ تو میرے پاس کھانے کی کوئی چیز تھی اور نہ کچھ خریدنے کی استطاعت۔ اسی حالت میں ایک شخص اچانک میرے ہاتھ میں کاغذ کی بندھی ہوئی پڑیا دے کر چل دیا اور میں اس کے اندر بندھی ہوئی رقم سے حلوہ پراٹھا خرید کر مسجد میں پہنچ گیا اور قبلہ رو ہو کر اس

فکر میں غرق ہوگیا کہ اس کو کھاؤں یا نہ کھاؤں، اسی حالت میں مسجد کی دیوار میں رکھے ہوئے کاغذ پر میری نظر پڑی تو میں نے اٹھ کر اس کو پڑھا تو اس میں تحریر تھا:

''ہم نے کمزور مومنین کے لیے رزق کی خواہش پیدا کی تاکہ وہ بندگی کے لیے اس کے ذریعہ قوت حاصل کر سکیں۔''

یہ دیکھ کر میں نے اپنا رومال اٹھایا اور کھانا وہیں چھوڑ کر دو رکعت نماز ادا کر کے مسجد سے نکل آیا۔ ۲۵

کمال استقامت کے تعلق سے ایک اور واقعہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا، آپ کے صاحبزادے شیخ ضیاء الدین ابونصر موسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت غوث اعظم سے خود سنا ہے، فرماتے تھے:

ایک سفر کے دوران میں ایسے بیابان میں پہنچا جہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا، چند روز میں نے وہاں قیام کیا، لیکن پانی ہاتھ نہ آیا، جب پیاس کا غلبہ ہوا تو حق تعالیٰ شانہ نے ابر کا ایک ٹکڑا بھیجا، جس نے میرے اوپر سایہ کر لیا اور اس میں سے کچھ قطرات ٹپکے جنھیں پی کر تسکین ہوئی، اس کے بعد اچانک ایک روشنی ظاہر ہوئی جس نے پورے آسمان کا احاطہ کر لیا، پھر اس میں سے ایک عجیب وغریب شکل نمودار ہوئی اور آواز آئی کہ اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں جو دوسروں پر میں نے حرام کیا وہ تیرے اوپر حلال کرتا ہوں، لہٰذا جو دل میں چاہے کر اور جو چاہے لے، میں نے کہا ''اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم'' اے ملعون دور ہو، کیا بک رہا ہے۔ اچانک وہ روشنی تاریکی سے بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن کر کہنے لگی کہ اے عبدالقادر تم احکام خداوندی (یعنی شریعت) کے جاننے والے احوال منازلت سے واقف ہونے کی وجہ سے مجھ سے بچ گئے، میں نے ایسے ہی ہتھکنڈوں اور ترکیبوں سے ستر اہل طریقت کو ایسا گمراہ کر دیا ہے کہ کہیں کا نہ چھوڑا۔ بھلا یہ کون سا علم وہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے، میں نے کہا یہ سب اللہ کا فضل ہی ہے اور وہی ابتدا وانتہا میں میں ہدایت فرماتا ہے ۲۶

دستگیری:

دستگیری حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کا ایک امتیازی وصف ہے، آپ کے

اس وصف سے بیش تر بندگان خدا فیض یاب ہوئے، حضرت محدث دہلوی رقم طراز ہیں:

مشائخ میں سے اکثر حضرات نے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ ہم ایک دن جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اس مجلس میں بیٹھے تھے جس میں آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص کچھ مانگنا چاہے مانگ لے۔ شیخ ابوالمسعود احمد بن حریمی اٹھے اور عرض کی کہ میں ترک تدبیر واختیار چاہتا ہوں۔ شیخ محمد بن قائد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے مجاہدہ پر قوت چاہیے۔ شیخ ابوالقاسم عمر بزار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے اللہ کا خوف عطا ہو۔ شیخ ابومحمد حسن فارسی نے کہا: مجھے خدا کے ساتھ صاحب حال بنادیجئے، چوں کہ اس نعمت سے میں محروم ہوگیا ہوں، مجھے یہ چیز ملنی چاہیے، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو۔ شیخ جمیل ابو یوسف صاحب خطوہ نے عرض کیا: مجھے حفظ وقت کی ضرورت ہے۔ شیخ ابوحفص عمر غزال کہنے لگے: مجھے زیادت علم چاہیے۔ شیخ جلیل صرصری نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں اس وقت تک مجھے موت نہ آئے، جب تک مقام قطبیت پر نہ پہنچ جاؤں۔ شیخ ابوالبرکات ہمانے کہا: مجھے محبت الٰہی میں بے خودی درکار ہے۔ شیخ ابوالفتوح المعروف بہ ابن الحضر بن نصر بغدادی نے کہا: مجھے قرآن وحدیث کا حفظ کرادیں۔ شیخ ابوالخیر نے عرض کی: مجھے ایسی معرفت درکار ہے کہ موارد ربانیہ اور غیر ربانیہ میں تمیز کرسکوں، شیخ ابوعبداللہ بن ہستہ اللہ نے کہا: مجھے دربان سرائی کی خواہش ہے۔ ابوالقاسم بن صاحب نے عرض کی: مجھے حاجب باب عزیز بنادیجئے۔ حضرت شیخ سید عبدالقادر (رضی اللہ عنہ) نے ان تمام حاضرین کی خواہشات سننے کے بعد یہ آیت پڑھی:

وَكُلًّا نُّمِدُّ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا

راوی کہتا ہے خدا کی قسم ان لوگوں کو وہ تمام نعمتیں مل گئیں جو انھوں نے طلب کی تھیں، میں نے ہر ایک شخص کو اسی مقام پر دیکھا جس کی اس نے غوث پاک سے تمنا کی تھی۔ ۷۲

دستگیری اور منصور حلاج:

محمد بن رافع نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ میں نے قاہرہ کے دارالحدیث میں ۱۰ / ذی قعدہ ۶۳۹ھ میں ابراہیم بن سعد سے یہ سنا کہ جب حضرت شیخ جیلانی سے منصور حلاج کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

منصور نے اپنی حیثیت سے بلند دعویٰ کیا اور اپنی طاقت سے اونچی اڑان کی۔ جس کے نتیجہ میں شریعت کی قینچی سے ان کے پروں کو کاٹ دیا گیا۔ یہ لغزش ان سے ایسے وقت میں ہوئی جب کہ ان کی کوئی دستگیری کرنے والا نہیں تھا، اگر میں اس وقت ہوتا تو ضرور ان کی دستگیری کرتا، جس طرح میں اس وقت اپنے فیض وصحبت یافتہ مرید اور متوسل کی لغزش کھرنے والی سواری کی دستگیری کرتا ہوں اور تا حشر دستگیری کرتا ہوں گا۔ ۲۸ے

حضرت غوث جیلانی قدس سرہ العزیز کی کرامات معنویہ بے شمار ہیں جن کا احصا اس مختصر سے مضمون میں مشکل ہے۔ مزید کے لیے آپ کی سوانح اور تذکروں کا مطالعہ علم و آگہی میں اضافہ کا باعث ہوگا۔ اب یہیں پر کرامات معنویہ کا ذکر ختم کرکے کرامات حسیہ کا ذکر چھیڑتے ہیں۔

کرامات حسی اور غوث پاک:

گذشتہ صفحات میں اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ کرامت حسی وہ شئے ہے جو عام لوگوں کی سمجھ میں آئے۔ حضرت غوث اعظم رضی المولیٰ عنہ کی اس طرح کی کرامتیں بے شمار ہیں، معتبر کتابوں میں جن کرامات کا تذکرہ ہے ان کا احاطہ مشکل امر ہے۔ یہاں ان میں سے چند کرامتیں نذر قارئین ہیں۔

بھنی ہوئی مرغی کو زندہ کرنا:

شیخ محمد بن قائد الوانی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت حضرت شیخ کی خدمت میں اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میں دیکھتی ہوں کہ یہ لڑکا آپ سے بہت انسیت رکھتا ہے، اس لیے میں اپنا حق چھوڑ کر محض اللہ کے لیے اسے آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں، آپ نے اس لڑکے کو قبول کر لیا اور اسے مجاہدہ اور طریق سلف پر چلنے کا حکم دیا۔ ایک دن وہ عورت اپنے بچے سے ملنے آئی، دیکھا کہ وہ بھوک اور بیداری کی وجہ سے دبلا، پتلا اور زردرو ہو گیا ہے اور جو کی چپاتیاں کھا رہا ہے۔ پھر وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ کے سامنے ایک برتن پایا جس میں ثابت مرغی کی ہڈیاں پڑی ہیں جس سے پتا چلتا تھا کہ آپ ابھی کھا کر فارغ ہوئے ہیں۔ اس نے کہا: اے میرے سردار! آپ خود تو مرغی کھائیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی پر اکتفا کرے، تب

آپ نے اپنا دست مبارک ان ہڈیاں پر پھیرا اور فرمایا: قومی باذن الله الذی یحیی العظام وھی رمیم۔ اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا جو کہ بوسیدہ ہڈیوں کا زندہ کرے گا۔ اس وقت وہ مرغی زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور شور مچانے لگی۔ تب شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تیرا بیٹا اس قابل ہو جائے تو جو چاہے کھائے۔ ۲۹

چیل کا مر کر زندہ ہو جانا:

محمد بن قائد الوانی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ہوا تیز تھی، ایک چیل آپ کی مجلس کے اوپر سے چلاتی ہوئی گذری، جس کی وجہ سے حاضرین پریشان ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اے ہوا! اس کا سر پکڑ لے آپ کا یہ فرمانا تھا کہ فوراً چیل زمین پر گر پڑی اور اس کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ پھر آپ نے اس کو ایک ہاتھ سے اٹھایا اور دوسرا ہاتھ اس پر پھیرا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' پڑھی تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو گئی اور اُڑ گئی، تمام لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا۔ ۳۰

مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو شفا دینا:

شیخ ابوالحسن قرشی فرماتے ہیں کہ ابو غالب فضل اللہ بن اسماعیل بغدادی ازجی نامی ایک سوداگر خدمت غوث پاک میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے میرے سردار! آپ کے جد کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دعوت میں بلایا جائے اسے دعوت قبول کرنی چاہیے۔ میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے غریب خانہ پر دعوت کے لیے تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اجازت ملی تو آ ؤں گا۔ پھر تھوڑی دیر سر بہ مراقبہ ہوئے اور فرمایا: ہاں چلوں گا۔ آپ اسی وقت اپنے خچر پر سوار ہوئے۔ شیخ علی نے آپ کی داہنی رکاب پکڑی اور میں نے بائیں رکاب تھامی۔ جب اس کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں بغداد کے مشائخ، علما اور اراکین جمع ہیں اور دستر خوان بچھا دیا گیا ہے، جس پر تمام شیریں و ترش اشیائے خوردنی موجود تھیں۔ اس کے بعد ایک بڑا سا ٹکڑا لایا گیا جو کہ سر بہ مہر تھا، جسے دو شخصوں نے اٹھایا تھا، اسے دستر خوان کے ایک طرف رکھ دیا گیا۔ تب ابو غالب نے کہا ''بسم اللہ'' اجازت ہے۔ اس وقت شیخ مراقبہ میں تھے، نہ آپ نے کھایا، نہ کھانے کی اجازت دی اور نہ کسی اور نے کھایا، اہل مجلس پر آپ کی ہیبت

اس قدر طاری تھی گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ پھر آپ نے مجھ کو (راوی کو) اور شیخ علی کو اشارہ کیا کہ وہ صندوق اٹھالاؤ، ہم نے اسے آپ کے سامنے اُٹھا کر رکھ دیا جو وزنی تھا۔ آپ نے اسے کھولنے کا حکم دیا، ہم نے کھولا تو اس میں ابوغالب کا لڑکا موجود تھا جو مادرزاد اندھا، گٹھیا کا شکار، جذامی اور فالج زدہ تھا۔

شیخ جیلانی نے کہا: اے لڑکے! خدا کے حکم سے تندرست ہو کر کھڑا ہو جا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ لڑکا دوڑنے لگا اور بینا ہو گیا۔ اس کے اوپر کسی قسم کی بیماری کا اثر نہ تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر مجلس میں شور مچ گیا۔ شیخ اسی حالت میں باہر نکل آئے اور کچھ نہ کھایا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں شیخ ابوسعد قیلوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ کیفیت بیان کی تو انھوں نے کہا کہ شیخ عبدالقادر مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے ہیں اور خدا کے حکم سے مردہ زندہ کرتے ہیں۔ [۳۱]

روافض کا اپنے رفض سے توبہ کرنا:

شیخ ابوالحسن قرشی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں ۵۵۹ھ میں حاضر ہوا تو آپ کی خدمت میں رافضیوں کی ایک جماعت دو مہر بند سلے ہوئے ٹوکرے لائی اور کہنے لگی کہ آپ بتائیں کہ ان میں کیا ہے؟ آپ اپنے تخت سے اترے اور ایک ٹوکری پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اس میں ایک لڑکا ہے جسے گھٹیا کا مرض ہے اور اپنے فرزند عبدالرزاق کو حکم دیا کہ اسے کھولو، انھوں نے کھولا اس میں گھٹیا سے متاثر ایک لڑکا موجود تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ کھڑا ہو جا وہ کھڑا ہوا کر چلنے لگا۔ پھر دوسرے ٹوکرے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس میں ایک تندرست لڑکا ہے اسے کوئی بیماری نہیں ہے۔ اسے بھی اپنے فرزند کو کھولنے کا حکم دیا، کھولا تو اس میں اس لڑکا تھا جو اٹھ کر چلنے لگا۔ آپ نے اس کے بال پکڑ کر فرمایا کہ بیٹھ، اس کے بعد وہ گھٹیا کا شکار ہو گیا اور اس سے اٹھا نہ گیا۔ حضرت شیخ کی یہ کرامت دیکھ کر سب نے آپ کے ہاتھ پر رفض سے توبہ کی، اور اس مجلس میں تین آدمی انتقال کر گئے اور میں نے پہلے مشائخ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ چار ایسے شیخ ہیں کہ مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے ہیں وہ یہ ہیں:

شیخ عبدالقادر، شیخ بقا بن بطور، شیخ ابوسعید قیلوی، شیخ علی بن ہیتی رضی اللہ عنہم۔ [۳۲]

جنوں پر حکم رانی:

ابو سعید احمد بن علی بغدادی ازجی کہتے ہیں کہ ۵۳۰ھ کا واقعہ ہے کہ میری بیٹی فاطمہ ایک روز چھت پر چڑھی اور وہاں سے غائب ہو گئی، اس وقت وہ سولہ سال کی تھی اور غیر شادی شدہ تھی، میں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لڑکی کی گم شدگی کا واقعہ پیش کیا، آپ نے فرمایا کہ آج کی رات تم کرخ کے جنگل میں چلے جاؤ، پانچویں ٹیلے کے پاس جا کر بیٹھو، زمین پر اپنے گرد ایک دائرہ کھینچ لو اور خط کھینچنے کے وقت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھنا اور یہ نیت کرنا کہ یہ دائرہ شیخ عبدالقادر کی طرف سے قائم کر رہا ہوں۔ جب تھوڑی رات گزر رے گی تو تمہارے پاس سے مختلف صورتوں میں جنوں کا گزر ہوگا۔ تم ان سے خوف زدہ نہ ہونا، جب صبح ہو جائے گی تو ان کا بادشاہ تمہارے پاس ایک لشکر کے ساتھ آئے گا، تم سے تمہارا مطلب پوچھے گا، تم کہہ دینا کہ مجھے عبدالقادر نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس کے بعد اپنی لڑکی کا واقعہ بیان کرنا۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ شیخ کے حسب الحکم میں نے عمل کیا، کچھ دیر پر ڈراونی شکل کی صورتیں گذریں، لیکن کسی میں یہ مجال نہ تھی کہ اس دائرے کے قریب آئے جس میں میں تھا، وہ صورتیں رات بھر گروہ در گروہ آتی رہیں، حتیٰ کہ ان کا بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ اس کے ساتھ ایک لشکر تھا۔ وہ آ کر دائرے کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے انسان! تمہاری کیا حاجت ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے شیخ عبدالقادر نے تمہارے پاس بھیجا ہے، اتنا سنتے ہی وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور زمیں بوس ہوا۔ بادشاہ اور اس کے ساتھی دائرہ کے باہر بیٹھ گئے اور کہا کہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے اپنی لڑکی کا واقعہ بیان کیا، اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا ہے، انھوں نے اس واقعہ سے لاعلمی کا اظہار کیا، تھوڑی دیر بعد ایک چینی جن حاضر کیا گیا جس کے ساتھ وہ لڑکی تھی۔ اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس چیز نے اس امر پر برانگیختہ کیا کہ قطب کی رکاب کے نیچے چوری کی، اس نے کہا میں نے اس کو دیکھا اور اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے اور لڑکی میرے حوالے کر دی۔

میں نے کہا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کا فرماں بردار میں نے آپ جیسا نہیں

دیکھا، اس نے کہا: ہاں بے شک وہ اپنے گھر بیٹھے ہم جنوں کو دیکھتے ہیں حالاں کہ دور دراز کے باشندہ ہوتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہی اپنے مکانوں کی طرف آپ کی ہیبت کی وجہ سے بھاگ جاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ جب کسی قطب کو مقرر کرتا ہے تو تمام جن وانس پر اسے غلبہ دے دیتا ہے۔ ۳۴

شفا بخشی:

خضر حسینی موصلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے تیرہ سال شیخ عبدالقادر جیلانی کی خدمت کی اور آپ سے بہت سی کرامتیں دیکھیں لیکن ان میں سے ایک عظیم کرامت یہ تھی کہ جب اطبا کسی مریض سے مایوس ہوجاتے تو اس مریض کو آپ کی خدمت میں لایا جاتا، آپ اس کے لیے دعا مانگتے، اس پر ہاتھ پھیرتے تو وہ مریض فوراً شفایاب ہوجاتا اور خدا کے حکم سے تندرست ہوجاتا۔

☆ **مرض استسقا سے شفایابی:** ایک دفعہ آپ کی خدمت میں سلطان المستنجد باللہ کا ایک قریبی رشتہ دار لایا گیا جسے استسقا کا مرض تھا، آپ نے اس کے پیٹ پر اپنا دست مبارک پھیرا تو وہ اس طرح دب گیا گویا اسے کوئی بیماری ہی نہیں تھی۔

☆ **بخار سے نجات:** ابوالمعالی احمد مظفر بن یوسف بغدادی حنبلی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میرے بیٹے محمد کو پندرہ ماہ ہوگئے بخار نہیں چھوڑتا، بلکہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم جاؤ اور اس کے کان میں کہہ دو کہ اے ام ملدم: شیخ عبدالقادر کا حکم ہے کہ میرے بیٹے سے نکل کر "حلہ" کی طرف چلا جا۔ ہم نے ابوالمعالی سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ میں گیا اور جس طرح مجھے شیخ نے حکم دیا تھا ویسا ہی کیا تو وہ اب تک پھر نہیں آیا اور کئی سال کے بعد ہم نے اس سے پوچھا تو کہا کہ اس دن کے بعد اس کے پاس پھر کبھی بخار نہیں آیا۔ یہ بھی خبر ملی کہ "حلہ" کے لوگوں کو بہت بخار آتا ہے۔

☆ **لاغر اونٹنی توانا ہوگئی:** ابو حفص عمر بن صالح حدادی اپنی اونٹنی لے کر

حضرت غوث جیلانی کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرا ارادہ حج کا ہے اور یہ میری اونٹنی ہے کہ چل نہیں سکتی، میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی اونٹنی نہیں ہے۔ شیخ نے اسے ایک ایڑ لگائی اور اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا، وہ کہتا تھا کہ پھر اس کا یہ حال ہو گیا کہ تمام سواریوں سے آگے چلتی رہی۔ جب کہ پہلے سب سے پیچھے رہتی تھی۔

☆ **کبوتری کا انڈے دینا اور قمری کا بول پڑنا:** ایک دفعہ شیخ ابوالحسن علی ازجی بیمار پڑ گئے، حضرت شیخ جیلانی ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، ان کے گھر میں ایک کبوتری اور ایک قمری تھی، شیخ ابوالحسن نے عرض کیا حضور! یہ کبوتری چھ مہینے سے انڈے نہیں دیتی اور یہ قمری نو ماہ سے بولتی نہیں۔ حضرت شیخ جیلانی یہ باتیں سن کر کبوتری کے جا کھڑے ہوئے اور فرمایا اپنے مالک کو نفع پہنچایا کر اور قمری کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ اپنے خالق کی تسبیح پڑھا کر، وہ کہتے ہیں کہ قمری اسی وقت بولنے لگی، یہاں تک کہ بغداد کے لوگ اس کی آواز سننے کے لیے جمع ہونے لگے اور کبوتری انڈے دینے لگی اور یہ سلسلہ اس کی اخیر عمر تک چلتا رہا۔[۴۴]

زمین کا سمٹ جانا:

شیخ ابوالحسن طظنہ بغدادی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے پاس ایک کام کے لیے قیام پذیر تھا، رات کو اکثر بیدار رہتا تا کہ آپ کی خدمت بجالاؤں۔ حضرت شیخ ایک رات تنہا گھر سے باہر نکلے۔ میں نے آپ کو وضو کے لیے پانی دیا، آپ مدرسہ کی طرف چلے گئے، مدرسے کا دروازہ خود بہ خود کھل گیا، میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا، ہم چلتے گئے، حتیٰ کہ بغداد کے بیرونی دروازے پر پہنچ گئے۔ وہ دروازہ بھی کھلا اور ہمارے باہر آنے کے بعد خود بہ خود بند ہو گیا۔ ایک راہ پر روانہ ہوئے تو تھوڑے ہی فاصلے پر ایک شہر نظر آیا جسے میں پہلے جانتا تھا۔ آپ ایک ایسے مکان کی طرف پہنچے جو ایک سرائے کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ وہاں چھ اشخاص بیٹھے تھے، انھوں نے سلام کیا، میں بھی ایک خفیہ جگہ کھڑا ہو گیا، مجھے ایک طرف سے رونے کی آواز آئی میں

تھوڑی دیر ٹھہرا پھر رونے کی آواز بند ہوئی۔ ایک شخص نکلا اور اس طرف گیا جہاں سے رونے کی آواز آرہی تھی، وہ ایک آدمی کو اپنی گردن پر بیٹھا کر لا رہا تھا۔ ایک دوسرا شخص ننگے سر اور لمبے بال وہاں بیٹھا تھا، لوگ اسے حضرت غوث اعظم کے پاس لے آئے، آپ نے اسے کلمۂ شہادت پڑھایا اور اس کے لمبے بال اور مونچھیں کاٹ دیئے گئے اور اسے ایک عمدہ لباس پہنایا گیا اور اس کا نام محمد رکھا گیا۔ پھر آپ نے ان لوگوں کو مخاطب کرکے کہا کہ اس شخص کو مردہ آدمی کا نعم البدل قرار دیا گیا ہے، ان سب نے کہا ہم نے اس قبول کیا، شیخ باہر نکلے اور انھیں وہیں چھوڑ دیا۔ میں شیخ کے پیچھے ہولیا، ہم ابھی کوئی لمبا فاصلہ طے کرنے نہ پائے تھے کہ میں نے دیکھا کہ ہم بغداد کے دروازے پر کھڑے ہیں، دروازہ کھل گیا، ہم مدرسہ میں آئے اور مدرسہ کا دروازہ بھی کھل گیا، پھر گھر میں آئے، صبح ہوئی تو میں شیخ کے پاس بیٹھا اور حسب عادت کچھ پڑھنے لگا، لیکن میں اسے پڑھ نہ سکا، کیوں کہ میرے دماغ میں ابھی تک رات کے واقعہ کی ہیبت تھی، آپ نے فرمایا: بیٹا! یہ بھی پڑھو تاکہ تمہیں کوئی فکر وغم نہ رہے۔ میں نے پوچھا کہ رات آپ کہاں تشریف لے گئے تھے اور وہ کون لوگ تھے؟ آپ نے فرمایا اس شہر کا نام "نہاوند" ہے، جن چھ اشخاص کو تم نے دیکھا تھا وہ ابدال وقت تھے۔ یہ آدمی جسے تم نے دیکھا تھا وہ ساتواں تھا اور وہ فوت ہوگیا اور جو شخص دوسرے کو کندھے پر اٹھایا تھا وہ حضرت ابوالعباس خضر علیہ السلام تھے تاکہ ان کا متولی بن سکیں، اور جس شخص کو میں نے کلمہ پڑھایا تھا وہ قسطنطنیہ کا رہنے والا نصرانی تھا اور مجھے حکم ہوا تھا کہ (وہ اسلام قبول کرنے کے بعد تائب ہوگیا) اسے ابدال وقت مقرر کردیا جائے، اسے لایا گیا اس نے قرار قبول اسلام کیا، چناں چہ وہ اب وقت کے ابدالوں میں سے ہے۔ ۳۵

شراب سرکہ بن گئی:

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میرے والد شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی رضی اللہ عنہ ایک دن نماز جمعہ کے لیے نکلے، میں اور میرے دو بھائی عبدالوہاب اور عیسیٰ آپ کے ساتھ تھے، راستہ میں ہم کو سلطان کے تین شراب کے مٹکے ملے، جن کی بو بہت تیز تھی، ان کے ساتھ کوتوال اور دیگر کچہری کے لوگ تھے، ان سے شیخ

نے کہا کہ ٹھہر جاؤ، وہ نہ ٹھہرے اور جانوروں کو تیز تیز ہانکنے لگے، پھر آپ نے جانوروں سے کہا ٹھہر جاؤ وہ اپنی جگہ ایسے ٹھہر گئے گویا کہ پتھر ہیں۔ وہ بہت مارتے مگر وہ اپنی جگہ سے چلنے کو تیار نہ تھے، اور دوسری طرف ان سب کو قولنج کا درد شروع ہوا اور وہ درد کی وجہ سے زمین پر لوٹنے لگے، اور زور زور سے چلانے لگے اور علانیہ توبہ واستغفار کرنے لگے تو ان سے درد جاتا رہا اور شراب کی بو سرکہ کی بو میں تبدیل ہو گئی، جب برتن کھولا گیا تو وہ سرکہ تھا۔ جانور بھی آدمیوں کی طرح چلانے لگے۔ شیخ تو جامع مسجد چلے گئے اور یہ خبر سلطان تک پہنچ گئی۔ وہ ڈر کے مارے رونے لگا اور بہت سے محرمات سے خائف ہوا۔ [۳۶]

بغداد میں آتش زنی:

شیخ بقا بن بطور رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک شخص ایک نوجوان کو حضرت سیدنا عبدالقادر کی خدمت میں لایا اور کہنے لگا: آپ اس نوجوان کے لیے دعا فرمائیں، خدا کی قسم یہ میرا بیٹا ہے۔ حقیقت میں یہ بات محض جھوٹ تھی، حالانکہ یہ دونوں کردار کے لحاظ سے بڑے بدسیرت تھے، حضرت شیخ غضب ناک ہو گئے اور فرمانے لگے اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ آپ لوگ میرے سامنے جھوٹ بولنے سے بھی نہیں شرماتے۔ معاشرہ کی یہ حالت دیکھ آپ بڑے دل گیر ہوئے اور غصہ کے عالم میں گھر آ گئے۔ ان دو بدکردار آدمیوں کے گھروں میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے، حتیٰ کہ یہ شعلے پھیلتے گئے اور شہر کے اکثر حصوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا کہ بغداد پر خدا کے عذاب کی علامات ظاہر ہو رہی ہیں اور بادل کے ٹکڑوں کی صورت میں آگ برس رہی تھی۔ چناں چہ میں سراسیمگی کی حالت میں حضرت شیخ کے گھر آیا، دیکھا کہ آپ ابھی غضب ناک ہیں۔ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا اور دل چاہتا تھا کہ آپ سے استدعا کروں کہ حضرت اب مخلوق خدا پر رحم فرمایئے۔ بہت کچھ ہو گیا، میری التجا پر آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو آگ سرد ہو گئی۔ [۳۷]

کتاب کے مضامین بدل دیئے:

شیخ ابوالمظفر منصور ابن مبارک واسطی نے روایت کی کہ میں اپنی جوانی کے زمانے میں حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے پاس چند

کتابیں ایسی تھیں جن میں یونانی فلسفہ اور روحانیت بھری پڑی تھی۔ مجھے اہل مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ جب حضرت آپ کے علوم یا کتابوں کے متعلق پوچھیں تو یہ کتابیں لے کر گھر آ جانا۔ جب مجھ سے پوچھا گیا تو میں اٹھا تا کہ گھر آ جاؤں اور ان کتابوں کو گھر میں پھینک دوں تا کہ شیخ ناراض نہ ہوں کہ میں کیا پڑھتا رہتا ہوں۔ لیکن میرا دل چوں کہ فلسفہ سے دل چسپی رکھتا تھا اس لیے میں ان علوم اور ان کتابوں کو ضائع کرنے کو تیار نہ تھا اور بہت سے مسائل تو مجھے ازبر ہو گئے تھے، میں اپنے ارادے سے اٹھا ہی تھا کہ شیخ نے میری طرف دیکھا، میں اٹھ نہ سکا۔ میری حالت اس شخص کی سی تھی جسے قید کر لیا گیا ہو۔ اور اس کے پاؤں باندھے دیے گئے ہوں۔ آپ نے مجھے فرمایا: اپنی کتاب مجھے دے دو، جب میں نے اس کتاب کو کھولا تو مجھے صرف سفید کاغذوں کا دفتر نظر آنے لگا۔ تمام حروف محو ہو چکے تھے، میں نے کتاب آپ کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ آپ نے ایک ایک صفحہ دیکھا اور فرمایا: یہ تو قرآن کے فضائل ہیں جسے محمد بن ضریس نے لکھا ہے۔ میں نے کتاب لی تو واقعی وہ کتاب فضائل قرآن پر تھی۔ جو بڑے خوش انداز میں تحریر تھی۔ مجھے فلسفے کی ساری چیزیں جو یاد تھیں بھول گئیں اور مسائل فلسفہ اور احکام روحانیت میرے سینے سے مٹ گئے، ان میں سے ایک مسئلہ بھی آج تک میرے حافظے میں نہیں آیا۔ ۳۸ ؎

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی مصدر فیوض و برکات اور جامع کشف و کرامات ہے۔ آپ کی کرامات پر لکھنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے، اس مختصر سے مضمون میں اُن کی قطعاً گنجائش نہیں اس لیے بطور ڈر نمونہ چند کرامتوں پر اکتفا کیا گیا تا کہ مضمون طویل نہ ہو اور قارئین بہ سہولت استفادہ کر سکیں۔

غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی المولیٰ عنہ کے فضائل و محاسن اور کشف و کرامات پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ ان میں اولیت کا شرف امام نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''بہجۃ الاسرار و معدن الانوار'' کو حاصل ہے، جو ساتویں صدی ہجری میں عربی زبان میں لکھی گئی۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے فضائل و مناقب اور کشف و کرامات کا یہ اولین مستند مجموعہ ہے۔ اس مضمون میں میں نے کرامتوں کا انتخاب بہجۃ الاسرا للشطنوفی، قلائد الجواہر

للتادفی اور زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار للشیخ عبدالحق محدث دہلوی سے کیا ہے۔ موخر الذکر دونوں کتابیں بہجۃ الاسرار سے ہی ماخوذ وملخص ہیں، اس لیے خیال ہوا کہ ''بہجۃ الاسرار'' اور ''صاحب بہجۃ الاسرار'' کا یہاں مختصر تعارف بھی پیش کر دیا ئے تا کہ کتاب اور صاحب کتاب کی ثقاہت پر روشنی پڑ سکے۔

بہجۃ الاسرار شریف اور اس کے مصنف:

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ''بہجۃ الاسرار'' تصوف کی بڑی مشہور ومعروف کتاب ہے جس کے جلیل القدر مصنف ملا نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف شافعی، لخمی رحمۃ اللہ علیہ علمائے قراءت میں بڑے شہرت یافتہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''محک الرجال'' کے خطاب سے یاد فرمایا ہے۔ ''محک'' کا معنی کسوٹی ہے، جس طرح سونے کا معیار معلوم کرنے کے لیے کسوٹی ضروری ہے، اسی طرح رجال حدیث کی سند وصحت معلوم کرنے کے لیے آپ کا نام معیار کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۳۹ے

شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رقم طراز ہیں:

امام ابوالحسن نورالدین علی شطنوفی قدس سرہ کہ بہجۃ الاسرار شریف کے مصنف اور برطرز حدیث بہ سند متصل اس روایت جلیلہ کے پہلے مخرج ہیں، اجلۂ علما و ائمۂ قراءت و اکابر اولیاء و سادات طریقت ہیں۔ امام اجل شمس الدین الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اجلۂ محدثین وعلمائے قراءت سے ہیں جن کی ''حصن حصین'' مشہور ومعروف دیار و امصار ہے اس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں ہیں، انھوں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند و اجازت حاصل کی، اپنے ''رسالہ'' طبقات القراء میں فرماتے ہیں:

میں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار مصر میں خزانۂ شاہی سے حاصل کر کے شیخ عبدالقادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے، پڑھی اور انھوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی۔ (رسالہ طبقات القراء)

امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث ونقد رجال میں ان

کی جلالت شانِ عالم آشکار، اس جناب کے معاصر تھے اور باآنکہ حضرات صوفیۂ کرام کے ساتھ ان کی روش معلوم ہے۔ سامحنا الله تعالی وایاہ" (ہم پر اور ان پر اللہ تعالیٰ نرمی فرمائے) امام ابوالحسن کی ملاقات کو ان کی مجلس تدریس میں گئے۔ اور اپنی کتاب "طبقات المقرئین" میں ان کی مدح وستائش سے رطب اللسان ہوئے۔ فرماتے ہیں:

علی بن جریر لخمی شطنوفی امام یکتا ہیں نور الدین لقب، ابوالحسن کنیت، بلاد مصر میں علمائے قراءت کے استاذ ہیں، اصل ان کی شام سے ہے۔ ۶۴۴ھ میں قاہرۂ مصر میں پیدا ہوئے اور جامع از ہر وغیرہ میں مسندِ اقراء پر صدر نشینی کی، بہ کثرت طلبہ ان کے پاس جمع ہوئے، میں ان کی مجلس درس میں حاضر ہوا ان کی نیک روش اور کم سخنی مجھے پسند آئی۔ حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے شیدائی تھے، انھوں نے حضور کے فضائل تین مجلد کے قریب میں جمع کیے ہیں۔ (طبقات المقرئین)۔

پر ظاہر کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اس جناب کی کمال وثاقت وعدالت وفور علم وجلالت پر شاہد عدل ودلیل فصل ہیں اور خود امام اوحد یعنی بے مثل امام یکتا کا لفظ اجل واعظم تمام فضائل ومناقب جلیلہ کا یکتا جامع اکمل واتم ہے۔ وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانۂ اقدس حضور پر نور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت قریب ہیں، انھیں حضور اقدس تک صرف دو واسطے ہیں۔ قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابو صالح نصر قدس سرہٗ کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابوبکر تاج الملۃ والدین عبد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ اپنے ماجد حضور پر نور سید السادات غوث الافراد، قطب الارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ومرید وصاحب ومستفید ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ "زبدۃ الآثار" شریف میں فرماتے ہیں۔

یہ کتاب "بہجۃ الاسرار" کتاب عظیم وشریف ومشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قراءت سے عالم معروف ومشہور اور ان کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور ومسطور ہیں۔

حضرت شیخ محقق نے زبدۃ الاسرار شریف میں اس (بہجۃ الاسرار شریف) کی روایات صحیح وثابت ہونے کی تصریح کی، یوں بہ سند صحیح روایت فرمائی کہ:

"حدثنا الفقیہ ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحیم بن حجاج بن

علی الفاسی المالکی المحدث بالقاہرہ سنہ ۶۷۱ قال اخبرنا جدی حجاج بفاس سنہ ۶۳۳ قال حججت مع الشیخ ابی محمد صالح بن ویرجان الدکالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنہ ۵۸۸ فلما کنا بعرفات و الفینا بھا الشیخ اباالقاسم عمربن مسعود المعروف بالبزار فتسالما و جلسا یتذکران ایام الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال الشیخ ابو محمد قال لی سیدی الشیخ ابو مدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ "یا صالح سافر الی بغداد" الحدیث۔

فقیہ محدث ابوالحجاج نے ہم سے حدیث بیان کی کہ میرے جدامجد حجاج بن یعلی بن عیسیٰ فاسی نے مجھے خبر دی کہ میں نے شیخ ابو محمد صالح کے ساتھ ۵۸۸ھ میں حج کیا، عرفات میں ہم کو حضرت شیخ ابوالقاسم عمر بزار ملے، دونوں شیخ بعد سلام بیٹھ کر حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرمانے لگے۔ ابو محمد صالح نے فرمایا مجھ سے میرے شیخ حضرت شعیب ابومدین نے فرمایا: اے صالح! سفر کرکے بغداد حاضر ہو۔ الی آخرہ [۴۱]

امام اجل شمس الملۃ والدین ابوالخیر ابن الجزری مصنف ''حصن حصین'' نے ''نہایۃ الدرایات فی اسماء رجال القراءات'' میں فرمایا:

علی بن یوسف نورالدین ابوالحسن شافعی استاد، محقق ایسے کمال والے جو عقلوں کو حیران کردے۔ بلاد مصر کے شیخ قاہرۃ مصر میں ۶۴۴ھ میں پیدا ہوئے اور مصر کی جامع ازہر میں صدر تعلیم پر جلوس فرمایا۔ ان کے فوائد و تحقیق کے سبب خلائق کا ان پر ہجوم ہوا۔ میں نے سنا کہ شاطبیہ پر بھی اس جناب نے شرح لکھی، یہ شرح اگر ظاہر ہوتی تو ان کی تمام شرحوں سے بہتر شروح میں ہوتی۔ روز شنبہ بوقت ظہر وفات پائی اور بروز یکشنبہ بستم (۲۰) ذی الحجہ ۷۱۳ھ میں دفن ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ انتہی [۴۲]

علامہ شطنوفی نے کتاب بہجۃ الاسرار کے بارے میں جو فرمایا ہے اس عبارت کو یہاں نقل کرلطف سے خالی نہ ہوگا، آپ رقم طراز ہیں:

میں نے اس مضمون (قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ) میں ایک کتاب ''بہجۃ الاسرار'' مرتب کی جس کی اسناد بلند ہے، جس کی صحت پر اعتبار ہے، شاذ اور فالتو روایات کو چھوڑ دیا ہے اور ان بڑے بڑے مشائخ کے ذکر کی تفصیل کی جن کے بعض اقوال و افعال اس بارے میں ہم کو پہنچے ہیں، جو آپ کی کامل بزرگی کی تصریح کرتے ہیں۔ [۴۳]

ان سطور سے کتاب بہجۃ الاسرار اور اس کے مصنف کا خاکہ اور تعارف سامنے آ گیا، امید ہے قارئین کے لیے یہ چند سطور باعث تسکین خاطر ہوں گی۔

حوالہ جات

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی / ترجمہ: پیرزادہ اقبال فاروقی، زبدۃ الآثر تلخیص بہجۃ الاسرار، ص ۸۴، مکتبہ جام نور، دہلی۔

۲۔ امام ابوالحسن شطنوفی / ترجمہ: مولانا احمد علی شاہ، بہجۃ الاسرار، ص ۱۰۵، مکتبہ جام نور، دہلی۔

۳۔ مولانا نفیس احمد مصباحی، کشف بردہ، ص ۳۰۲-۳۰۱، المجمع القادری، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۴۔ امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۰۵، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر۔

۵۔ امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۰۵، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر۔

۶۔ امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۰۵، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر۔

۷۔ امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۶۰۶، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر۔

۸۔ امام محمد یوسف بن اسمٰعیل نبہانی، جامع کرامات الاولیاء، ص ۶۷-۶۶، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر۔

۹۔ علامہ محمد احمد مصباحی، امام احمد رضا اور تصوف، ص ۸، المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۱۰- علامہ محمد احمد مصباحی، امام احمد رضا اور تصوف، ص ۸، المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ۔
۱۱- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۴۴، ادبی دنیا، دہلی۔
۱۲- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۴۴، ادبی دنیا، دہلی۔
۱۳- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۴۴، ادبی دنیا، دہلی۔
۱۴- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۴۵، ادبی دنیا، دہلی۔
۱۵- امام محمد بن یحییٰ تادفی/، قلائد الجواہر، ص ۲۰، اسپریچول پبلی کیشنز، دہلی۔
۱۶- امام محمد بن یحییٰ تادفی/، قلائد الجواہر، ص ۳۰، اسپریچول پبلی کیشنز، دہلی۔
۱۷- امام محمد بن یحییٰ تادفی، قلائد الجواہر، ص ۳۲، اسپریچول پبلی کیشنز، دہلی۔
۱۸- امام محمد بن یحییٰ تادفی، قلائد الجواہر، ص ۶۷، اسپریچول پبلی کیشنز، دہلی۔
۱۹- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۴۷، ادبی دنیا، دہلی۔
۲۰- امام محمد بن یحییٰ تادفی، قلائد الجواہر، ص ۵۷، اسپریچول پبلی کیشنز، دہلی۔
۲۱- امام ابوالحسن علی شطنوفی، بہجۃ الاسرار، ص ۱۲-۱۱، مکتبہ جام نور، دہلی۔
۲۲- امام محمد بن یحییٰ تادفی، قلائد الجواہر، ص ۱۳۸-۱۳۷، اسپریچول پبلی کیشنز، دہلی۔
۲۳- امام محمد بن یحییٰ تادفی، قلائد الجواہر، ص ۱۳۹-۱۳۸، اسپریچول پبلی کیشنز، دہلی۔
۲۴- امام محمد بن یحییٰ تادفی، قلائد الجواہر، ص ۳۶-۳۵، اسپریچول پبلی کیشنز، دہلی۔
۲۵- امام محمد بن یحییٰ تادفی، قلائد الجواہر، ص ۳۶، اسپریچول پبلی کیشنز، دہلی۔
۲۶- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، ص ۳۷، ادبی دنیا، دہلی۔
۲۷- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، زبدۃ الآثار، ص ۸۷-۸۶، مکتبہ جام نور، دہلی۔
۲۸- امام محمد بن یحییٰ تادفی، قلائد الجواہر، ص-۶۰، اسپریچول پبلی کیشنز، دہلی۔
۲۹- امام ابوالحسن علی شطنوفی، بہجۃ الاسرار، ص ۱۹۳-۱۹۲، مکتبہ جام نور، دہلی۔
۳۰- امام ابوالحسن علی شطنوفی، بہجۃ الاسرار، ص ۱۹۳، مکتبہ جام نور، دہلی۔
۳۱- امام ابوالحسن علی شطنوفی، بہجۃ الاسرار، ص ۱۸۴-۱۸۳، مکتبہ جام نور، دہلی۔
۳۲- امام ابوالحسن علی شطنوفی، بہجۃ الاسرار، ص ۱۸۵-۱۸۴، مکتبہ جام نور، دہلی۔
۳۳- امام ابوالحسن علی شطنوفی، بہجۃ الاسرار، ص ۲۱۱-۲۱۰، مکتبہ جام نوز، دہلی۔

۳۴۔ امام ابوالحسن علی شطنوفی، بہجۃ الاسرار، ص ۲۳۲-۲۳۱-۲۳۰، مکتبہ جام نور، دہلی۔

۳۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، زبدۃ الآثار، ص ۹۶-۹۵، مکتبہ جام نور، دہلی۔

۳۶۔ امام ابوالحسن علی شطنوفی، بہجۃ الاسرار، ص ۱۱۲، مکتبہ جام نور، دہلی۔

۳۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، زبدۃ الآثار، ص ۹۹-۹۸، مکتبہ جام نور، دہلی۔

۳۸۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، زبدۃ الآثار، ص ۹۱، مکتبہ جام نور، دہلی۔

۳۹۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، زبدۃ الآثار، ص ۳۶-۳۵، مکتبہ جام نور، دہلی۔

۴۰۔ امام احمد رضا قادری بریلوی، انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار مشمولہ فتاویٰ رضویہ ہفتم (جدید)، ص ۵۷۳، مرکز اہل سنت برکات رضا پوربندر۔

۴۱۔ امام احمد رضا قادری بریلوی، فقہ شہنشاہ وان القلوب بعطاء اللہ بیدالمحبوب، ص ۵۵-۵۴، ادارۂ افکار حق، بائسی پورنیہ۔

۴۲۔ امام احمد رضا قادری بریلوی، فقہ شہنشاہ وان القلوب بیدالمحبوب بعطاء اللہ، ص ۵۵-۵۴، ادارۂ افکار حق، بائسی پورنیہ۔

۴۳۔ امام ابوالحسن علی شطنوفی، بہجۃ الاسرار، ص ۲، مکتبہ جام نور، دہلی۔

امام عالی مقام اور سرکار غوث اعظم کا دعوتی اسلوب

ساحل شہسرامی [علیگ]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام دعوت و اصلاح کا پیامبر ہے جس کی بنیاد حکمت اور خوش اسلوب موعظت پر رکھی گئی۔ آقائے دو جہاں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکیمانہ تفہیم اور دلکش اخلاق سے دلوں کی دنیا فتح کی اور ان میں ایمان کے جگمگاتے آفتاب روشن کیے۔ آپ نے اس جہان رنگ و بو کی ظاہری محفل کو الوداع کہا تو کفر کی تاریکیوں کے پر و بال پھر نکل آئے۔ ارتداد کا ایک سلسلہ چل نکلا لیکن آپ کے جانشین اکبر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پامردی اور استقامت کے جذبوں سے لبریز مساعی جمیلہ نے اسلام کو سنبھالا دیا اور پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اسلام کی نورانی شعاعیں بحر و بر کی وسعتوں میں پھیل گئیں۔ حضرت عثمان غنی اور سیدنا مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا دور خلافت شورشوں اور فتنہ سامانیوں کی نذر رہا، جس کا نقطۂ اخیر بد بخت یزید کی ازلی شقاوتوں اور ۶۱ھ میں دنیا کے المناک ترین سانحۂ کربلا کی شکل میں نمودار ہوا۔ خلافت کے بعد امارت نے رنگ جمایا۔ اموی اور عباسی دور حکومت اسلامی تاریخ میں روشن اور تاریک، دونوں قسم کے نقوش رکھتا ہے۔ اس دور کی روشنی تو یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں تقریباً اسی ممالک شامل ہو چکے تھے اور علوم و فنون کی تدوین نے حضرت مولائے کائنات کے دور میں جو سنگ بنیاد رکھا تھا وہ اب خوبصورت عمارات کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا۔ حدیث و تفسیر، نحو و صرف، بلاغت و ادب، فقہ اور اصول کے بنیادی مصادر اسی دور کی شاندار یادگار ہیں۔ وسائل حیات کی فراوانی اور مادیت کی بڑھتی قدروں نے انسانوں کو خوش عیش اور پر تکلف بنا دیا تھا لیکن

ان پھولوں کے گرد کئی بڑے نوکیلے اور چبھتے کانٹے بھی تھے جن کی ٹیس آج بھی ہر حساس دل میں محسوس ہوتی ہے۔ تخت حکومت کے لیے خون مسلم کی ارزانی جتنی اس دور میں ہوئی اس کی نظیر کم نظر آتی ہے۔ مادی وسائل کی وسعتوں نے دلوں کو دین سے دور اور دنیا وی ہوس کاریوں سے قریب تر کر دیا تھا۔ ذہنوں میں سازشوں اور فتنوں نے رنگ جما لیا تھا۔ عیش وطرب کی محفلیں آباد اور دینی قدریں پامال ہو رہی تھیں۔ امراء عیش کیشیوں میں مصروف، علماء حرص و آز کے اسیر اور تملق کی رذالت میں ڈوبتے جا رہے تھے۔ صوفیا اور زہاد ریاکاری کی دلدل میں دھنس چکے تھے۔ خودسری اور سرکشی فکری وطیرہ اور تصادم وخون ریزی انسانی مشغلہ بن چکا تھا۔ طوائف الملوکی کے اس دور میں اسلام دشمن طاقتوں نے بھی اپنے انتقامانہ حوصلے نکالنے شروع کر دیئے۔ طرح طرح کے عقائد مسلمانوں پر تھوپے گئے۔ نصب، خروج، رفض، اعتزال، باطنیت، قرامطہ کے درماندہ گروہ بھی اسی دور کی یادگار ہیں۔ یہودیت اور عیسائیت سے معرکہ آرائیوں کا سلسلہ چل پڑا تھا۔ اس دور کے اخیر مرحلے میں ایک ہادی امت، محسن ملت اٹھا اور اپنے نفسان سوختہ سے اسلام کے ٹمٹماتے چراغ کی لویں تیز کر گیا۔ اسلامی قدریں پھر سے زندگی کی حرارتیں لے کر اٹھیں اور انفس و آفاق کی وسعتوں پر چھا گئیں، اس کی جاں بخش صداؤں نے دلوں کی خوابیدگی کو بیداری بخشی، بہکی فکروں کو صحیح سمت عطا کی، جبر واستبداد میں پستی انسانیت نے چین کی سانس لی، اسلام کی سونی بزمیں آراستہ ہوئیں، تصوف کے غبار میں اٹے چہرے پھر شفاف ہو گئے، اسلام کا روئے زیبا ایمان کی چاندنی میں نکھر گیا۔ اسی ذات گرامی کو دنیا شیخ الاسلام، محی الدین ابو محمد سید عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتی ہے جنہوں نے اپنے جد کریم سیدنا امام حسین مجتبیٰ اور سیدنا امام حسن شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدم بہ قدم چل کر اسلام کی ڈوبتی نبض کو زندگی کی حرارتیں بخشیں۔

پہلے دونوں بزرگوں کے پاکیزہ اوراق حیات کے اجمالی مطالعے سے ہم اپنی فکر کو تازگی بخشتے ہیں پھر ایک نگاہ ان حضرات کے مشترکہ دعوتی اسلوب پر۔

سیدنا امام حسین (ولادت ۵ رشعبان ۴ھ بروز منگل) سیدنا مولائے کائنات کے بتولی شہزادوں میں منجھلے شہزادے ہیں۔ آپ کی ولادت اقدس کے بعد حضور نے آپ کے کانوں میں اذان واقامت کہی، ساتویں دن مینڈھے پر عقیقہ کیا اور ''حسین''

جیسا خوبصورت نام تجویز فرمایا۔ سات سال تک آغوش نبوت کی سراپا فیض آغوش تربیت میسر رہی اور خاتون جنت سیدتنا فاطمہ زہرا اور امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کو پروان چڑھایا اس لیے جمال وجلال اور عادات خوش خصال کا مجموعہ تھی آپ کی ذات گرامی۔ پیشانی نور اس قدر درخشاں تھی کہ لوگ اس کی روشنی میں راستہ پالیا کرتے تھے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس گرامی شہزادے سے جیسی شفقت اور پیار کا معاملہ رکھتے تھے وہ بے نظیر تھا۔ شانۂ نبوت آپ کی سواری بنا، نماز کی حالت میں آپ کی خاطر حضور نے سجدے دراز فرمائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے امام حسین کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لعاب دہن اس طرح چوستے دیکھا جس طرح کھجور چوستے ہیں۔ حضور نے ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کے بغض کو اپنے بغض کا علامتی نشان قرار دیا۔ جوانان جنت کی سرداری کا امتیاز بخشا اور جنت کے پھول سے تشبیہ عطا کی۔ آپ کا مچلنا بھی حضور پر شاق گذرتا، تقریباً سات سال آپ کو آغوش نبوت میسر آئی لیکن اس ننھی سی عمر میں بھی شعور اتنا بالغ ہو چکا تھا کہ نانا جان کے پاکیزہ کلمات محفوظ رکھتے۔ چنانچہ کئی احادیث مبارکہ آپ سے مروی ہیں۔ جسم مبارک حضور سے خاصا مشابہ تھا۔ کہتے ہیں کہ سیدنا امام حسن سینے تک اور امام حسین سینے سے پاؤں تک سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیا نور کا
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط تو اُم میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

آپ کے اخلاق کریمانہ میں جود وسخا، ہمت وشجاعت، صبر وشکر، حلم وحیا بہت ممتاز تھے۔ نوافل کثرت سے ادا کرتے، نفلی روزوں کے تو عادی تھے، پچیس حج ادا فرمائے وہ بھی پیادہ۔ اخلاف میں چار شاہزادے۔ ۱۔ حضرت علی امام زین العابدین، ۲۔ حضرت علی اکبر، ۳۔ حضرت جعفر، ۴۔ حضرت عبد اللہ، اور دو شاہزادیاں تھیں۔ ۱۔ حضرت فاطمہ صغریٰ، ۲۔ حضرت سکینہ۔

دنیا کے سب سے بڑے بدبخت یزید کی ایما پر ظالموں کے نرغے میں دشت

کربلا کے اندر ۱۰ رمحرم الحرام ۶۱ ھ دو پہر ڈھلے شقی ازلی سنان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔
اس وقت آپ کی عمر شریف ۵۶ رسال ۵ رمہینے ۵ ردن تھی۔

اس شہید بلا شاہ گلگوں قبا بے کس دشت غربت پہ لاکھوں سلام

حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۷۰ ھ میں حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کے گھر گیلان میں حضرت ام الخیر فاطمہ بنت عبداللہ صومعی کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر شریف ساٹھ سال کی ہو چکی تھی۔ آپ نجیب الطرفین سید، والد ماجد کی جانب سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی ہیں۔ آپ ابتدائے آفرینش سے کرامت آثار تھے۔ آپ نے شیر خوارگی کے زمانے میں بھی روزے کے اوقات میں شیر مادر نوش نہ فرمایا، شکم مادر ہی میں والدہ ماجدہ کی تلاوت سن کر ۱۵ رپارے حفظ کر چکے تھے۔ بچپن ہی سے ہر ایک آپ سے شفقت و اکرام کا معاملہ رکھتا۔ ۱۸ رسال کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل کے لیے عروس البلاد بغداد مقدس پہنچے اور ناموران فن سے بھرپور استفادے کیے جن میں عارف باللہ حضرت حماد دباس قدس سرہ اور قاضی ابوسعید مبارک مخزوی قدس سرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان میں آخر الذکر حضرت مخزوی سے آپ کو غایت درجہ عقیدت تھی اور پھر یہی آپ کے شیخ طریقت ٹھہرے۔ آپ ہی کے ارشاد کے مطابق شاہ جیلاں نے مدرسہ باب الازج میں درس وافادہ کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے طلبا کا اس قدر ازدحام ہوا کہ قدیم عمارت ناکافی ہوگئی تو بغداد کے علم دوست حضرات نے اسے وسعت دے کر شاندار نئی عمارت تیار کرائی اور ''مدرسہ قادریہ'' نام رکھا۔ آپ کا درس تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو اور تجوید کے موضوعات پر محیط ہوتا۔ تفسیر وحدیث کے وہ گراں قدر نکات ارشاد فرماتے کہ آپ کے اساتذہ اور اساطین فن بھی انگشت بدنداں رہ جاتے۔ افتا نویسی، رشد و ہدایت اور وعظ و تلقین بھی آپ کے نمایاں مشاغل تھے۔ آپ نے وعظ کا سلسلہ ۱۶ رشوال ۵۲۱ ھ منگل کے دن سے شروع فرمایا۔ ابتداءً جھجک رہی کیونکہ آپ عجمی تھے اور بغداد فصحائے عرب کا گہوارہ لیکن فیض رسالت مآب اور فیضان مرتضیٰ نے آپ کی زبان مبارک میں ایسی روانی اور طلاقت پیدا کر دی کہ مضامین کا ایک سیل رواں ہوتا جو آپ کے دہن مبارک سے نکلتا چلا جاتا۔ تاثیر ایسی ملی

تھی کہ پتھر دل بھی موم ہو جاتے، سیاہکار تائب ہوتے، تقویٰ شعاروں کو ثبات ملتا اور داوز کفر کی آلودگی میں لتھڑے لوگ سرچشمۂ اسلام کے قریں آکر شفاف ہو جاتے۔ ستر ہزار افراد پیادہ اور گھوڑوں پر سوار آپ کی محفل وعظ میں شریک ہوتے۔ آپ کے مواعظ حسنہ کو چار چار سو افراد قلمبند کرتے۔ اس محفل میں سینکڑوں افراد اسلام قبول کرتے، فسق و فجور سے تائب ہوتے اور جب آپ یہ فرماتے "رجعنا من القال الی الحال" تو لوگوں پر وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ بے حال ہو ہو جاتے، بہتیرے مرغ بسمل کی مانند تڑپنے لگتے اور بعض تو وہیں جاں بحق ہو جاتے۔

آپ اپنے خلوت کدے سے بہت کم نکلتے۔ جلال اور جمال کے سنگم، رقیق القلب، نحیف الجثہ، متوسط قد، کشادہ سینہ، دراز ریش، بلند آواز اور خوش رفتار تھے۔ آپ کے رعب جلال کے سامنے کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوتی۔ خلیفۂ وقت کو جب کسی حاجت مند کے سلسلے میں خط لکھتے تو یہ تحریر فرماتے "عبدالقادر تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے، تم پر اس کا حکم نافذ اور اس حکم کی اطاعت واجب ہے۔"

حضرت نے بیشتر زبانی تلقین ہدایت کی لیکن آپ نے چند تصانیف بھی یادگار ہیں جن میں کچھ آپ کے مواعظ حسنہ کے مجموعے ہیں۔ ۱-فتوح الغیب، ۲-الفتح الربانی، ۳-الغنیۃ لطالب طریق الحق (غنیۃ الطالبین)، ۴-حزب نشار الخیر، ۵-الیواقیت والحکم، ۶-الفیوضات الربانیہ، ۷-المواھب الرحمانیہ، ۸-جلاء الخاطر، ۹-سر الاسرار، ۱۰-رد الرفضۃ، ۱۱-تفسیر القرآن الحکیم (۲ جلدیں)، ۱۲-مجموعۂ کلام، کا شمار آپ کی نگارشات میں ہوتا ہے۔ حضرت کے مختلف حرم سے گیارہ شاہزادے اور ایک شاہزادی تولد ہوئیں۔

حضرت غوث اعظم کا وصال مبارک ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ/۱۱۶۵ء میں ہوا اور زائرین کے ہجوم کے سبب دوسری شب میں اسی جگہ تدفین عمل میں آئی جہاں آپ درس و افادہ کی بساط بچھاتے تھے۔

خانوادۂ رسالت کے ان دونوں ممتاز بزرگوں نے انتشار فتن کے دور میں جس طرح ملت اسلامیہ کے وجود کو سنبھالا دیا اور باطل کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کی جیسی قائدانہ ذمہ داریاں نبھائیں وہ اپنے آپ میں بے نظیر ہے۔ یزید پلید کے ٹڈی دل

لشکر کے سامنے حضرت امام نے جو آخری خطبہ دیا اور اپنی حجت تمام کی اس کا ایک ایک لفظ رہروان حق کے لیے مینارۂ نور ہے:

اے لوگو! کیا تمہیں اس میں شبہہ ہے کہ میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں؟ خدا کی قسم پورب سے لے کر پچھم تک پوری دنیا میں میرے سوا کوئی نبی کا نواسہ موجود نہیں ہے۔ نہ تم میں اور نہ تمہارے سوا دوسری قوموں میں اور میں تو خود تمہارے ہی نبی کا نواسہ ہوں۔ ذرا غور تو کرو کہ میرے قتل پر تم کیسے آمادہ ہو گئے؟ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے؟۔ کسی کا مال تلف کیا ہے، کسی کو زخمی کیا ہے جس کا بدلہ تم مجھ سے لینا چاہتے ہو؟۔ جب مخالفین کی جانب سے کوئی جواب نہیں ملا تو آپ نے پکار کر کہا: اے شبث بن ربعی، اے حجار بن الجبر، اے قیس بن اشعث، اے یزید بن حارث! کیا تم لوگوں نے خط لکھ کر مجھے نہیں بلایا تھا؟۔ انہوں نے کہا۔ "ہم نے کوئی خط آپ کو نہیں لکھا تھا"۔ آپ نے فرمایا: "تم لوگوں نے لکھا تھا اور ضرور لکھا تھا۔ اچھا فرض کر لو تم نے نہیں لکھا تھا اور تم نہیں چاہتے تھے کہ میں ادھر آؤں تو مجھے چھوڑ دو تا کہ میں کسی ایسی جگہ چلا جاؤں جہاں امن و امان کی زندگی بسر کر سکوں۔"

حضرت غوث اعظم نے ظالم حکمرانوں، حریص مولویوں اور ریاکار زاہدوں کی اصلاح بھی بہت کھلے لفظوں میں فرمائی۔ الفتح الربانی میں فرماتے ہیں:

"اے لوگو! دعوت حق قبول کرو، بے شک میں داعی الی اللہ ہوں اور تم کو اللہ کے در اور اس کی اطاعت کی طرف بلاتا ہوں، اپنے نفس کی طرف نہیں بلاتا۔ تم رمضان میں اپنے نفسوں کو پانی پینے سے روکتے ہو اور جب افطار کا وقت آتا ہے تو مسلمانوں کے خون سے افطار کرتے ہو اور ان پر ظلم کر کے جو مال حاصل کیا ہے اسے نگلتے ہو۔ اے لوگو! افسوس کہ تم سیر ہو کر کھاتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے رہتے ہیں اور پھر یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں۔ تمہارا ایمان صحیح نہیں۔

اے مولویو، اے فقیہو، اے زاہدو، اے عابدو، اے صوفیو! تم میں کوئی ایسا نہیں جو توبہ کا حاجت مند نہ ہو۔ اے بغداد کے رہنے والو! تمہارے اندر نفاق زیادہ اور اخلاص کم ہو گیا ہے اور بے عمل باتوں کی فراوانی ہے۔ عمل کے بغیر قول کس کام کا۔ تمہارے اعمال کا بڑا حصہ بے روح جسم کی طرح ہے۔ غفلت مت کرو اپنی حالت کو پلٹو تا کہ تم

کو راہ ملے۔ اے عالمو اور زاہدو! بادشاہوں اور سلطانوں کے لیے تم کب تک منافق بنے رہو گے تاکہ تم ان سے زر و مال، شہوتیں اور لذتیں حاصل کرتے رہو۔''

اس مختصر سی تحریر میں مزید اقتباس نہیں پیش کیے جا سکتے۔ ان دونوں شہزادگان رسول رضی اللہ عنہما کی حیات طیبہ اور افکار کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلامی دعوت کے جو روشن نکات سامنے ہیں ان کے چند گوشے یہ ہیں:

☆ دوسروں کی دعوت اصلاح دینے سے پہلے خود اپنی اصلاح کرنی چاہیے ورنہ خاطر خواہ اثر نہیں ہوگا۔

☆ داعی کو فسق و فجور اور ظلم و ستم کے سامنے کبھی گھٹنے نہیں ٹیکنا چاہئے بلکہ برملا اظہار حق کرنا چاہئے۔ دیکھئے حضرت امام نے یزیدی حکومت کا نہ رعب قبول کیا، نہ اس کے سامنے گھٹنے ٹیکے۔ حضرت غوث اعظم نے ظالم حکمرانوں سے لے کر ریاکار زاہدوں تک کے طبقات پر کڑی تنقید کی اور ان کی جانب سے ہونے والی ممکنہ شورشوں کی قطعاً پرواہ نہ کی۔

☆ داعی کو ابتدا ہی سے سرزنش کا انداز نہیں اپنا چاہئے بلکہ ذہنوں کو اپنے اخلاق، نرم گفتگو اور حکیمانہ تفہیم سے ہم آہنگ کرنا چاہیے۔ دیکھئے حضرت امام نے پہلے اتمام حجت کی پھر جنگ کی، حضرت غوث اعظم نے پہلے نرم نرم گفتگو فرمائی پھر کڑی تنقید شروع کی۔

☆ داعی کو حالات کی مکمل نباضی حاصل ہونی چاہیے تاکہ وہ سماج کی دکھتی رگ پر انگلی رکھ سکے اور اپنی ذمہ دارانہ قیادت کے تقاضے پورے کر سکے۔ حضرت امام حسین اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اوراق حیات کے مطالعے سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے۔ دور حاضر کو ایسی ہی ذمہ دارانہ قیادت کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

بفضل رحمانی و امداد یزدانی کتاب مستطاب

موسومہ بہ

سیرتِ غوثِ اعظم قدس سرہ العزیز

یعنی

محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی غوثِ صمدانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے

جامع اور مستند حالات

مؤلفہ مولینا ابو البیان محمد داؤد فاروقی نقشبندی مجددی مرحوم

ابن

حضرت مولانا نور احمد پسروری ثم امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

والضحیٰ پبلی کیشنز

بادیہ علیمیہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:042-37361363
Cell:0300-7259263,0315-4959263

سیدنا غوث الوریٰ رضی اللہ عنہ کے حضور نذرِ عقیدت ومحبت

ناظم شارح

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حضرت علامہ مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور، انڈیا

بادیہ حلیمہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان

Ph:042-37361363

Cell:0300-7259263,0315-4959263

بادیہ حلیمہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph:042-37361363